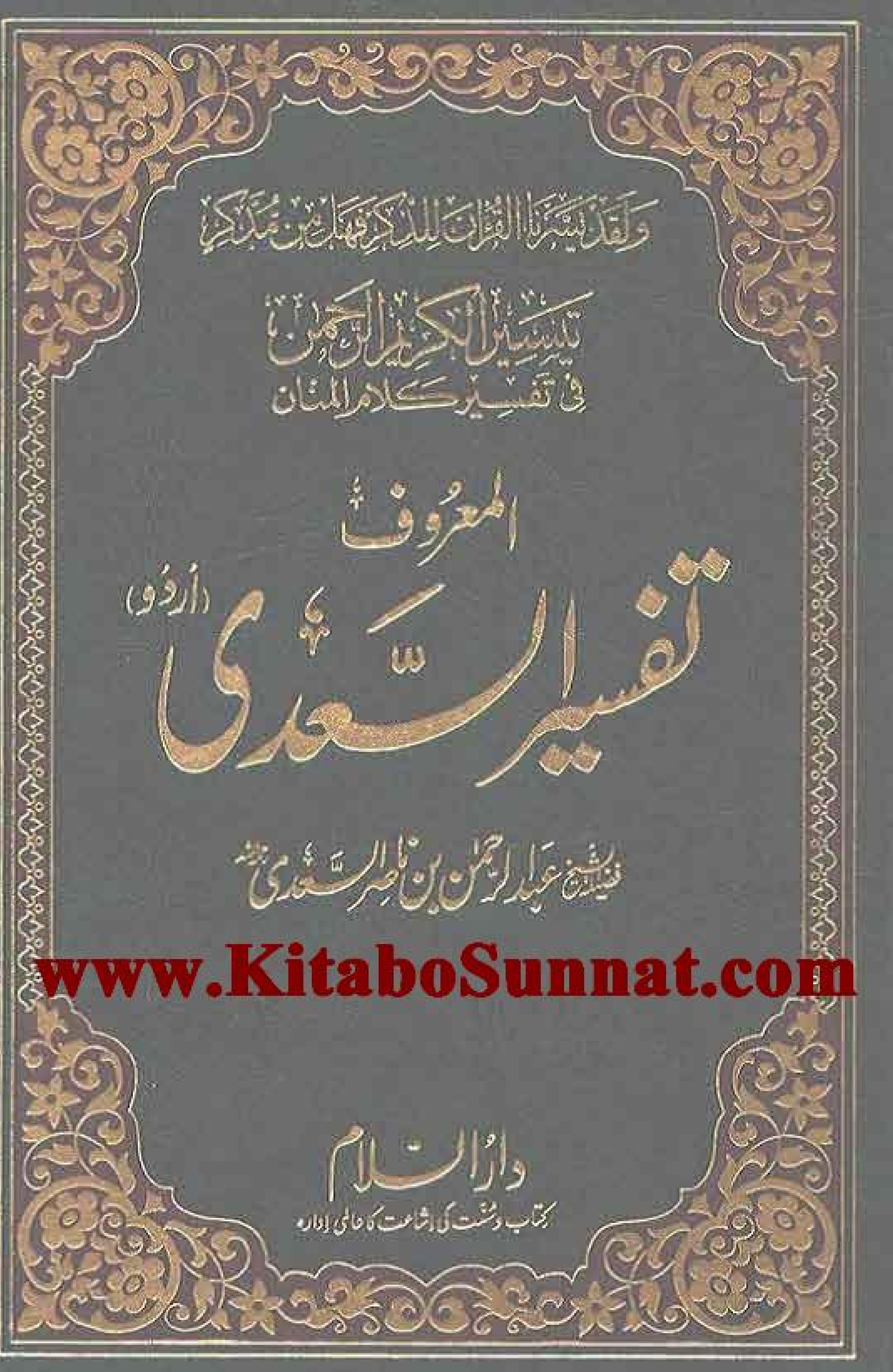

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تيسير الكريم الرحمن
في تفسير كلام المنان

المعروف

تفسیر السعدی
(اردو)

فضيلة الشيخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

*** توجہ فرمائیں! ***

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

*** تنبیہ ***

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

دارالسلام
کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض * جدہ * شارجہ * لاھور
لندن * ھیوسٹن * نیو یارك

DARUSSALAM

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب

فون : 4033962 - 4043432 (009661) فیکس: 4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون وفیکس: 4614483

جدہ فون وفیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com
② اقرا سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس : 5217645 (0044 208)
ہیوسٹن فون: 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیویارک فون: 6255925 (001 718)
Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر
الکریم الرحمن
فی تفسیر کلام المنان

(اردو ترجمہ)

پارۃ نمبر اٹھارہ 18

مفسر قرآن: فضیلۃ الشیخ **عبد الرحمان بن ناصر السعدی** رحمہ اللہ

تحقیق: **عبد الرحمان بن معلا اللویحق** حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: **حافظ صلاح الدین یوسف** حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: **پروفیسر طیب شاہین لودھی** حفظہ اللہ

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُولُ

يٰرَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُورًا

اور رسول (ﷺ) روزِ قیامت) فرمائیں گے :

"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو پس پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۲۵/ ۳۰)

فرمانِ نبوی

إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ

بِهٰذَا الْكِتٰبِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

پا رۃ نمبر اٹھا رہ 18

نمبر شمار	نام سورت	صفحہ نمبر	شمار پارہ
۲۳	سورۃ المؤمنون	1753	۱۸
۲۴	سورۃ النور	1797	۱۸
۲۵	سورۃ الفرقان	1849	۱۸ - ۱۹

تفسیر سُوْرَۃ المؤمنون

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ (۲۳) مَكِّيَّةٌ (۷۴)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ۱۱۸
رُكُوْعَاتُهَا ۶

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ ① الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ ② وَالَّذِيْنَ هُمْ
یقیناً فلاح پا گئے مومن ○ وہ لوگ جو وہ اپنی نمازوں میں خشوع کرنے والے ہیں ○ اور وہ لوگ جو وہ
عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ ③ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ ④ وَالَّذِيْنَ هُمْ
لغویات سے اعراض کرنے والے ہیں ○ اور وہ لوگ جو وہ زکوٰۃ (ادا) کرنے والے ہیں ○ اور وہ لوگ جو وہ
لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ ⑤ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ
اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنیوالے ہیں ○ مگر اپنی بیویوں سے یا جن (کنیزوں) کے مالک ہوئے انکے دائیں ہاتھ پس بلاشبہ وہ نہیں ہیں
مَلُوْمِيْنَ ⑥ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ⑦ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ
ملامت زدہ ○ پھر جو تلاش کرے سوائے ان کے تو یہی لوگ ہیں حد سے گزرنے والے ○ اور وہ لوگ جو وہ اپنی امانتوں کی
وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ ⑧ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ⑨ اُولٰٓئِكَ هُمُ
اور اپنے عہد کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ اور وہ لوگ کہ وہ اوپر اپنی نمازوں کے حفاظت کرتے ہیں ○ یہ لوگ وہی ہیں
الْوٰرِثُوْنَ ۙ ⑩ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ⑪
وارث ○ وہ لوگ جو وارث ہوں گے فردوس (بہشت اعلیٰ) کے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○

وقف لازم

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کی تعریف و تعظیم اور ان کی فلاح و سعادت کا ذکر ہے، نیز اس امر کا بیان ہے کہ وہ فلاح و سعادت کیسے حاصل کر سکتے ہیں اور اس ضمن میں اہل ایمان کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ان مذکورہ صفات سے متصف کریں۔ پس بندۂ مومن ان آیات کی میزان پر اپنے آپ کا وزن کرے، اور یہ معلوم کرے کہ اس کے پاس اور دوسروں کے پاس قلت و کثرت یا اضافے اور کمی کے اعتبار سے کتنا ایمان ہے۔

پس فرمایا: ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ یعنی اہل ایمان کامیابی اور سعادت سے بہرہ مند ہوئے اور انہوں نے ہر وہ چیز حاصل کر لی جس کا حصول اہل ایمان کا مقصود و مطلوب ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے انبیاء و مرسلین کی تصدیق کی جن کی صفات کاملہ میں سے ایک صفت یہ ہے کہ بلاشبہ وہ ﴿فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ﴾ ''اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔'' نماز میں خشوع یہ ہے کہ بندے کا دل اللہ تعالیٰ کو قریب سمجھتے ہوئے اس کے حضور حاضر ہو...... اس سے قلب کو سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے، اس کی تمام حرکات ساکن اور غیر اللہ کی طرف اس کا التفات کم ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے رب کے سامنے نہایت ادب کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے، وہ اپنی نماز کے اندر، اول سے

لے کر آخر تک جو کچھ کرتا ہے اور جو کچھ کہتا ہے پورے استحضار کے ساتھ کہتا ہے۔ اس طرح اس کے دل سے تمام وسوسے اور غلط افکار زائل ہو جاتے ہیں۔ یہی نماز کی روح اور یہی اس سے مقصود ہے اور یہی وہ مقصد ہے جو بندے کے لئے لکھ دیا گیا ہے۔ پس وہ نماز جو خشوع و خضوع اور حضور قلب سے خالی ہو اس پر اگرچہ ثواب ملتا ہے مگر صرف اتنا ملتا ہے جتنا قلب اس کو سمجھ کر ادا کرتا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ﴾ ''اور وہ لغو سے۔'' یہاں (لغو) سے مراد وہ کلام ہے جس میں کوئی بھلائی اور کوئی فائدہ نہ ہو۔ ﴿مُعْرِضُوْنَ﴾ ''اعراض کرنے والے ہیں۔'' اپنے آپ کو لغو سے پاک اور برتر رکھنے کے لئے۔ جب کبھی کسی لغو چیز پر سے ان کا گزر ہوتا ہے تو نہایت وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں اور جب یہ لغو باتوں سے اعراض کرتے ہیں تو حرام کاموں سے ان کا اعراض اولیٰ و احریٰ ہے۔ جب بندہ بھلائی کے سوا لغویات میں اپنی زبان پر قابو پا لیتا ہے تو معاملہ اس کے اختیار میں آ جاتا ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے' جبکہ آپ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نصیحت فرما رہے تھے...... فرمایا ''کیا میں تمہیں اس چیز کے بارے میں آگاہ نہ کروں جس پر ان سب چیزوں کا دارومدار ہے؟'' حضرت معاذ کہتے ہیں' میں نے عرض کیا' جی ہاں! ضرور بتائیں' چنانچہ آپ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا ''اس کو اپنے قابو میں رکھو'' ① پس اہل ایمان کی صفات حمیدہ میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ لغویات اور محرمات سے اپنی زبان کو روکے رکھتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ﴾ یعنی مال کی مختلف جنسوں کے مطابق اس کی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اپنے آپ کو گندے اخلاق اور برے اعمال سے پاک کرتے ہوئے جن کے ترک کرنے اور جن کے اجتناب ہی سے نفس پاک ہوتے ہیں۔ پس وہ نماز میں خشوع کا اہتمام کر کے اپنے خالق کی اچھے طریقے سے عبادت کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کر کے مخلوق کے ساتھ احسان کا رویہ اپناتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ﴾ ''اور وہ (زنا سے) اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔'' اور کامل حفاظت یہ ہے کہ ان تمام امور سے اجتناب کیا جائے جو زنا کی دعوت دیتے ہیں' مثلاً غیر محرم کو دیکھنا اور چھونا وغیرہ۔ پس وہ اپنی شرم گاہوں کی ہر ایک سے حفاظت کرتے ہیں ﴿اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ﴾ ''سوائے اپنی بیویوں اور مملوکہ لونڈیوں کے۔'' ﴿فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ﴾ یعنی اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے پاس جانے میں ان پر کوئی ملامت نہیں' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو حلال ٹھہرایا ہے۔ ﴿فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ﴾ ''پس جو تلاش کرے گا اس کے علاوہ۔'' یعنی بیوی اور لونڈی کے علاوہ ﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ﴾ ''پس

---

① جامع الترمذي' الإيمان' باب ماجاء في حرمة الصلاة' ح:٢٦١٦ و سنن ابن ماجه' الفتن' باب كف اللسان في الفتنة' ح:٣٩٧٣

وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں سے تجاوز کر کے حرام میں پڑ گئے اور اللہ تعالیٰ کی محرمات کے ارتکاب کی جسارت کی۔

اس آیت کریمہ کا عموم تحریم متعہ پر دلالت کرتا ہے کیونکہ نکاح متعہ کے ذریعے بنی ہوئی بیوی حقیقی بیوی ہے نہ اس کو نکاح میں باقی رکھنا ہی مقصود ہے اور نہ وہ لونڈیوں ہی کے زمرے میں آتی ہے' نیز یہ آیت کریمہ نکاح حلالہ کی تحریم پر بھی دلالت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ ﴾ دلالت کرتا ہے کہ مملوکہ لونڈی کی حلت کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ تمام کی تمام صرف اسی کی ملکیت میں ہو۔ اگر وہ صرف اس کے کچھ حصے کا مالک ہے تو یہ لونڈی اس کے لئے حلال نہیں کیونکہ وہ کامل طور پر اس کا مالک نہیں کیونکہ وہ اس کی اور کسی دوسرے شخص کی مشترکہ ملکیت ہے۔ پس جس طرح یہ جائز نہیں کہ کسی آزاد عورت کے دو شوہر ہوں' اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ کسی لونڈی کی ملکیت میں دو مالکوں کا اشتراک ہو (اور وہ اس سے مجامعت کرتے ہوں)

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴾ یعنی وہ اپنی امانت اور اپنے عہد کی رعایت اور حفاظت کرتے ہیں' ان کو قائم کرنے اور ان کے نفاذ کے بہت حریص ہیں...... یہ آیت کریمہ تمام امانتوں کے لئے عام ہے خواہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ﴾ (الاحزاب: ٧٢/٣٣) ''ہم نے اس امانت کو آسمانوں' زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا مگر انہوں نے اس ذمہ داری کو اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس ذمہ داری کو اٹھا لیا۔''

پس ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر فرض کی ہے' امانت ہے' اس کو پوری طرح سے ادا کرنا اور اس کی حفاظت کرنا بندے کی ذمہ داری ہے' اسی طرح انسانوں کی امانتیں اس کے تحت آتی ہے' مثلاً مال کی امانت اور راز کی امانت وغیرہ۔ پس امانت کی ان دونوں اقسام کی حفاظت اور ان کو پوری طرح ادا کرنا فرض ہے۔ فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ﴾ (النساء: ٥٨/٤) ''بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کو ان کی امانتیں واپس کر دیا کرو۔'' اسی طرح عہد کا پورا کرنا بھی فرض ہے اور یہ اس عہد کو شامل ہے جو ان کے اور ان کے رب کے درمیان ہے اور جو ان کے اور بندوں کے درمیان ہے اور اس سے مراد وہ التزامات اور معاہدے ہیں جو بندہ کسی سے کرتا ہے' ان کی حفاظت کرنا اور ان کو پورا کرنا اس پر واجب ہے' ان میں کوتاہی کرنا یا ان کو جان بوجھ کر چھوڑ دینا حرام ہے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴾ یعنی وہ نمازوں کو ہمیشہ ان کے اوقات میں' ان کی حدود' شرائط اور ارکان کی کامل رعایت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے نماز میں ان کے خشوع اور نماز کی حفاظت'

دونوں باتوں کی بنا پر ان کی مدح و ستائش کی ہے کیونکہ ان کا معاملہ ان دونوں امور کے بغیر تکمیل نہیں پاتا۔ پس جو شخص نماز پر مداومت تو کرتا ہے مگر بغیر خشوع کے نماز پڑھتا ہے' یا وہ کامل خشوع کے ساتھ تو نماز پڑھتا ہے مگر اس کی حفاظت نہیں کرتا تو وہ ناقص اور مذموم ہے۔ ﴿ اُولٰٓئِكَ ﴾ یہی لوگ جو مذکورہ صفات سے متصف ہیں ﴿ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ○ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ﴾ ''فردوس کے وارث ہوں گے'' جو جنت کا بلند ترین' بہتر اور افضل طبقہ ہے کیونکہ وہ ایسی صفات سے متصف ہوئے ہیں جو بھلائی کی صفات میں سب سے اعلیٰ صفات ہیں...... یا اس سے مراد تمام جنت ہے تاکہ عام مومن اپنے اپنے درجات و مراتب اور اپنے اپنے حال کے مطابق اس میں داخل ہو جائیں۔ ﴿ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ ''وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔'' وہ وہاں سے کبھی کوچ کریں گے نہ وہاں سے منتقل ہونا چاہیں گے کیونکہ جنت فردوس کامل اور افضل ترین نعمتوں پر مشتمل ہے وہاں کوئی تکدر ہوگا نہ پریشانی۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ⑫ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً
اور البتہ تحقیق پیدا کیا ہے ہم نے انسان کو خلاصے سے مٹی کے ○ پھر کیا ہم نے اس کو نطفہ
فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ⑬ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا
قرارگاہ محفوظ میں ○ پھر بنایا ہم نے (اس) نطفے کو جما ہوا خون، پھر بنایا ہم نے جمے ہوئے خون کو گوشت کا لوتھڑا، پھر بنائیں ہم نے
الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ
(اس) لوتھڑے کی ہڈیاں، پھر پہنایا ہم نے (ان) ہڈیوں کو گوشت، پھر پیدا کیا ہم نے اسے مخلوق اور (نئی) پس بڑا بابرکت ہے اللہ جو سب سے حسین
الْخٰلِقِيْنَ ⑭ ؕ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ⑮ ؕ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ⑯
بنانے والا ہے ○ پھر بے شک تم بعد اس کے البتہ مرنے والے ہو ○ پھر یقیناً تم دن قیامت کے دوبارہ اٹھائے جاؤ گے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان آیات کریمہ میں انسان کی ابتدائے تخلیق سے لے کر آخر تک مختلف اطوار اور مراحل کا ذکر کیا ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نوع بشری کے جد امجد آدم علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر فرمایا کہ ﴿ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴾ ''اسے زمین کے ست سے پیدا کیا۔'' جو کہ تمام زمین سے حاصل کیا گیا تھا۔ بنابریں حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے زمین کی نوعیت کے مطابق ہیں' ان میں کچھ پاک' کچھ خبیث اور کچھ ان دونوں کے درمیان ہیں اور کچھ نرم دل' کچھ سخت دل اور کچھ ان دونوں کے درمیان ہیں۔ ﴿ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ ﴾ ''پھر ہم نے اس کو بنایا'' یعنی جنس آدم علیہ السلام کو ﴿ نُطْفَةً ﴾ ''نطفہ'' جو انسان کی پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے' پھر وہ نطفہ جگہ پکڑتا ﴿ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴾ ''ایک محفوظ جگہ میں۔'' اس سے مراد رحم مادر ہے جو ہر قسم کی خرابی اور ہوا وغیرہ سے محفوظ ہے۔

﴿ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ ﴾ ''پھر بنایا ہم نے نطفے کو'' جو رحم مادر میں قرار پا چکا تھا ﴿ عَلَقَةً ﴾ ''لوتھڑا'' یعنی نطفے کو چالیس دن گزرنے کے بعد سرخ خون میں تبدیل کر دیا۔ ﴿ فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ ﴾ ''پھر بنایا ہم نے جمے ہوئے

خون کو' یعنی چالیس دن کے بعد اس خون کے لوتھڑے کو ﴿ مُضْغَةً ﴾ ''گوشت کا ٹکڑا'' یعنی گوشت کی چھوٹی سی بوٹی یعنی اس مقدار کے برابر جسے چبایا جا سکتا ہے۔ ﴿ فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ ﴾ ''پھر بنایا نرم بوٹی کو'' ﴿ عِظٰمًا ﴾ ''ہڈیاں'' یعنی سخت ہڈیاں بنا دیتے ہیں جو کہ بدن کی ضرورت کے مطابق گوشت کے درمیان ہوتی ہیں۔ ﴿ فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ﴾ یعنی ہم ہڈیوں کو گوشت کا لباس پہنا دیتے ہیں جس طرح ہڈیوں کو گوشت کا سہارا بنایا اور اور یہ تیسرے چالیس دنوں میں سرانجام پاتا ہے۔

﴿ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ﴾ ''پھر پیدا کیا ہم نے اس کو ایک دوسری بناوٹ میں۔'' اس میں روح پھونک دی' پس وہ بے جان جسم سے جان دار میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ﴿ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ بہت بلند' بہت بڑا اور بہت زیادہ بھلائی والا ہے۔ ﴿ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴾ ''وہ سب تخلیق کاروں سے اچھا تخلیق کار ہے'' ﴿ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴾ (السجدة: ٣٢/٧-٩) ''جس نے ہر چیز بہترین طریقے سے پیدا کی اور اس نے انسان کی تخلیق کی ابتدا گارے سے کی پھر اس کی نسل ایک خلاصے یعنی ایک حقیر پانی سے چلائی' پھر اسے نک سک سے درست کیا اور اس کے اندر اپنی طرف سے روح پھونکی اور اس نے تمہارے کان' آنکھیں اور دل بنائے مگر تم بہت کم شکر گزار ہو۔'' انسان کی تمام تخلیق اچھی ہے اور انسان بہترین مخلوق' بلکہ تمام مخلوقات میں علی الاطلاق بہترین ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ﴾ (التین: ٩٥/٤) ''ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے'' اس لئے انسان کے خواص تمام مخلوق میں سب سے افضل اور سب سے کامل ہیں۔

﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ ﴾ یعنی انسان کی تخلیق اور اس میں روح کے پھونکے جانے کے بعد ﴿ لَمَيِّتُوْنَ ﴾ یعنی تم ان مراحل میں سے گزرتے ہوئے ایک مرحلہ میں موت سے ہم کنار ہو گے۔ ﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴾ ''پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔'' پھر تمہیں تمہارے اچھے برے اعمال کی جزا و سزا دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۝ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۝ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴾ (القیمة: ٧٥/٣٦-٤٠) ''کیا انسان سمجھتا ہے کہ اسے یونہی چھوڑ دیا جائے گا' کیا وہ منی کا ایک ٹپکایا ہوا قطرہ نہ تھا پھر وہ لوتھڑا بنا پھر اللہ نے اس کو تخلیق کیا اور نک سک سے درست کیا پھر اس کی دو قسمیں بنائیں یعنی مرد اور عورت۔ کیا اللہ اس بات پر قادر نہیں کہ مردوں کو زندہ کرے؟''

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ⑰ وَاَنْزَلْنَا

اور البتہ تحقیق پیدا کیے ہیں ہم نے تمہارے اوپر سات تہ بہ تہ آسمان اور نہیں ہیں ہم (اپنی) مخلوق سے غافل ○ اور ہم نے نازل کیا

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ⑱

آسمان سے پانی ساتھ اندازے کے پھر ٹھہرایا ہم نے اسے زمین میں اور بے شک ہم اسکے لے جانے پر بھی البتہ قادر ہیں ○

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا

پھر پیدا کیے ہم نے تمہارے لئے اسکے ذریعے سے باغات کھجوروں اور انگوروں کے تمہارے لئے ان میں (لذیذ) میوے ہیں بہت اور کچھ کو ان میں سے

تَاْكُلُوْنَ ۙ⑲ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ⑳

تم کھاتے ہو○ اور (پیدا کیا ہم نے) ایک درخت کو جو نکلتا (اُگتا) ہے طُوْرِ سَيْنَاء سے وہ اگاتا ہے تیل اور سالن کھانے والوں کے لئے ○

وقف لازم

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا ذکر کرنے کے بعد اس کے مسکن اور اس پر ہر لحاظ سے اپنی بے پایاں نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ ﴾ ’’اور بنائے ہم نے تمہارے اوپر‘‘ یعنی شہروں کی چھت کے طور پر اور بندوں کے فائدے کی خاطر ﴿ سَبْعَ طَرَآئِقَ ﴾ ہم نے سات آسمان طبق بر طبق بنائے کہ ہر طبقے کے اوپر دوسرا طبقہ ہے۔ اور ان کو سورج، چاند اور ستاروں کے ذریعے سے سجایا اور ان میں مخلوق کے تمام فوائد ودیعت کیے گئے۔

﴿ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴾ ’’اور ہم مخلوق سے غافل نہیں ہیں۔‘‘ پس جیسے ہماری تخلیق ہر مخلوق کے لئے عام ہے۔ اسی طرح ہمارا علم بھی تمام مخلوق پر محیط ہے، ہم اپنی کسی مخلوق سے غافل ہیں نہ اسے بھولتے ہیں اور نہ کسی مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد اسے ضائع کرتے ہیں، نہ آسمان سے غافل ہوتے ہیں کہ وہ زمین پر گر پڑے اور نہ سمندروں کی موجوں میں تیرتے ہوئے اور صحراؤں میں پڑے ہوئے ایک ذرے کو بھی فراموش کرتے ہیں۔ کوئی ایسا جان دار نہیں جس کو ہم رزق نہ پہنچاتے ہوں۔ ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ﴾ (ھود: ۶/۱۱) ’’زمین میں چلنے والا کوئی ایسا جاندار نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کہاں اس کا ٹھکانہ ہے اور کہاں اسے سونپا جانا ہے۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے بہت کثرت سے اپنی تخلیق اور اپنے علم کو اکٹھا بیان کیا ہے، مثلاً فرمایا: ﴿ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴾ (الملک: ۱۴/۶۷) ’’کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے، حالانکہ وہ پوشیدہ باتوں کو جاننے والا اور ہر چیز سے آگاہ ہے۔‘‘ نیز فرمایا: ﴿ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴾ (یٰس: ۸۱/۳۶) ’’کیوں نہیں! جبکہ وہ پیدا کرنے والا اور علم رکھنے والا ہے۔‘‘ کیونکہ مخلوقات کی تخلیق، ان کے خالق کے علم اور حکمت پر سب سے بڑی عقلی دلیل ہے۔

﴿ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ﴾ ’’اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی‘‘ تاکہ تمہارے لئے اور تمہارے مویشیوں کے لئے بقدر کفایت رزق حاصل ہو۔ پس وہ اسے اتنا کم بھی نہیں کرتا کہ جس سے زمین اور درختوں کی ضرورت پوری نہ ہو اور مقصود حاصل نہ ہو اور نہ اسے اتنا زیادہ کرتا ہے کہ جس سے آبادیاں تلف ہو جائیں اور نباتات اور درخت اس کے ساتھ زندہ نہ رہیں بلکہ جب اس کو نازل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے نازل

کرتا ہے اور جب اس کے زیادہ برسنے سے نقصان کا خدشہ ہوتا ہے تو اسے روک دیتا ہے۔ ﴿فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ﴾ ''پس ہم اس کو زمین میں ٹھہرا دیتے ہیں۔'' یعنی ہم پانی کو زمین پر نازل کرتے ہیں اور وہ وہاں ٹھہر جاتا ہے اور اپنے نازل کرنے والے کی قدرت سے، ہر قسم کی نباتات اگاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے دور زیر زمین پانی کے خزانوں تک لے جا کر ٹھہراتا ہے حتیٰ کہ کنواں کھودنے والا اس کی گہرائیوں تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

﴿وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ﴾ ''اور ہم اس کے لے جانے پر قادر ہیں۔'' اس طرح کہ یا تو ہم اسے نازل ہی نہ کریں یا نازل تو کریں لیکن اسے اتنا گہرا لے جائیں کہ وہاں تک پہنچنا ممکن نہ ہو یا اس سے مقصد حاصل نہ ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو تنبیہ ہے کہ وہ اس کی نعمت کا شکر ادا کریں اور اس کے معدوم ہونے پر اندازہ کریں کہ انہیں کیا نقصان پہنچ سکتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ﴾ (الملك: ٦٧/٣٠) ''کہہ دیجئے کہ کیا تم نے سوچا اگر تمہارا پانی گہرا چلا جائے یعنی خشک ہو جائے تو کون ہے جو تمہارے لئے پانی کا چشمہ بہا لائے۔''

﴿فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ﴾ ''پس ہم پیدا کرتے ہیں تمہارے لیے اس کے ساتھ'' یعنی اس پانی کے ذریعے ﴿جَنّٰتٍ﴾ یعنی باغات ﴿مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ﴾ ''کھجور اور انگور کے۔'' اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر ان دو قسموں کا ذکر کیا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے درخت اور نباتات وغیرہ بھی پانی ہی سے پیدا کی ہیں کیونکہ یہ اپنی فضیلت اور منفعت کی بنا پر دیگر درختوں پر فوقیت رکھتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں عام ذکر فرمایا ﴿لَكُمْ فِيْهَا﴾ ''تمہارے لیے ان (باغات) میں'' ﴿فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ﴾ ''بہت سے میوے ہوتے ہیں، انہی میں سے تم کھاتے ہو'' یعنی زیتون، لیموں، انار اور سیب وغیرہ۔

﴿وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ﴾ ''اور وہ درخت جو طور سیناء (پہاڑ) سے نکلتا ہے۔'' اور اس سے مراد زیتون کا درخت ہے یعنی جنس زیتون۔ خاص طور پر اس کا ذکر اس لئے کیا کیونکہ ارض شام میں اس کا خاص علاقہ ہے، نیز اس کے کچھ فوائد ہیں۔ ان میں سے بعض اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں مذکور ہیں۔ ﴿تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ﴾ ''اگاتا ہے وہ تیل اور سالن ہے کھانے والوں کے لیے۔'' اس میں سے زیتون کا تیل نکلتا ہے جو کہ چکنائی ہے جسے روشنی کرنے اور کھانے کے لئے بکثرت استعمال کیا جاتا ہے یعنی اس کو کھانے کے لئے سالن بنایا جاتا ہے۔ اس میں اس کے علاوہ دیگر فوائد بھی ہیں۔

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ

اور بلاشبہ تمہارے لئے چوپایوں میں البتہ عبرت ہے، ہم پلاتے ہیں تمہیں اس سے جو انکے پیٹوں میں ہے، اور تمہارے لئے ان میں منافع ہیں بہت،

وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٢١﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿٢٢﴾

اور بعض کو ان میں سے تم کھاتے ہو○ اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار کئے جاتے ہو○

﴿ وَاِنَّ لَكُمۡ فِى الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَةً ﴾ یعنی یہ تم پر اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ اس نے تمہارے لئے مویشوں، یعنی اونٹوں، گایوں اور بکریوں کو مسخر کیا۔ اس میں عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے عبرت اور فائدہ اٹھانے والوں کے لئے فوائد ہیں۔ ﴿ نُسۡقِيۡكُمۡ مِّمَّا فِىۡ بُطُوۡنِهَا ﴾ ''پلاتے ہیں ہم تمہیں اس سے جو ان کے پیٹوں میں ہے۔'' یعنی دودھ، جو گوبر اور خون کے درمیان سے نکلتا ہے جو خالص اور پینے والوں کے لئے نہایت خوشگوار ہے ﴿ وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَنَافِعُ كَثِيۡرَةٌ ﴾ یعنی ان کی پشم، اون اور بالوں میں تمہارے لئے بہت سے فائدے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مویشیوں کے چمڑے سے تمہارے لئے خیمے بنائے جنہیں تم اپنے سفر اور پڑاؤ کے دوران (استعمال میں) بہت ہلکا پاتے ہو۔ ﴿ وَّمِنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ ﴾ یعنی تم ان کے گوشت اور چربی سے حاصل شدہ بہترین کھانے کھاتے ہو۔

﴿ وَعَلَيۡهَا وَعَلَى الۡفُلۡكِ تُحۡمَلُوۡنَ ﴾ ''اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار کرائے جاتے ہو۔'' یعنی خشکی پر تم ایک شہر سے دوسرے شہر تک ان جانوروں پر اپنے بوجھ لاد کر لے جاتے ہو جہاں تم سخت مشقت کے بغیر نہیں پہنچ سکتے، اسی طرح سمندر میں تمہارے سفر کے لئے کشتیاں بنائیں جو تمہیں اور تمہارے سامان کو، خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ اٹھائے پھرتی ہیں۔

پس وہ ہستی جس نے یہ تمام نعمتیں عطا کی ہیں، جس نے مختلف انواع کے احسانات کئے ہیں اور جس نے اپنی نوازشوں کی بارش کی، وہی کامل شکر، کامل حمد و ثنا اور عبودیت میں پوری کوشش کی مستحق ہے اور وہ اس چیز کی بھی مستحق ہے کہ اس کی نعمتوں سے اس کی نافرمانی پر مدد نہ لی جائے۔

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰى قَوۡمِهٖ فَقَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ ؕ
اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح کو اسکی قوم کی طرف تو اس نے کہا، اے میری قوم! عبادت کرو تم اللہ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود سوائے اسکے،
اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ الۡمَلَؤُا الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ ۙ
کیا پس نہیں ڈرتے تم؟ ○ پس کہا (ان) سرداروں نے جنہوں نے کفر کیا اسکی قوم میں سے، نہیں ہے یہ مگر بشر تم جیسا ہی،
يُرِيۡدُ اَنۡ يَّتَفَضَّلَ عَلَيۡكُمۡ ؕ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنۡزَلَ مَلٰۤئِكَةً ۖۚ مَّا سَمِعۡنَا بِهٰذَا
وہ چاہتا ہے یہ کہ برتری حاصل کرے تم پر اور اگر چاہتا اللہ تو البتہ نازل کرتا فرشتے نہیں سنی ہم نے یہ (توحید کی بات)
فِىۡۤ اٰبَآئِنَا الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۲۴﴾ۚ اِنۡ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوۡا بِهٖ حَتّٰى حِيۡنٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ
اپنے پہلے باپ دادا میں ○ نہیں ہے یہ مگر ایک آدمی ہی، اسے جنون ہے، پس انتظار کرو تم اسکا ایک وقت تک ○ نوح نے کہا،
رَبِّ انۡصُرۡنِىۡ بِمَا كَذَّبُوۡنِ ﴿۲۶﴾ فَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡهِ اَنِ اصۡنَعِ الۡفُلۡكَ بِاَعۡيُنِنَا
اے میرے رب! تو میری مدد کر بسبب اسکے جو انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے ○ پس وحی کی ہم نے اسکی طرف یہ کہ بنا تو کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے
وَوَحۡيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمۡرُنَا وَفَارَ التَّنُّوۡرُ ۙ فَاسۡلُكۡ فِيۡهَا مِنۡ كُلٍّ زَوۡجَيۡنِ اثۡنَيۡنِ وَاَهۡلَكَ
اور ہماری وحی کے (مطابق) پس جب آجائے ہمارا حکم اور ابل پڑے تنور تو داخل (سوار) کر اس میں ہر قسم سے جوڑا دو (نر اور مادہ) اور اپنے گھر والوں کو،

اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ

سوائے اسکے کہ پہلے گزر چکا اسکی بابت حکم (اللہ کا) ان میں سے اور نہ بات کرنا مجھ سے ان لوگوں (کے بارے) میں جنہوں نے ظلم کیا، بلاشبہ وہ

مُّغْرَقُوْنَ ﴿٢٧﴾ فَاِذَا اسْتَوَیْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَی الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ

(سب) ڈبوئے جائیں گے ○ پس جب پورے طور پر بیٹھ جائے تو اور وہ جو تیرے ساتھ ہیں، کشتی پر تو کہہ تمام تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جس نے

نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿٢٨﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ

نجات دی ہمیں ظالم قوم سے ○ اور کہہ تو، اے میرے رب! تو اتار مجھے اتارنا بابرکت، اور تو سب سے بہتر

الْمُنْزِلِیْنَ ﴿٢٩﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ ﴿٣٠﴾

اتارنے والا ہے ○ بلاشبہ اس (واقعے) میں البتہ نشانیاں ہیں اور بلاشبہ ہم ہیں البتہ آزمانے والے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندے اور رسول نوح علیہ السلام کا ذکر کرتا ہے حضرت نوح علیہ السلام زمین پر پہلے رسول تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا۔ ان کی قوم کی حالت یہ تھی کہ وہ بتوں کی پوجا کرتی تھی۔ انہوں نے اپنی قوم کو حکم دیا کہ وہ اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں' چنانچہ انہوں نے فرمایا: ﴿یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ "اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔" یعنی اس کے لئے عبادت کو خالص کرو کیونکہ اخلاص کے بغیر عبادت قابل قبول نہیں۔ ﴿مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ﴾ "تمہارے لیے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔" اس میں غیر اللہ کی الوہیت کا ابطال اور صرف اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا اثبات ہے وہی خالق اور رازق ہے اور غیر اللہ کے برعکس صرف وہی کامل کمال کا مالک ہے۔

﴿اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ کیا تم استھانوں اور بتوں کی عبادت کرنے پر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے نہیں' جن کو قوم کے صالح لوگوں کی شکل پر گھڑ لیا گیا تھا' اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی بھی عبادت شروع کر دی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو کھلے چھپے' شب و روز' ساڑھے نو سو برس تک دعوت دی مگر ان کی سرکشی اور روگردانی میں اور اضافہ ہو گیا۔ ﴿فَقَالَ الْمَلَؤُا﴾ پس نوح علیہ السلام کی قوم کے اشراف اور سرداروں نے معارضہ اور مخالفت کے طور پر اور ان کی اتباع سے لوگوں کو ڈراتے ہوئے کہا: ﴿مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْكُمْ﴾ یعنی یہ محض تمہارے ہی جیسا آدمی ہے اور اس نے تم پر فضیلت حاصل کرنے کے لئے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تاکہ وہ سردار اور پیشوا بن سکے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس میں کون سی ایسی چیز ہے جس کی بنا پر اسے تم پر فضیلت حاصل ہو حالانکہ وہ تمہاری ہی جنس سے ہے؟

یہ معارضہ رسولوں کی تکذیب کرنے والوں میں ہمیشہ سے موجود رہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی زبان پر اس کا شافی جواب دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ کے اس ارشاد میں ہے ﴿قَالُوْا﴾ یعنی کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا:

﴿اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ (ابرٰھیم: ١٤/ ١٠، ١١) ”تم اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم جیسے ہی انسان ہو‘ تم ہمیں ان معبودوں کی عبادت سے روکنا چاہتے ہو جن کی عبادت ہمارے آباء واجداد کیا کرتے تھے۔ ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لاؤ۔ رسولوں نے ان سے کہا ہم تمہارے ہی جیسے بشر ہیں مگر اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے‘ نوازتا ہے۔“ پس رسولوں نے ان کو آگاہ فرمایا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی عنایت ہے تم اللہ تعالیٰ پر پابندی لگا سکتے ہو نہ اس کے فضل کو ہم تک پہنچنے سے روک سکتے ہو۔

انہوں نے اپنے رسولوں سے یہ بھی کہا: ﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً﴾ ”اور اگر اللہ چاہتا تو وہ فرشتے نازل کر دیتا۔“ یہ بھی ان کا مشیت الٰہی کے ساتھ معارضۂ باطلہ ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو فرشتے نازل کر سکتا ہے مگر وہ نہایت مہربان اور بہت حکمت والا ہے۔ اس کی حکمت اور بے پایاں رحمت تقاضا کرتی ہے کہ رسول انسانوں ہی کی جنس میں سے ہو کیونکہ انسان فرشتوں سے مخاطب ہونے کی قدرت نہیں رکھتے‘ نیز اگر فرشتہ بھیجا جائے تو اس کا انسان ہی کی شکل میں آنا ممکن ہے۔ تب اشتباہ تو ان پر پھر بھی واقع ہو جائے گا جیسا کہ پہلے ہے۔

کفار کا قول تھا ﴿مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا﴾ یعنی رسول کے مبعوث ہونے کے بارے میں ہم نے نہیں سنا ﴿فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ﴾ ”اپنے باپ دادا کے زمانے میں۔“ اور یہ کون سی دلیل ہے کہ انہوں نے اپنے آباء واجداد میں کسی رسول کے مبعوث ہونے کے بارے میں نہیں سنا؟ کیونکہ گزرے واقعات ان کے احاطۂ علم میں نہیں‘ اس لئے وہ اپنی لاعلمی اور جہالت کو دلیل نہ بنائیں۔

اور فرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں کسی کو رسول بنا کر نہیں بھیجا تو اس کی وجہ یا تو یہ ہوگی کہ وہ سب ہدایت پر ہوں گے تب اس صورت میں ان میں رسول بھیجنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں اور اگر وہ ہدایت پر نہ تھے تو انہیں اپنے رب کی حمد و ثنا اور اس کا شکر کرنا چاہیے کہ اس نے ان کو ایسی نعمت سے خصوصی طور پر نوازا ہے جو ان کے آباء واجداد کو عطا نہیں ہوئی اور نہ ان کو اس نعمت کا شعور تھا۔ دوسروں پر عدم احسان کو سبب بنا کر خود پر اللہ تعالیٰ کے احسان کی ناشکری نہ کریں۔

کفار نے کہا: ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ﴾ یعنی یہ تو مجنون ہے ﴿فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ﴾ یعنی اس کے بارے میں انتظار کرو ﴿حَتّٰى حِيْنٍ﴾ یہاں تک کہ اس کو موت آ جائے۔ یہ شبہات جو انہوں نے وارد کئے تھے درحقیقت یہ اپنے نبی سے ان کا معارضہ تھا جو ان کے کفر اور عناد کی شدت پر دلالت کرتا ہے نیز یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ انتہائی جہالت اور ضلالت میں مبتلا تھے۔ یہ شبہات کسی بھی لحاظ سے معارضے کی صلاحیت نہیں رکھتے جیسا کہ ہم گزشتہ سطور میں ذکر کر چکے ہیں بلکہ یہ شبہات فی نفسہ متناقض اور متعارض ہیں۔

پس ان کا یہ کہنا ﴿مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ﴾ ثابت کرتا ہے کہ انہیں اس حقیقت کا اعتراف تھا کہ ان کا نبی عقل مند ہے جو ان کے خلاف چال چلتے ہوئے ان پر غلبہ حاصل کر کے ان پر سرداری کرے گا اور ایسی صورت حال میں ضرورت اس امر کی ہے کہ اس سے بچا جائے تا کہ اس سے دھوکہ نہ کھایا جا سکے۔ ان کا یہ مذکورہ قول ان کے اس دعوے کے ساتھ کیسے مناسبت رکھتا ہے ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ﴾ کیا یہ گمراہ شخص کا شبہ نہیں، جو اسی کے خلاف جاتا ہے؟ اس شخص کا مقصد دراصل یہ ہوتا ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو ان کی دعوت کو روکا جائے اور اسے علم نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو رسوا کر کے رہتا ہے جو اس کے رسولوں سے عداوت رکھتا ہے۔

جب نوح علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کی دعوت سوائے ان کے فرار کے انہیں کوئی فائدہ نہیں دے رہی تو ﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ﴾ ''انہوں نے عرض کیا: اے میرے رب! ان لوگوں نے جو مجھے جھٹلایا ہے اس پر تو ہی میری مدد فرما۔'' حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے ناراض ہو کر ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے نصرت کی درخواست کی تھی کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو ضائع کیا اور اس کے رسولوں کی تکذیب کی۔ حضرت نوح نے کہا: ﴿رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا﴾ (نوح: ۷۱/۲۶، ۲۷) ''اے میرے رب! تو کافروں میں کسی کو زمین پر بسا نہ رہنے دے۔ تو اگر ان کو چھوڑ دے گا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور وہ جس اولاد کو جنم دیں گے وہ بھی فاجر اور کافر ہی ہو گی۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ﴾ (الصّٰفّٰت: ۳۷/۷۵) ''نوح نے ہم کو پکارا، پس ہم بہت اچھی طرح جواب دینے والے ہیں۔''

﴿فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ﴾ ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرما کر، اس کی طرف وقوع عذاب سے قبل، ایک سبب اور وسیلہ نجات کے متعلق وحی کی۔ ﴿اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ﴾ ''یہ کہ کشتی تیار کر'' ﴿بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا﴾ یعنی ہمارے حکم کے مطابق اور ہماری مدد سے، تو ہماری حفاظت اور نگرانی میں ہے ہم تجھ کو دیکھتے اور سنتے ہیں۔ ﴿فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا﴾ ''پس جب ہمارا حکم آ جائے۔'' جس کے ذریعے سے ان کو عذاب دیا گیا تھا۔ ﴿وَفَارَ التَّنُّوْرُ﴾ یعنی زمین سے پانی پھوٹ پڑے، چشمے بہہ نکلیں حتیٰ کہ آگ جلانے والی جگہوں سے بھی پانی نکلنے لگے جہاں سے عادت کے مطابق پانی کا نکلنا بہت بعید ہوتا ہے۔

﴿فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ﴾ تو تمام حیوانات میں سے ہر جنس سے ایک نر اور مادہ، کشتی میں داخل کر لے تا کہ تمام حیوانات کی نسل باقی رہے جن کے وجود کو زمین میں باقی رکھنے کا حکمت ربانی تقاضا کرتی ہے۔ ﴿وَاَهْلَكَ﴾ یعنی اپنے گھر والوں کو بھی کشتی میں بٹھا لے۔ ﴿اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ﴾ ''سوائے اس

کے جس کی بابت (ہمارا) قول گزر چکا۔'' جیسے حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا۔ ﴿ وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ﴾ یعنی مجھ سے یہ درخواست نہ کرنا کہ میں ان کو نجات دوں' کیونکہ قضاء وقدر کے مطابق حتمی فیصلہ ہو چکا ہے کہ انہیں غرق ہونا ہے۔ ﴿ فَاِذَا اسْتَوَیْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَکَ عَلَی الْفُلْکِ ﴾ یعنی جب تم لوگ کشتی پر سوار ہو جاؤ اور کشتی سرکش موجوں پر تیرنے لگے تو نجات اور سلامتی پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرو ﴿ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴾ ''اور کہو! تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں ظالموں سے نجات دی۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے لئے تعلیم تھی کہ وہ ظالم کے اعمال اور عذاب سے نجات پر اللہ تعالیٰ کے شکر اور اس کی ستائش کے طور پر یہ کلمات کہیں۔

﴿ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَکًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ﴾ یعنی تمہیں ایک نعمت ابھی عطا ہونا باقی ہے' اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو کہ وہ تمہیں بابرکت منزل میسر کرے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا سن لی اور فرمایا: ﴿ وَقُضِیَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِیِّ وَقِیْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴾ (ھود: ٤٤/١١) ''اور فیصلہ چکا دیا گیا اور کشتی جودی پہاڑ پر جا ٹھہری اور کہہ دیا گیا لعنت ہے ظالموں پر۔'' اور فرمایا: ﴿ قِیْلَ یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَکٰتٍ عَلَیْکَ وَعَلٰٓی اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَکَ ﴾ (ھود: ٤٨/١١) ''کہا گیا اے نوح! اتر جا سلامتی کے ساتھ ہماری طرف سے اور برکتیں ہوں تجھ پر اور ان گروہوں پر جو تیرے ساتھ ہیں۔''

﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ ﴾ بلاشبہ اس قصہ میں ﴿ لَاٰیٰتٍ ﴾ ''نشانیاں ہیں۔'' جو دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا معبود ہے اور اس کے رسول نوح علیہ السلام سچے ہیں اور ان کی قوم جھوٹی ہے' نیز دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے بندوں پر سایہ کناں ہے کہ اس نے انہیں ان کے باپ حضرت نوح علیہ السلام کی صلب میں' کشتی پر سوار کر کے محفوظ کیا جبکہ روئے زمین پر بسنے والے تمام لوگ ڈوب گئے اور کشتی بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ تَّرَکْنٰهَآ اٰیَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ ﴾ (القمر: ١٥/٥٤) ''ہم نے اس کشتی کو نشانی کے طور پر چھوڑ دیا۔ تو ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا؟'' اسی لئے اس کو یہاں جمع کیا ہے کیونکہ یہ متعدد آیات ومطالب پر دلالت کرتی ہے۔ ﴿ وَاِنْ کُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ ﴾ ''اور ہم آزمائش کر کے ہی رہتے ہیں۔''

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ﴿٣١﴾ فَاَرْسَلْنَا فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ

پھر پیدا کی ہم نے انکے بعد ایک امت دوسری ○ پس بھیجا ہم نے ان میں ایک رسول انہی میں سے یہ کہ تم عبادت کرو اللہ کی،

مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٣٢﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ع ١٠

نہیں ہے تمہارے لئے کوئی (اور) معبود سوائے اسکے کیا پس نہیں ڈرتے تم ؟○ اور کہا (ان) وڈیروں نے اسکی قوم میں سے جنہوں نے کفر کیا

وَکَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ ۙ

اور جھٹلایا ملاقات کو آخرت کی، اور خوشحالی دی تھی ہم نے انہیں زندگانی دنیا میں نہیں ہے' یہ (رسول) مگر ایک بشر تم جیسا ہی'

يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ (۳۳) وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ
وہ کھاتا ہے اس (چیز) میں سے کہ کھاتے ہو تم اس میں سے، اور وہ پیتا ہے اس میں سے (جس سے) پیتے ہو تم ○ اور البتہ اگر اطاعت کی تم نے

بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ (۳۴) اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا
ایک بشر اپنے جیسے کی تو بلاشبہ تم اس وقت البتہ خسارہ پانے والے ہوگے ○ کیا وہ وعدہ دیتا ہے تمھیں کہ بیشک تم جب مر جاؤ گے اور ہو جاؤ گے تم مٹی

وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ (۳۵) هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ (۳۶) اِنْ هِيَ اِلَّا
اور ہڈیاں تو بلاشبہ تم (زندہ کر کے) نکالے جاؤ گے ○ دور ہے (عقل و خرد سے بہت) دور ہے جو تم وعدہ دیے جاتے ہو ○ نہیں ہے یہ (زندگی) مگر

حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ (۳۷) اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ افْتَرٰى
زندگی ہماری دنیا ہی کی، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور نہیں ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے ○ نہیں ہے وہ (رسول) مگر ایسا آدمی کہ باندھا ہے اس نے

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ (۳۸) قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ (۳۹)
اللہ پر جھوٹ، اور نہیں ہم اس پر ایمان لانے والے ○ اس نے کہا، اے رب! تو میری مدد فرما بدلے اسکے کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے ○

قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ (۴۰) فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ
اللہ نے کہا، تھوڑے سے عرصے میں البتہ وہ ہو جائیں گے پچھتانے والے ○ پس پکڑا انکو چیخ نے ساتھ حق کے پس کر دیا ہم نے انہیں

غُثَآءً فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (۴۱)
(سیلابی) خس و خاشاک پس لعنت ہے واسطے ظالم قوم کے ○

نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر کرنے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کیسے ہلاک کیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴾ ”پھر ان کے بعد ہم نے ایک دوسری امت پیدا کی۔“ بظاہر اس سے مراد ثمود، یعنی صالح علیہ السلام کی قوم ہے کیونکہ یہ قصہ ان کے قصہ سے مشابہت رکھتا ہے۔ ﴿ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ﴾ ”پس ان کے اندر انہی میں سے (یعنی انہی کی جنس سے) ایک رسول مبعوث کیا“ جس کے حسب و نسب اور صداقت کے بارے میں انہیں پورا علم تھا...... تاکہ وہ اطاعت کرنے میں جلدی کریں اور رسول ان کی کراہت اور نفرت سے بہت دور ہو۔ اس رسول نے بھی ان کو اسی چیز کی طرف دعوت دی جس کی طرف اس سے پہلے رسول اپنی قوموں کو دعوت دیتے چلے آرہے تھے ﴿ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ﴾ ”کہ اللہ کی عبادت کرو تمہارے لیے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔“ پس تمام انبیاء و مرسلین اس دعوت پر متفق تھے۔ یہ اولین دعوت تھی جس کی طرف تمام رسولوں نے اپنی قوموں کو بلایا، یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دینا، اس حقیقت سے آگاہ کرنا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی عبادت کا مستحق ہے، غیر اللہ کی عبادت سے روکنا اور غیر اللہ کی عبادت کے بطلان اور فساد سے آگاہ کرنا۔

بنا بریں فرمایا: ﴿ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾ ”کیا تم (اپنے رب سے) ڈرتے نہیں؟“ کہ تم خود ساختہ معبودوں اور بتوں سے اجتناب کرو۔ ﴿ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ یعنی ان کے رؤساء نے جن میں کفر وعناد' زندگی بعد موت اور جزا و سزا کا انکار جمع تھے اور ان کو دنیاوی زندگی کی خوش حالی نے سرکش بنا دیا تھا' اپنے نبی کے ساتھ معارضہ کرتے' اس کو جھٹلاتے اور لوگوں کو اس سے ڈراتے ہوئے کہا: ﴿ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ﴾ ”نہیں ہے یہ مگر انسان تم جیسا ہی۔“ یعنی تمہاری جنس میں سے ﴿ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴾ ”وہی کچھ کھاتا پیتا ہے جو تم کھاتے پیتے ہو۔“ پس اسے کس چیز میں تم پر فضیلت حاصل ہے؟ وہ فرشتہ کیوں نہیں کہ وہ کھانا کھاتا نہ پانی پیتا۔

﴿ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴾ یعنی اگر تم نے اپنے جیسے انسان کی اتباع کی اور اس کو اپنا سردار بنا لیا' تو تمہاری عقل ماری گئی اور تم اپنے اس فعل پر ندامت اٹھاؤ گے...... یہ بڑی ہی عجیب بات ہے' کیونکہ حقیقی ندامت تو اس شخص کے لئے ہے جو رسول کی اتباع اور اطاعت نہیں کرتا۔ یہ اس شخص کی سب سے بڑی جہالت اور سفاہت ہے جو تکبر کے باعث ایسے انسان کی اطاعت نہ کرے' جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی سے مختص کر کے اپنی رسالت کے ذریعے سے فضیلت بخشی' اور شجر و حجر کی عبادت میں مبتلا ہو جائے۔

اس کی نظیر کفار کا یہ قول ہے ﴿ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِىْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ○ ءَاُلْقِىَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴾ (القمر: ٥٤/ ٢٤-٢٥) ”بھلا ہم ایک آدمی کی پیروی کریں جو ہم ہی میں سے ہے' تب تو ہم سخت گمراہی اور دیوانگی میں پڑ گئے۔ کیا ہم سب میں سے صرف اسی پر وحی نازل کی گئی' نہیں! بلکہ وہ تو سخت جھوٹا اور متکبر ہے۔“

چونکہ انہوں نے رسول کی رسالت کا انکار کر کے اسے رد کر دیا تھا' اس لئے انہوں نے زندگی بعد موت اور اعمال کی جزا و سزا کا بھی انکار کر دیا' چنانچہ انہوں نے کہا: ﴿ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ○ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴾ یعنی تمہارے ریزہ ریزہ ہو کر' مٹی اور ہڈیاں بن کر بکھر جانے کے بعد' تمہارے دوبارہ زندہ کئے جانے کا جو وعدہ یہ رسول تمہارے ساتھ کرتا ہے وہ بہت بعید ہے۔ پس انہوں نے انتہائی کوتاہ بینی کا ثبوت دیا اور انہوں نے اپنی طاقت اور قدرت کے مطابق اسے ناممکن سمجھا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو اپنی قدرت پر قیاس کیا' حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے بلند تر ہے۔ پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہونے کا انکار کیا' انہوں نے اللہ تعالیٰ کو عاجز اور بے بس ٹھہرایا اور خود اپنی پہلی پیدائش کو بھول گئے حالانکہ وہ ہستی جو ان کو عدم سے وجود میں لائی ہے' اس کے لئے ان کے مرنے اور بوسیدہ ہو جانے کے بعد' دوبارہ پیدا کرنا آسان تر ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے لئے دونوں بار پیدا کرنا نہایت آسان ہے۔ پس وہ اپنی پہلی تخلیق کا اور محسوس چیزوں کا انکار کیوں نہیں کرتے' نیز وہ کیوں نہیں کہتے کہ ہم ہمیشہ سے موجود ہیں تاکہ ان کے لئے انکار قیامت

آسان ہوتا اور ان کے پاس خالق عظیم کے وجود کے اثبات کے خلاف حجت ہوتی۔ یہاں ایک اور دلیل بھی ہے...... وہ ہستی جو زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ کرتی ہے وہی ہستی مردوں کو دوبارہ زندگی عطا کرے گی بلاشبہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور دلیل بھی ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے زندگی بعد الموت کے منکرین کو جواب دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ○ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ﴾ (ق: ٥٠/٢۔٣) ”ان لوگوں کو تعجب ہوا کہ ان کے پاس، انہی میں سے ایک ڈرانے والا آیا، تو کافروں نے کہا۔ یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہے کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے۔ (تو پھر زندہ ہوں گے؟) یہ زندگی تو بہت ہی بعید بات ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ﴾ (ق: ٥٠/٤) ”ان کے اجساد کو زمین کھا کھا کر کم کرتی جاتی ہے ہمیں اس کا علم ہے اور ہمارے پاس محفوظ رکھنے والی ایک کتاب موجود ہے۔“

﴿اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا﴾ ”بس یہ دنیا کی زندگی ہے ہم مرتے اور جیتے رہتے ہیں۔“ یعنی کچھ لوگ مر جاتے ہیں اور کچھ لوگ زندہ رہتے ہیں ﴿وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ﴾ ”اور ہمارے مرنے کے بعد ہمیں دوبارہ زندہ کر کے نہیں اٹھایا جائے گا۔“

پس جب ان کا کفر بہت بڑھ گیا اور انذار نے ان کو کوئی فائدہ نہ دیا۔ تو ان کے نبی نے ان کے لیے بددعا کی، اس نے کہا: ﴿رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ﴾ ”اے میرے رب! میری مدد فرما بسبب اس کے جو انہوں نے مجھے جھٹلایا۔“ ان کو ہلاک کر کے اور آخرت سے پہلے دنیا میں ان کو رسوا کر کے ﴿قَالَ﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی دعا قبول کرتے ہوئے فرمایا: ﴿عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ○ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ﴾ ”بہت ہی جلد یہ اپنے کیے پر پچھتانے لگیں گے، پس ان کو چیخ نے پکڑ لیا حق (عدل) کے ساتھ۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو ظلم و جور سے نہیں پکڑا بلکہ اس کی پکڑ ان کے ظلم اور اس کے عدل کی وجہ سے ہوئی، چنانچہ ایک زبردست چنگھاڑ نے ان کو آ لیا ﴿فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً﴾ یعنی ہم نے ان کو خشک بھوسہ بنا کر رکھ دیا ایسے لگتا تھا جیسے کوڑے کرکٹ کو سیلاب نے وادی کے کناروں پر پھینک دیا ہو، ایک اور آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ﴾ (القمر: ٥٤/٣١) ”ہم نے ان پر عذاب کے لئے ایک زبردست چیخ بھیجی اور وہ ایسے ہو گئے جیسے ٹوٹی ہوئی باڑ“ اور فرمایا: ﴿فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ”پس دوری ہے ظالم لوگوں کے لیے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب کے ساتھ، اس کی رحمت سے محرومی، اس کی لعنت اور جہانوں کی مذمت بھی ان کے حصے میں آئی۔ ﴿فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ﴾ (الدخان: ٤٤/٢٩) ”پس

ان پر آسمان رویا نہ زمین اور نہ ان کو مہلت دی گئی۔''

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ (٤٢) مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا

پھر پیدا کیں ہم نے ان کے بعد امتیں دوسری ○ نہیں آگے نکل سکتی کوئی امت اپنے وقت مقرر سے

وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ (٤٣) ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ

اور نہ وہ لوگ پیچھے ہی رہ سکتے ہیں ○ پھر بھیجے ہم نے رسول اپنے پے در پے جب بھی آیا کسی امت کے پاس اسکا رسول تو انہوں نے جھٹلایا اسے،

فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ (٤٤)

پس پیچھے لگایا ہم نے انکے بعض کو بعض کے اور بنادیا ہم نے انہیں قصے کہانیاں پس (رحمت سے) دوری ہے ان لوگوں کے لئے جو نہیں ایمان لاتے ○

یعنی ان جھٹلانے والے معاندین حق کے بعد ہم نے دوسری قومیں پیدا کیں، ہر قوم وقت مقرر اور مدت معین کے لئے برپا کی گئی، اس سے ایک لمحہ کے لئے آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔ پھر ان میں پے در پے رسول بھیجے، شاید کہ وہ ایمان لے آئیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ مگر کفر اور تکذیب نافرمان، کافر اور باغی قوموں کا وتیرہ بنا رہا۔ کسی قوم کے پاس جب بھی ان کا رسول آتا، وہ اس کو جھٹلاتے رہے، حالانکہ وہ ان کے پاس ایسی ایسی نشانیاں لے کر آتا جو انسان کے بس سے باہر تھیں بلکہ ان رسولوں کی مجرد دعوت اور شریعت ہی اس چیز کی حقانیت پر دلالت کرتی تھی جو وہ لے کر آتے رہے۔

﴿فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا﴾ ''پس پیچھے لگایا ہم نے بعض کو بعض کے۔'' ہلاک کرنے میں، یعنی یکے بعد دیگرے سب کو ہلاک کر دیا۔ پس ان میں سے کوئی قوم باقی نہ رہی اور ان کے بعد ان کے گھر اجڑ گئے ﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ﴾ ''اور ہم نے ان کو قصے کہانیاں بنا کر رکھ دیا'' جن کو بیان کیا جاتا، جو اہل تقویٰ کے لئے عبرت، مکذبین کے لئے عقوبت اور خود ان کے لئے عذاب اور رسوائی ہے۔ ﴿فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''پس دوری ہے اس قوم کے لیے جو ایمان نہیں لاتی۔'' کتنے بد بخت ہیں وہ اور ان کی تجارت کس قدر خسارے کی تجارت ہے۔

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ (٤٥) اِلٰى فِرْعَوْنَ

پھر بھیجا ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو ساتھ اپنی نشانیوں اور دلیل واضح کے ○ طرف فرعون

وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ (٤٦) فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا

اور اسکے درباریوں کی، پس انہوں نے تکبر کیا، اور تھے وہ لوگ سرکش ○ پس انہوں نے کہا، کیا ہم ایمان لائیں ایسے دو آدمیوں پر جو ہم جیسے ہیں؟

وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ (٤٧) فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ (٤٨) وَلَقَدْ

جبکہ ان دونوں کی قوم ہماری غلام ہے ○ سو انہوں نے جھٹلایا ان دونوں کو پس ہو گئے وہ ہلاک شدہ لوگوں میں سے ○ اور البتہ تحقیق

اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ (٤٩)

دی ہم نے موسیٰ کو کتاب تاکہ وہ (لوگ) ہدایت پا جائیں ○

بہت عرصے کی بات ہے، کسی اہل علم کا قول میری نظر سے گزرا ہے، جن کا نام اس وقت مجھے یاد نہیں...... کہ موسیٰ علیہ السلام کی بعثت اور تورات کے نزول کے بعد اللہ تعالیٰ نے قوموں پر سے عذاب کو اٹھا لیا، یعنی وہ عذاب جو ان کا جڑ سے خاتمہ کر دیتا تھا اور اس کی جگہ اللہ تعالیٰ نے مکذبین و معاندین حق کے خلاف جہاد مشروع کیا۔ معلوم نہیں انہوں نے یہ رائے کہاں سے اخذ کی ہے لیکن جب میں نے ان آیات کو سورۃ القصص کی آیات کے ساتھ ملا کر غور کیا تو میرے سامنے اس کا سبب واضح ہو گیا کہ ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے پے در پے ہلاک ہونے والی قوموں کا ذکر فرمایا پھر آگاہ فرمایا کہ اس نے ان قوموں کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا ان پر تورات نازل فرمائی جس میں لوگوں کے لئے راہنمائی تھی اور فرعون کی ہلاکت سے اس نقطہ نظر کی تردید نہیں ہوتی کیونکہ فرعون نزول تورات سے پہلے ہلاک ہو گیا تھا۔ رہی سورۃ القصص کی آیات، تو وہ نہایت واضح ہیں کیونکہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کی ہلاکت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآىِٕرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ (القصص: ٢٨/ ٤٣) ”پچھلی قوموں کو ہلاک کر دینے کے بعد ہم نے موسیٰ کو کتاب سے نوازا، لوگوں کے لئے بصیرت، ہدایت اور رحمت بنا کر تاکہ شاید وہ نصیحت پکڑیں۔“ اس آیت کریمہ میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان باغی اور سرکش قوموں کی ہلاکت کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمائی اور آگاہ فرمایا کہ یہ کتاب لوگوں کے لئے بصیرت، ہدایت اور رحمت کے طور پر نازل کی گئی ہے۔

شاید وہ آیات بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے سورۂ یونس میں ذکر فرمایا ہے: ﴿ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ○ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ﴾ (یونس: ١٠/ ٧٤، ٧٥) ”پھر نوح کے بعد ہم نے دیگر رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا وہ ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے مگر جس کو انہوں نے پہلے جھٹلا دیا تھا وہ اب بھی اس پر ایمان نہ لائے ہم اسی طرح حد سے گزر جانے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں، پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو مبعوث کیا......“ واللہ اعلم۔

﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى﴾ ”پھر ہم نے موسیٰ (بن عمران، کلیم اللہ) کو بھیجا“ ﴿وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ﴾ ”اور (ان کے ساتھ) ان کے بھائی ہارون کو“ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ حضرت ہارون کو نبوت کے معاملے میں ان کے ساتھ شریک کیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمالی۔ ﴿بِاٰيٰتِنَا﴾ ”اپنی نشانیوں کے ساتھ۔“ جو ان کی صداقت اور ان کی دعوت کی صحت پر دلالت کرتی تھیں۔ ﴿وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ ”اور واضح برہان کے ساتھ۔“ ان دلائل میں ایسی قوت تھی کہ وہ دلوں پر غالب آجاتے اور اپنی قوت کی بنا پر دلوں میں گھر کر لیتے اور اہل ایمان

کے دل ان کو مان لیتے اور معاندین حق کے خلاف حجت قائم ہو جاتی۔

اور یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مانند ہے۔ ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ﴾ (بنی اسرآءیل: ۱۰۱/۱۷) ”اور بلا شبہ ہم نے موسیٰ کو نو کھلی نشانیاں عطا کیں۔“ اس لئے معاندین حق کے سردار فرعون نے ان کو پہچان لیا لیکن عناد کا راستہ اختیار کیا۔ ﴿فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ﴾ ”آپ بنی اسرائیل سے پوچھ لیجئے! جب موسیٰ یہ نشانیاں لے کر ان کے پاس آئے“ ﴿فَقَالَ﴾ تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا ﴿اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا﴾ (بنی اسرآءیل: ۱۰۱/۱۷) ”اے موسیٰ! میں تو تجھے سحر زدہ خیال کرتا ہوں“۔ ﴿قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا﴾ (بنی اسرآءیل: ۱۰۲/۱۷) ”موسیٰ نے کہا: تو جانتا ہے کہ یہ بصیرت افروز نشانیاں اللہ کے سوا کسی نے نازل نہیں کیں۔ اے فرعون! میں سمجھتا ہوں کہ تو ضرور ہلاک ہونے والا ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ﴾ (النمل: ۱٤/۲۷) ”انہوں نے محض ظلم اور تکبر کی بنا پر ان نشانیوں کو جھٹلایا حالانکہ ان کے دلوں نے ان کو مان لیا تھا۔“

یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ﴾ ”پھر ہم نے بھیجا موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیوں اور واضح برہان کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف۔“ مثلاً ہامان اور دیگر سرداران قوم۔ ﴿ فَاسْتَكْبَرُوْا ﴾ پس تکبر کی بنا پر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائے اور اس کے انبیاء کے ساتھ تکبر سے پیش آئے۔ ﴿ وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴾ ”اور تھے وہ سرکش لوگ۔“ یعنی ان کا وصف غلبہ قہر اور فساد فی الارض تھا اس لئے ان سے تکبر صادر ہوا اور اسے وہ کوئی بری بات نہیں سمجھتے تھے۔

﴿ فَقَالُوْٓا ﴾ انہوں نے تکبر اور غرور سے ضعیف العقل لوگوں کو ڈراتے اور فریب کاری کرتے ہوئے کہا: ﴿ اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا ﴾ ”کیا ہم اپنے جیسے دو انسانوں پر ایمان لے آئیں؟“ جیسا کہ ان سے پہلے لوگ بھی ایسے ہی کہا کرتے تھے چونکہ کفر میں ان کے دل ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے تھے اس لئے ان کے اقوال و افعال بھی ایک دوسرے کے مشابہ تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے رسالت کے ذریعے سے ان پر جو عنایت کی انہوں نے اسے جھٹلا دیا ﴿ وَقَوْمُهُمَا ﴾ ”اور ان دونوں کی قوم“ یعنی بنی اسرائیل ﴿ لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴾ ”ہماری غلام ہے۔“ یعنی وہ پر مشقت کام سرانجام دینے کے لئے ہمارے مطیع ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴾ (البقرہ: ٤۹/۲) ”یاد کرو وہ وقت جب ہم نے تمہیں آل فرعون سے نجات دی وہ تمہیں بہت عذاب دیتے تھے۔ تمہارے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے۔ اس میں تمہارے رب کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی۔“ پس ہم ان کے متبوع (پیشوا) ہوتے ہوئے ان کے تابع کیسے بن سکتے

ہیں؟ اور یہ ہم پر سردار کیسے ہو سکتے ہیں؟

ان کے قول کی نظیر نوح علیہ السلام کی قوم کا یہ قول ہے ﴿ اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴾ (الشعراء: ۱۱۱/۲۶) ”کیا ہم تجھے مان لیں حالانکہ تیری پیروی تو رذیل لوگوں نے کی ہے۔“ ﴿ وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ﴾ (ھود: ۲۷/۱۱) ”ہم دیکھ رہے ہیں کہ صرف انہی لوگوں نے تیری پیروی کی ہے جو ہماری قوم میں رذیل اور چھچھورے تصور کیے جاتے ہیں۔“ اور یہ بات واضح ہے کہ حق کو رد کرنے کے لئے یہ بات درست نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ یہ تکذیب اور عناد ہے' اس لئے فرمایا ﴿ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴾ ”پس انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا اور وہ بھی ہلاک شدہ لوگوں میں ہو گئے۔“ یعنی بنی اسرائیل کے آنکھوں دیکھتے سمندر میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔

﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ ﴾ ”اور دی ہم نے موسیٰ کو کتاب۔“ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو ہلاک کر کے اسرائیلی قوم کو موسیٰ علیہ السلام کی معیت میں نجات بخشی تب موسیٰ علیہ السلام کو قوت اور طاقت حاصل ہوئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم اور اس کے شعائر کو غالب کریں تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا کہ وہ آپ پر چالیس دن میں تورات نازل کرے گا۔ موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کے مقرر کردہ وقت پر پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ﴾ (الاعراف: ۱۴۵/۷) ”اور ہم نے ہر چیز کے متعلق نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل اس کے لئے تختیوں پر لکھ دی“ بنا بریں یہاں فرمایا: ﴿ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴾ ”تا کہ وہ ہدایت پائیں۔“ یعنی امر و نہی اور ثواب و عقاب کی تفاصیل کی معرفت حاصل کر کے شاید راہ راست پر گامزن ہو جائیں اور اپنے رب کے اسماء و صفات کی بھی معرفت حاصل کریں۔

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ

اور بنایا ہم نے (عیسیٰ) ابن مریم اور اسکی ماں کو ایک (عظیم) نشانی اور پناہ دی ہم نے ان دونوں کو طرف ایک بلند جگہ کی

ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿۵۰﴾ ع ۱۸ ۳

(جو) سکون و آرام اور جاری چشمہ والی (تھی) ○

﴿ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً ﴾ یعنی ہم نے عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) پر احسان کیا' ان کو اور ان کی والدہ کو انتہائی تعجب انگیز نشان بنا دیا کیونکہ حضرت مریم علیہا السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے اپنے پیٹ میں رکھا اور پھر آپ کو جنم دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گہوارے میں کلام کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر بڑے بڑے معجزات دکھائے۔ ﴿ وَّاٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ﴾ یعنی ہم نے ان دونوں کو ایک بلند مقام پر پناہ دی اور یہ اس وقت کی بات ہے...... واللہ اعلم...... جب حضرت جناب مریم علیہا السلام نے عیسیٰ علیہ السلام کو جنم دیا۔ ﴿ ذَاتِ قَرَارٍ ﴾ یعنی

آرام دہ ٹھکانا ﴿وَّمَعِيْنٍ﴾ یعنی جاری چشمے کا پانی اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ ﴿قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ﴾ ''کر دی ہے تیرے رب نے تیرے نیچے'' یعنی اس جگہ سے بہت نیچے جہاں حضرت مریم علیہا السلام نے پناہ لی تھی اور یہ اس لئے کہا گیا کیونکہ آپ بلند جگہ پر تھیں۔ ﴿سَرِيًّا﴾ یعنی ندی اور وہ چشمے کا بہتا ہوا پانی ہے۔

﴿وَهُزِّىْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ○ فَكُلِىْ وَاشْرَبِىْ وَقَرِّىْ عَيْنًا﴾ (مریم: ١٩/ ٢٤، ٢٦)

''تو کھجور کے تنے کو ہلا تجھ پر تازہ کھجوریں گریں گی۔ کھا، پی اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کر''

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۭ (٥١)

اے رسولو! کھاؤ تم پاکیزہ چیزوں میں سے، اور عمل کرو نیک، بے شک میں ساتھ اسکے جو تم عمل کرتے ہو خوب جاننے والا ہوں ○

وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ (٥٢) فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ

اور بلاشبہ یہ تمہاری امت ہے امت ایک ہی اور میں تمہارا رب ہوں، پس ڈرو تم مجھ ہی سے ○ پس جدا جدا کر لیا انہوں نے اپنے معاملے (دین) کو آپس میں

زُبُرًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ (٥٣) فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ (٥٤)

ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہر ایک گروہ ساتھ اسکے جو انکے پاس ہے خوش ہے ○ پس آپ چھوڑ دیجئے انکو انکی غفلت میں ایک وقت تک ○

اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۙ (٥٥) نُسَارِعُ لَهُمْ

کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ بے شک وہ جو ہم بڑھا رہے ہیں انہیں ساتھ اسکے مال اور اولاد سے ○ ہم جلدی کر رہے ہیں ان کیلئے

فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ (٥٦)

بھلائیوں میں؟ (نہیں، نہیں) بلکہ نہیں شعور رکھتے وہ ○

﴿يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾ ''اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، بے شک میں تمہارے عملوں کو خوب جانتا ہوں۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے انبیاء و رسل کو حکم ہے کہ وہ پاک اور حلال رزق کھائیں اور اعمال صالحہ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں یہ اعمال صالحہ قلب و بدن اور دنیا و آخرت کی اصلاح کرتے ہیں، نیز اللہ تعالیٰ نے ان کو خبردار کیا ہے کہ وہ ان کے اعمال سے آگاہ ہے ان کا ہر عمل اور ان کی ہر کوشش اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ان اعمال کی کامل ترین اور افضل ترین جزا دے گا۔ پس یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین کھانے پینے کی تمام پاک چیزوں کی اباحت اور ناپاک چیزوں کی تحریم پر متفق ہیں نیز وہ تمام اعمال صالحہ پر بھی متفق ہیں۔ اگرچہ بعض ماموروات کی جنس میں تنوع اور بعض شرائع میں اختلاف ہے تاہم ہر شریعت اعمال صالحہ پر مشتمل ہے۔ البتہ زمانے کے تفاوت کی بنا پر متفاوت ہیں، اس لئے وہ تمام اعمال صالحہ جو ہر زمانے میں صلاح کے حامل تھے ان پر تمام انبیاء اور شریعتیں متفق ہیں مثلاً توحید الٰہی، دین میں اخلاص، محبت الٰہی، خوف الٰہی، اللہ پر امید، نیکی، صدق، ایفائے عہد، صلہ

رحمی، والدین کے ساتھ حسن سلوک، کمزوروں، مسکینوں اور یتیموں کی دستگیری اور تمام مخلوق کے ساتھ مہربانی کا رویہ جیسے احکام۔

اس لئے تمام اہل علم، کتب سابقہ اور عقل سلیم کے مالک محمد مصطفی ﷺ کی نبوت پر، آپ کے مامورات اور منہیات کی جنس کے ذریعے سے استدلال کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہرقل نے استدلال کیا تھا کیونکہ اگر آپ ﷺ ان امور کا حکم دیتے ہیں جن کا حکم آپ سے پہلے گزرے ہوئے انبیائے کرام دیتے رہے ہیں اور آپ ﷺ ان چیزوں سے روکتے ہیں جن سے گزشتہ انبیائے کرام روکتے رہے ہیں تو یہ چیز اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بھی انبیائے کرام کی جنس سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کے برعکس ایک کذاب برائی کا حکم دے گا اور بھلائی سے روکے گا۔

بنابریں انبیائے کرام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَإِنَّ هَٰذِهِۦٓ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَٰحِدَةً ﴾ اے رسولوں کے گروہ تمہاری جماعت ایک دین پر متفق ہے اور تمہارا رب بھی ایک ہے ﴿ فَٱتَّقُونِ ﴾ ”پس تم مجھ سے ڈرو۔“ میرے احکام کی تعمیل کر کے اور میرے زجر و توبیخ کے موجب امور سے اجتناب کر کے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو انہی امور کا حکم دیا جن کا حکم اپنے رسولوں کو دیا کیونکہ اہل ایمان انبیاء و رسل کی پیروی کرتے ہیں اور انہی کے راستے پر گامزن ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُلُوا۟ مِن طَيِّبَٰتِ مَا رَزَقْنَٰكُمْ وَٱشْكُرُوا۟ لِلَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴾ (البقرة: ٢/١٧٢) ”اے اہل ایمان! جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں عطا کی ہیں، انہیں کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو۔“ پس انبیائے کرام سے نسبت رکھنے والوں اور دیگر لوگوں پر واجب ہے کہ وہ اس حکم کی تعمیل کریں۔

بایں ہمہ جھٹلانے والے ظالم، نافرمان ہی رہے اس لئے فرمایا: ﴿ فَتَقَطَّعُوٓا۟ ﴾ ”پس کاٹ دیا۔“ یعنی انبیاء و رسل کی اتباع کا دعویٰ کرنے والوں نے ﴿ أَمْرَهُم ﴾ یعنی اپنے دین کو ﴿ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ﴾ ”آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے۔“ ﴿ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ ﴾ ”ہر گروہ اس پر جو اس کے پاس ہے۔“ یعنی ہر گروہ اور فرقے کے پاس جو علم اور دین ہے ﴿ فَرِحُونَ ﴾ وہ اسی پر خوش ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ حق پر ہے اور دیگر لوگ حق پر نہیں ہیں حالانکہ ان میں سے حق پر صرف وہی لوگ ہیں جو انبیاء کے راستے پر گامزن ہیں، پاک چیزیں کھاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں۔ ان کے سوا دیگر لوگ تو وہ باطل کی راہوں میں سرگرداں ہیں۔

﴿ فَذَرْهُمْ فِى غَمْرَتِهِمْ ﴾ ”پس چھوڑ دیجیے آپ ان کو ان کی غفلت ہی میں۔“ یعنی انہیں حق کے بارے میں ان کی جہالت اور ان کے دعوؤں میں، کہ وہ حق پر ہیں، غلطاں چھوڑ دیجئے ﴿ حَتَّىٰ حِينٍ ﴾ یعنی اس وقت تک جب تک کہ ان پر عذاب نازل نہیں ہو جاتا کیونکہ ان کو کوئی وعظ و نصیحت اور زجر و توبیخ فائدہ نہیں دے سکتی۔ یہ چیزیں انہیں فائدہ دے بھی کیسے سکتی ہیں جبکہ وہ اس زعم میں مبتلا ہوں کہ وہ حق پر ہیں اور اپنے اس مسلک کی طرف

دوسروں کو دعوت دینے کے متمنی ہوں۔

﴿ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ○ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ﴾ یعنی کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے مال اور اولاد میں ہماری طرف سے اضافہ' اس امر کی دلیل ہے کہ وہ بھلائی اور سعادت سے بہرہ مند ہیں اور دنیا اور آخرت کی بھلائی انہی کے لئے ہے؟ یہ ان کا اپنا زعم باطل ہے حالانکہ معاملہ ایسے نہیں ہے۔ ﴿ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴾ "بلکہ وہ نہیں سمجھتے۔" کہ ہم ان کو ڈھیل اور مہلت دیئے جا رہے ہیں اور ان کو نعمتوں سے نواز رہے ہیں' وہ اس لیے کہ تاکہ وہ اپنے گناہوں میں اور اضافہ کر لیں اور آخرت میں اپنے عذاب کو بڑھا لیں اور دنیا میں ان کو جو نعمتیں عطا ہوئی ہیں انہی سے مزے لیتے رہیں۔ ﴿ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً ﴾ (الانعام: ۶/ ۴۴) "حتیٰ کہ جو کچھ ان کو عطا کیا گیا تھا' اس سے بہت خوش ہو گئے' تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا"

اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝ۙ۵۷ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝ۙ۵۸

بے شک وہ لوگ کہ جو خوف سے اپنے رب کے ڈرنے والے ہیں ○ اور وہ لوگ کہ جو آیتوں کے ساتھ اپنے رب کی، ایمان لاتے ہیں ○

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ۝ۙ۵۹ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ

اور وہ لوگ کہ جو اپنے رب کے ساتھ نہیں شریک ٹھہراتے ○ اور وہ لوگ کہ جو دیتے ہیں جو کچھ وہ دیتے ہیں (صدقہ) جبکہ انکے دل

وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝ۙ۶۰ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ

ڈرنے والے ہوتے ہیں (اس سے) کہ بیشک وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں ○ یہی لوگ ہیں کہ جلدی کرتے ہیں بھلائیوں میں،

وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ۝۶۱ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ

اور وہ انکے لئے سبقت کرنے والے ہیں ○ اور نہیں تکلیف دیتے ہم کسی نفس کو مگر اسکی وسعت کے مطابق، اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے،

يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۶۲

وہ بولتی ہے ساتھ حق کے، اور وہ نہیں ظلم کیے جائیں گے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب ان لوگوں کا ذکر فرمایا جنہوں نے برائی اور امن کو جمع کیا اور سمجھتے رہے کہ دنیا میں ان پر اللہ تعالیٰ کی عنایات اور نوازشیں اس بات کی دلیل ہیں کہ وہ بھلائی اور فضیلت کی راہ پر چل رہے ہیں' تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر بھی فرمایا جنہوں نے بھلائی اور خوف کو یکجا کیا' چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴾ "بے شک جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے ہیں۔" یعنی ان کے دل اپنے رب کے خوف سے لرزاں ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے عدل کیا تو ان کے پاس کوئی نیکی باقی نہیں رہے گی اور انہیں اپنے بارے میں سوءِ ظن ہے کہ انہوں نے اللہ کے حق کو ادا نہیں کیا اور ایمان کے زوال کا خوف رہتا ہے' انہیں اپنے رب کے بارے میں معرفت حاصل ہے کہ وہ کس اجلال و اکرام کا مستحق ہے ان کا یہ خوف انہیں گناہوں اور

واجبات میں کوتاہی سے باز رکھتا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور وہ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔'' یعنی جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے، نیز وہ آیات قرآنی میں تفکر و تدبر کرتے ہیں تو ان پر قرآن عظیم کی جلالت شان، اس کی آیات و مضامین میں اتفاق اور ان میں عدم اختلاف اور عدم تناقض واضح ہوتا ہے اور وہ ان کو اللہ تعالیٰ، اس کے خوف، اس سے امید اور احوال جزا و سزا کی معرفت کی طرف دعوت دیتا ہے جس سے ان کو ایمان کی تفاصیل حاصل ہوتی ہیں۔ زبان جن کی تعبیر کرنے سے قاصر ہے۔

نیز وہ آیات آفاقی میں بھی غور و فکر کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ (آل عمران: ۳/ ۱۹۰) ''بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق، دن اور رات کے آنے جانے میں عقل مندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔''

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اور وہ جو اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے۔'' یعنی وہ کسی شرک جلی میں مبتلا نہیں ہیں مثلاً غیر اللہ کو معبود بنانا، اس کو پکارنا اور اس سے امیدیں رکھنا اور نہ شرک خفی میں مبتلا ہیں، مثلاً ریاء وغیرہ۔ بلکہ وہ اپنے تمام اقوال، اعمال اور احوال میں اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص رکھتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا﴾ ''اور وہ لوگ جو دیتے ہیں جو کچھ بھی دیتے ہیں۔'' یعنی جس چیز کا انہیں حکم دیا گیا ہے مقدور بھر اس کی تعمیل کرتے ہیں، مثلاً نماز، زکوۃ، حج، صدقہ وغیرہ ﴿وَّ﴾ اس کے باوجود ﴿قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ﴾ ''ان کے دل خوف زدہ ہیں۔'' ﴿اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ﴾ ''اس بات سے کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔'' یعنی اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے اور اپنے اعمال کے اس کے سامنے پیش کئے جانے سے ڈرتے ہیں کہ ان کے اعمال اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دلانے کے قابل نہیں کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ ان کا رب کیسا اور کس قسم کی عبادات کا مستحق ہے۔

﴿اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ﴾ ''یہی لوگ ہیں جو جلدی کرتے ہیں بھلائیوں میں۔'' یعنی وہ بھلائی کے کاموں کی طرف جلدی سے لپکتے ہیں ان کا عزم صرف اسی چیز پر مرتکز ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتی ہے اور ان کا ارادہ انہی امور میں مصروف ہوتا ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دیتے ہیں۔ ہر بھلائی جو وہ سنتے ہیں یا اس کی جب بھی انہیں فرصت ملتی ہے، اٹھ کر اس کی طرف لپکتے ہیں۔ وہ اولیاء اللہ، اس کے چنیدہ بندوں کو اپنے آگے اور دائیں بائیں دیکھتے ہیں جو بھلائی کے کاموں میں لپکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لئے سبقت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مسابقت کرنے والا جب کسی دوسرے سے مسابقت کرتا ہے تو کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنی جدوجہد اور

کوشش سے آگے نکل جاتا ہے اور کبھی اپنی کوتاہی کی بنا پر پیچھے رہ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں خبر دی ہے کہ یہ سبقت کرنے والے ہیں' چنانچہ فرمایا: ﴿وَهُمْ لَهَا﴾ ''اور وہ اس کے لیے۔'' یعنی بھلائیوں کے لئے ﴿سٰبِقُوْنَ﴾ ''دوڑتے ہیں۔'' بلا شبہ وہ بھلائی کی چوٹی پر پہنچ گئے ہیں۔ وہ سب سے آگے نکلنے والے سے مسابقت کرتے ہیں' نیز اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے سعادت لکھ دی گئی کہ وہ سبقت کرنے والے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے نیکیوں میں ان کی سرعت اور سبقت کا ذکر کیا تو اس سے کسی کو یہ وہم لاحق ہو سکتا تھا کہ ان سے اور دیگر لوگوں سے ایسے امور مطلوب ہیں جو ان کی مقدرت سے باہر یا بہت مشکل ہیں' بنا بریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ یعنی ہم ہر نفس کو بس اتنی ہی تکلیف دیتے ہیں جتنی اس کی قوت کے دائرے میں ہوتی ہے اور وہ تکلیف ایسی نہیں ہوتی جو اس کی پوری قوت کو صرف کر دے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حکمت ہے تاکہ اس کے پاس پہنچنے کا راستہ ہو اور اہل سلوک کی راہیں ہر وقت آباد رہیں۔

﴿وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ﴾ ''اور ہمارے پاس کتاب ہے جو حق کے ساتھ بولتی ہے۔'' اور وہ کتاب اول ہے جس میں ہر چیز درج ہے اور چونکہ جو کچھ اس میں درج ہے ہر چیز اس کے مطابق واقع ہو گی' اس لئے یہ حق ہے۔ ﴿وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ''اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے۔'' یعنی ان کی نیکیوں میں کچھ کمی کی جائے گی نہ ان کی سزا اور گناہوں میں کوئی اضافہ ہو گا۔

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿٦٣﴾

بلکہ انکے دل غفلت میں ہیں اس (قرآن) سے' اور انکے لئے اور اعمال (خبیثہ بھی) ہیں سوائے اس (غفلت) کے کہ وہ انہیں کرنیوالے ہیں ○

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ﴿٦٤﴾ؕ لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ ۫ اِنَّكُمْ

یہاں تک کہ جب پکڑیں گے ہم انکے خوشحال لوگوں کو ساتھ عذاب کے تو اسوقت وہ چیخ و پکار کریں گے ○ (انہیں کہا جائے گا) مت چیخو چلاؤ آج یقیناً تم

مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿٦٦﴾ۙ

ہمارے ہاں سے نہیں مدد کئے جاؤ گے ○ تحقیق تمھیں میری آیتیں تلاوت کی جاتی تھیں تم پر تو تھے تم اوپر اپنی ایڑیوں کے الٹے پھر جاتے ○

مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖۚ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿٦٧﴾

تکبر کرتے ہوئے ساتھ اس (قرآن) کے' افسانہ گوئی کرتے ہوئے تم بے ہودہ گوئی کرتے تھے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ یہ جھٹلانے والے' اس بارے میں جہالت میں مبتلا ہیں یعنی جہالت' ظلم' غفلت اور روگردانی میں غلطاں ہیں یہ جہالت اور غفلت انہیں قرآن تک نہیں پہنچنے دیتی۔ پس یہ قرآن سے راہنمائی حاصل کرنے سے قاصر ہیں اور قرآن سے ان کے دلوں تک کچھ نہیں پہنچتا۔ فرمایا: ﴿وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ

جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ○ وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا﴾ (بنی اسرآئیل: ١٧/ ٤٥‘ ٤٦) ’’جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو آپ کے درمیان اوران لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں اور دلوں پر غلاف چڑھا دیتے ہیں کہ وہ کچھ نہ سمجھیں اوران کے کانوں میں گرانی ڈال دیتے ہیں۔‘‘ اور جب ان کے دل غفلت اور جہالت میں مستغرق ہیں تو وہ اپنے حسب حال کفریہ اور شریعت کے خلاف اعمال بجالائیں گے جو ان کے لئے عذاب کے موجب ہیں۔

﴿وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ﴾ مگر انکے علاوہ بھی ان کے برے اعمال ہیں ﴿هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ﴾ ’’جنہیں وہ کرنے والے ہیں۔‘‘ یعنی وہ عذاب کے عدم وقوع پر تعجب نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں مہلت فراہم کر رہا ہے تا کہ وہ ان اعمال بد کا ارتکاب بھی کرلیں جو باقی رہ گئے ہیں اور جو ان کے لئے درج کیے گئے ہیں۔ جب وہ ان اعمال بد کا پوری طرح ارتکاب کرلیں گے تو وہ بدترین حالت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب میں منتقل ہوں گے۔

﴿حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ﴾ یعنی جب ہم نے ان لوگوں کو پکڑ لیا جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے متمتع ہیں، جو صرف ناز و نعمت اور خوشحالی کے عادی ہیں اور انہیں کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ ﴿بِالْعَذَابِ﴾ ’’عذاب کے ساتھ‘‘ یعنی جب ہم نے ان کو عذاب کی گرفت میں لے لیا اور انہوں نے بھی عذاب کو دیکھ لیا۔ ﴿اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ﴾ تب وہ چیخنے اور چلانے لگے کیونکہ انہیں ایک ایسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑا جو ان کی گزشتہ حالت سے مختلف تھی۔

وہ مدد کے لئے پکارنے لگے تو ان سے کہا گیا: ﴿لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ﴾ ’’نہ چیخو چلاؤ آج تم ہماری طرف سے مدد نہیں کیے جاؤ گے۔‘‘ اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت نہ آئی اور اس کی جانب سے مدد منقطع ہوگئی تو وہ خود اپنی مدد کرنے پر قادر ہوئے نہ کوئی ان کی مدد کر سکا۔

گویا پوچھا گیا کہ وہ کون سا سبب ہے جس نے ان کو اس حال پر پہنچایا تو جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ﴾ ’’میری آیات پڑھی جاتی تھیں تم پر۔‘‘ تا کہ تم ان آیات پر ایمان لاؤ اور ان کی طرف توجہ کرو مگر تم نے ایسا نہ کیا بلکہ اس کے برعکس ﴿فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ﴾ ’’تم پیچھے کی طرف الٹے پاؤں پھرتے رہے‘‘ کیونکہ قرآن کی اتباع کے ذریعے سے لوگ آگے بڑھتے ہیں اور اس سے روگردانی کرکے پیچھے رہ جاتے ہیں اور پست ترین مقام پر جا اترتے ہیں۔

﴿مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ﴾ ’’تکبر کرتے ہوئے ساتھ اس کے افسانہ گوئی کرتے ہوئے تم بیہودہ بکتے تھے۔‘‘ اصحاب تفسیر اس کا یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ ﴿مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ﴾ میں ضمیر بیت اللہ یا حرم کی طرف لوٹتی ہے، جو مخاطبین کے ہاں معہود (ذہن میں موجود) ہے یعنی تم حرم یا بیت اللہ کے سبب سے لوگوں کے ساتھ تکبر سے

پیش آتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اہل حرم ہیں بنا بریں ہم دوسروں سے اعلیٰ و افضل ہیں۔ ﴿ سٰمِرًا ﴾ یعنی جماعت کی صورت میں رات کے وقت بیت اللہ کے گرد بیٹھ کر باتیں کرتے ﴿ تَهْجُرُوْنَ ﴾ یعنی تم اس قرآن عظیم کے بارے میں قبیح گفتگو کرتے تھے۔ پس قرآن کریم کے بارے میں اہل تکذیب کا طریقہ روگردانی پر مبنی تھا اور اسی طریقے کی وہ ایک دوسرے کو وصیت کیا کرتے تھے۔ ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴾ (حمٓ السجدۃ: ۲۶/۴۱) ”وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہتے ہیں کہ اس قرآن کو مت سنو جب سنایا جائے تو شور مچا دیا کرو شاید کہ تم غالب رہو“ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا: ﴿ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ○ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ○ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴾ (النجم: ۵۹/۵۳۔۶۱) ”کیا تم اس کلام کے بارے میں تعجب کرتے ہو، ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو اور تم غفلت میں پڑے ہوئے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ﴾ (الطور: ۳۳/۵۲) ”کیا کفار یہ کہتے ہیں کہ آپ نے یہ قرآن خود گھڑ لیا ہے؟“

وہ ان رذائل کے جامع تھے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان پر عذاب واجب ہو گیا اور جب یہ عذاب واقع ہو گیا تو ان کا کوئی حامی بنا جو ان کی مدد کر سکے نہ فریاد رس بنا ہو گا جو ان کو اس عذاب سے بچا سکے اس وقت ان کے اعمال بد کی بنا پر ان کو زجر و توبیخ کی گئی۔

اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ (۶۸) اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا

کیا پس نہیں غور کیا انہوں نے قرآن میں یا آیا ہے انکے پاس وہ جو نہیں آیا تھا انکے پہلے باپ دادا کے پاس؟ ○ یا نہیں پہچانا انہوں نے

رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ (۶۹) اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ

اپنے رسول کو؟ پس وہ اس کے منکر ہیں ○ یا وہ کہتے ہیں، اسے جنون ہے؟ بلکہ وہ لایا ہے ان کے پاس حق،

وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ (۷۰) وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ

اور اکثر انکے حق کو ناپسند کرنے والے ہیں ○ اور اگر پیروی کرے حق انکی خواہشات کی تو البتہ خراب ہو جائیں آسمان اور زمین

وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ (۷۱) ؕ

اور جو کوئی ان میں ہیں بلکہ لائے ہیں ہم ان کے پاس ان کی نصیحت، پس وہ اپنی نصیحت سے اعراض کرنے والے ہیں ○

﴿ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ ﴾ ”کیا انہوں نے قرآن میں غور و فکر اور تدبر نہیں کیا؟“ اگر انہوں نے قرآن میں تدبر کیا ہوتا تو وہ ان کے ایمان کا موجب اور ان کو کفر سے منع کرنے کا باعث بنتا، مگر ان پر جو مصیبت نازل ہوئی ہے اس کا سبب ان کا قرآن سے اعراض ہے اور یہ آیت اس امر کی دلیل ہے کہ قرآن میں تدبر و تفکر ہر بھلائی کی طرف دعوت دیتا ہے اور ہر برائی سے بچاتا ہے اور جس چیز نے ان کو قرآن میں غور و فکر کرنے سے روک رکھا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔ ﴿ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ یعنی یا اس بات

نے ان کو ایمان لانے سے روک رکھا ہے کہ ان کے پاس رسول آیا اور ایک ایسی کتاب ان کے پاس آئی جو ان کے آباء واجداد کے پاس نہیں آئی تھی لہٰذا یہ اپنے گمراہ آباء واجداد کی راہ پر چلنے پر راضی ہو گئے۔ جو چیز اس راہ کے خلاف تھی انہوں نے اس کی مخالفت کی لہٰذا انہوں نے اور ان جیسے دوسرے کفار نے یہی کہا تھا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے۔ ﴿وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ﴾ (الزخرف:٢٣/٤٣) ”اسی طرح آپ سے پہلے جس بستی میں بھی ہم نے کوئی ڈرانے والا بھیجا تو اس کے خوشحال لوگوں نے کہا ہم نے اپنے آباء واجداد کو ایک طریقے پر پایا ہے ہم تو انہی کی پیروی کر رہے ہیں۔“ اور ان کے جواب میں ہر رسول نے فرمایا: ﴿اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ﴾ (الزخرف:٢٤/٤٣) ”کیا تم اسی طریقے پر چلتے چلے جاؤ گے خواہ میں تمہیں اس راستے سے بہتر راستہ بتاؤں جس پر تم نے آباء واجداد کو پایا ہے“ اگر تمہارا مقصد حق جوئی ہے تو کیا تم اس کی پیروی کرو گے؟ اور انہوں نے اپنی نیتوں کے مطابق جواب دیا: ﴿اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ﴾ (الزخرف:٢٤/٤٣) ”بلاشبہ تمہیں جس چیز کے ساتھ بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔“

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ﴾ ”یا کیا انہوں نے اپنے رسول کو نہیں پہچانا کہ وہ اس کا انکار کر رہے ہیں۔“ یعنی کیا اس چیز نے انہیں اتباع حق سے روک رکھا ہے کہ ان کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ، ان کے ہاں غیر معروف ہیں اور وہ آپ ﷺ کو نہیں پہچانتے، اس لیے ان کو ماننے سے انکار کر رہے ہیں؟ اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اس کو نہیں جانتے نہ اس کی صداقت کے بارے میں ہمیں کچھ علم ہے۔ ہمیں چھوڑ دو ہم اس کے احوال کے بارے میں غور کریں اس کے متعلق لوگوں سے معلومات حاصل کریں۔

نہیں! ایسی بات نہیں ہے بلکہ وہ رسول اللہ ﷺ کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ آپ کو ان کا چھوٹا اور بڑا ہر شخص جانتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ آپ اخلاق جمیلہ کے حامل ہیں وہ آپ کے صدق و امانت کو خوب پہچانتے ہیں حتیٰ کہ وہ آپ کو بعثت سے قبل ”الامین“ کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ جب آپ ان کے پاس حق عظیم اور صدق مبین لے کر آئے تب انہوں نے آپ کی تصدیق کیوں نہ کی؟

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ﴾ ”یا وہ کہتے ہیں کہ اسے جنون لاحق ہے“ اس لئے وہ ایسی باتیں کر رہا ہے اور مجنون کی باتوں پر کان دھرا جاتا ہے نہ اس کی باتوں کا اعتبار ہی کیا جاتا ہے کیونکہ وہ باطل اور احمقانہ باتیں منہ سے نکالتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی بات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ﴾ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ رسول (ﷺ) ان کے پاس حق (امر ثابت) لے کر آئے ہیں جو سراسر صدق و عدل پر مبنی ہے جس میں کوئی اختلاف ہے نہ تناقض۔ تب وہ شخص جو یہ چیز لے کر آیا ہو وہ کیسے پاگل ہے؟...... بلکہ وہ تو علم و عقل اور مکارم

اخلاق کے اعتبار سے درجہ کمال پر فائز ہے۔ اس میں گزشتہ مضمون سے انتقال ہے یعنی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کو ایمان لانے سے صرف اس چیز نے منع کیا ہے کہ آپ ﷺ ﴿بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ﴾ ”ان کے پاس حق لے کر آئے ہیں لیکن ان کی اکثریت حق کو ناپسند کرنے والی ہے۔“ اور سب سے بڑا حق جو آپ ﷺ ان کے پاس لے کر آئے ہیں' اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اخلاص اور غیر اللہ کی عبادت کو ترک کرنا ہے اور ان کا اس بات کو ناپسند کرنا اور اس سے تعجب کرنا معلوم ہے۔

پس رسول (ﷺ) کا حق لے کر آنا اور ان کا حق کو ناپسند کرنا دراصل حق کی تکذیب کرنا ہے۔ یہ کسی شک کی بنا پر ہے نہ رسول ﷺ کی تکذیب کی وجہ سے' بلکہ یہ انکار حق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ﴾ (الانعام: ۶/ ۳۳) ”یہ آپ ﷺ کو نہیں جھٹلا رہے' بلکہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کر رہے ہیں۔“

اگر یہ کہا جائے کہ حق ان کی خواہشات نفس کے موافق کیوں نہیں تاکہ وہ ایمان لے آتے اور جلدی سے حق کی اطاعت کرتے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا یوں جواب عطا فرمایا: ﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ﴾ ”اگر حق (دین) ہی ان کی خواہشات کی پیروی کرنے لگ جائے' تو آسمانوں اور زمین کا سارا نظام ہی درہم برہم ہو جائے۔“ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی خواہشات نفس' ظلم' کفر اور فساد پر مبنی اخلاق واعمال سے متعلق ہوتی ہیں۔ پس اگر حق ان کی خواہشات کی پیروی کرنے لگے تو آسمان و زمین ظلم اور عدم عدل پر مبنی تدبیر و تصرف کی وجہ سے فساد کا شکار ہو جائیں' اس لیے کہ آسمان اور زمین تو صرف حق وعدل کی بنا پر درست ہیں۔

﴿بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ﴾ یعنی ہم ان کے پاس یہ قرآن لے کر آئے جو ان کو ہر قسم کی بھلائی کی نصیحت کرتا ہے۔ یہ ان کا فخر وشرف ہے۔ اگر وہ اس کو قائم کریں گے تو لوگوں کی سیادت کریں گے۔ ﴿فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ”وہ اپنے ذکر (نصیحت) سے روگردانی کر رہے ہیں“ اپنی بدبختی اور عدم توفیق کی وجہ سے ﴿نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ﴾ (التوبۃ: ۹/ ۶۷) ”انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی ان کو فراموش کر دیا۔“ ﴿نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ﴾ (الحشر: ۵۹/ ۱۹) ”انہوں نے اللہ کو بھلا دیا اور اللہ نے ان کو اپنے تئیں بھلوا دیا۔“ پس قرآن عظیم اور اس کو لانے والی ہستی سب سے بڑی نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کی ہے مگر انہوں نے اس عظیم نعمت کو ٹھکرا دیا اور اس سے روگردانی کی۔ کیا اس ایمان سے محرومی کے بعد' اس سے بڑی کوئی حرماں نصیبی ہے؟ اور کیا اس کے پیچھے انتہائی درجے کا خسارہ نہیں؟

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝۷۲

یا آپ سوال کرتے ہیں ان سے اجرت کا؟ پس اجرت آپکے رب کی بہت بہتر ہے، اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے ○

﴿اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا﴾ اے محمد! (ﷺ) کیا ان کو آپ کی اتباع سے اس چیز نے روکا ہے کہ آپ ان سے اس کام پر کوئی اجرت طلب کرتے ہیں؟ ﴿فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ﴾ (الطور: ٤٠/٥٢) ''کہ ان پر تاوان کا بوجھ پڑ رہا ہے'' اور اس طرح آپ کی اطاعت سے ان کو تکلیف پہنچتی ہے کیونکہ آپ ﷺ ان سے اجرت اور خراج طلب کرتے ہیں؟ معاملہ یوں نہیں بلکہ ﴿فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ ''آپ کے رب کی اجرت بہت بہتر ہے اور وہ بہترین روزی رساں ہے۔'' یہ اسی طرح کا قول ہے جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی اپنی قوم سے فرمایا: ﴿يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا﴾ (ھود: ٥١/١١) ''اے میری قوم میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا'' ﴿اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ﴾ (ھود: ٢٩/١١) ''میرا صلہ تو اللہ کے پاس ہے۔'' یعنی انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف سے لوگوں کو دعوت دینے میں یہ لالچ نہیں ہوتا کہ انہیں لوگوں کی طرف سے مال و دولت حاصل ہوگا۔ وہ تو صرف خیر خواہی اور ان کے اپنے فائدے کی خاطر ان کو دعوت دیتے ہیں بلکہ انبیاء و مرسلین مخلوق کے لئے، خود ان سے بھی زیادہ خیر خواہ ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ان کو ان کی امتوں کی طرف سے جزائے خیر عطا کرے اور تمام احوال میں ہمیں بھی ان کی اقتداء سے بہرہ مند کرے۔

وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (٧٣) وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

اور بلاشبہ آپ البتہ بلاتے ہیں ان کو طرف راہ راست (اسلام) کی ○ اور بلاشبہ وہ لوگ کہ نہیں ایمان لاتے وہ

بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ (٧٤)

ساتھ آخرت کے، (وہ اس) راہ سے البتہ انحراف کرنے والے ہیں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان آیات کریمہ میں ان تمام اسباب کا ذکر کیا ہے جو ایمان کے موجب ہیں اسی طرح تمام موانع ایمان کا ذکر کیا ہے اور فرداً فرداً ان کے فساد کو واضح کیا ہے۔ پس موانع ایمان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ منکرین حق کے دل غفلت اور جہالت میں ڈوبے ہوئے ہیں، انہوں نے قرآن میں غور و فکر نہیں کیا، وہ اپنے آباء و اجداد کی تقلید پر جمے ہوئے ہیں اور اپنے رسول (ﷺ) کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ انہیں جنون لاحق ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ان امور کا بھی ذکر کیا، جو موجب ایمان ہیں اور وہ ہیں قرآن میں تدبر کرنا، اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو قبول کرنا، رسول مصطفی ﷺ کے احوال اور آپ کے کمال صدق و امانت کی معرفت حاصل کرنا، نیز یہ کہ آپ ان سے کسی قسم کے اجر و صلہ کے طلب گار نہیں آپ کی کوشش تو صرف لوگوں کے فائدے اور مصالح کے لئے ہے اور جس راستے کی طرف آپ لوگوں کو دعوت دیتے ہیں وہ سیدھا راستہ ہے۔ سیدھا ہونے کی بنا پر تمام لوگوں کے لئے نہایت آسان اور منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے قریب ترین راستہ ہے۔ نرمی اور آسانی پر مبنی دین

حنیف ہے یعنی توحید میں حنیفیت اور اعمال میں آسانی۔

پس آپ کا ان کو صراط مستقیم کی طرف دعوت دینا' اس شخص کے لیے جو حق کا ارادہ رکھتا ہے' اس بات کا موجب ہے کہ وہ آپ کی اتباع کرے کیونکہ یہ ایسا راستہ ہے جس کے اچھا اور انسانی مصالح کے موافق ہونے کی شہادت عقل صحیح اور فطرت سلیم بھی دیتی ہے...... اگر وہ آپ ﷺ کی اتباع نہیں کرتے تو کہاں جائیں گے کیونکہ ان کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس کو اختیار کر کے آپ کی اتباع سے مستغنی ہو جائیں کیونکہ ﴿عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ﴾ وہ صراط مستقیم سے' جو اللہ تعالیٰ اور اس کے اکرام و تکریم کے گھر تک پہنچاتا ہے' انحراف کرنے والے ہیں ان کے پاس ضلالت و جہالت کے سوا کچھ نہیں۔ یہی معاملہ ہر اس شخص کا ہے جو حق کی مخالفت کرتا ہے' وہ لازمی طور پر تمام معاملات میں راہ راست سے منحرف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ۭ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ﴾ (القصص: ۲۸/ ۵۰) ''اور اب اگر وہ آپ کی بات نہیں مانتے۔ تو سمجھ لیجیے کہ وہ اپنی خواہشات نفس کی پیروی کر رہے ہیں اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف سے کسی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش نفس کی پیروی کرے۔''

وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝۷۵ وَلَقَدْ

اور اگر رحم کریں ہم ان پر اور دور کر دیں ہم وہ جو انکے ساتھ ہیں تکلیفیں تو ضرور اصرار کریں گے اپنی سرکشی میں بھٹکتے ہوئے ○ اور البتہ تحقیق

اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ۝۷۶ حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا

پکڑا تھا ہم نے انہیں ساتھ عذاب کے، پس نہ عاجزی کی انہوں نے اپنے رب کے سامنے اور نہ وہ گڑگڑاتے ہی ہیں ○ یہاں تک کہ جب کھول دیا ہم نے

عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ۝۷۷ع

ان پر دروازہ سخت عذاب کا تو اسی وقت وہ اس (حالت) میں ناامید ہونے والے ہو گئے ○

یہ ان کے شدید تمرد کا بیان ہے کہ جب ان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ سے اس کو دور کرنے کی دعا مانگتے ہیں تاکہ وہ ایمان لے آئیں یا اللہ تعالیٰ ان کو آزمائش میں مبتلا کرتا ہے' تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور اللہ تعالیٰ جب ان کی تکلیف دور کر دیتا ہے تو پھر سرکشی اختیار کر لیتے ہیں اور ہمیشہ اپنی سرکشی میں سرگرداں اور اپنے کفر میں متردد اور حیرت زدہ رہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کشتی میں سوار ہونے کے وقت ان کا حال بیان کیا ہے کہ اس وقت وہ دین کو اللہ کے لئے خالص کرتے ہوئے پکارتے ہیں اور ان ہستیوں کو بھول جاتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا رکھا ہے اور جب اللہ تعالیٰ ان کو اس صورت سے نجات دیتا ہے تو پھر زمین میں شرک کرتے ہوئے بغاوت کا رویہ اختیار کر لیتے ہیں۔

﴿وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ﴾ ''اور ہم نے ان کو پکڑ لیا ساتھ عذاب کے۔'' مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے

وہ قحط مراد ہے جس میں وہ سات سال تک مبتلا رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اس مصیبت میں اس لئے ڈالا تا کہ وہ تذلل اور اطاعت کے ساتھ اس کی طرف رجوع کریں مگر اس چیز نے انہیں کوئی فائدہ دیا نہ ان میں سے کوئی کامیاب ہوا۔ ﴿فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ﴾ پس وہ اپنے رب کے سامنے جھکے نہ انہوں نے فروتنی اختیار کی۔ ﴿وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ﴾ اور وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑائے نہ انہوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا محتاج سمجھا' بلکہ قحط آیا اور گزر گیا مگر وہ اپنی گمراہی اور کفر پر قائم رہے گویا ان پر کوئی مصیبت آئی ہی نہ تھی۔

مگر ان کے پیچھے ایک ایسا عذاب ہے جسے روکا نہیں جا سکتا' چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ﴾ ''یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیا۔'' جیسے بدر کے روز ان کا قتل کیا جانا ﴿اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ﴾ تب وہ ہر بھلائی سے مایوس ہو جاتے ہیں ان کے پاس شر اور اس کے اسباب پہنچ چکے ہیں۔ لہٰذا انہیں چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا سخت عذاب نازل ہونے سے پہلے پہلے اپنا بچاؤ کر لیں ایسا عذاب جسے روکا نہیں جا سکتا۔ اس کے برعکس عام عذاب بسا اوقات وہ ان سے روک لیا جاتا ہے جیسے دنیاوی سزائیں جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تادیب کرتا ہے۔ اس قسم کی سزاؤں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ (الروم: ۴۱/۳۰) ''خشکی اور سمندروں میں لوگوں کی کرتوتوں کی وجہ سے فساد برپا ہو گیا تا کہ اللہ ان کو ان کے بعض اعمال کا مزا چکھائے شاید کہ وہ اللہ کی طرف رجوع کریں۔''

وَهُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ (۷۸) وَهُوَ

اور (اللہ) وہی ہے جس نے پیدا کیے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل، تھوڑا ہی شکر کرتے ہو تم ○ اور وہی ہے

الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (۷۹) وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ

جس نے پھیلایا تمہیں زمین میں، اور اسی کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے ○ اور وہی ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے، اور اسی (کے حکم) سے ہے

اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (۸۰)

ادل بدل کر آنا رات اور دن کا' کیا پس نہیں سمجھتے تم؟ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنی نوازشوں کا ذکر کرتا ہے جو انہیں اس کے شکر اور اس کے حقوق ادا کرنے کی دعوت دیتی ہیں' چنانچہ فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ﴾ ''اور وہی ہے جس نے پیدا کیے تمہارے لیے کان۔'' تا کہ مسموعات کا ادراک کر سکو اور اس طرح تم اپنے دین و دنیا میں فائدہ اٹھا سکو ﴿وَالْاَبْصَارَ﴾ ''اور آنکھیں'' تا کہ مرئیات کا ادراک کر سکو اور اپنے مصالح میں ان سے فائدہ اٹھا سکو۔ ﴿وَالْاَفْـِٕدَةَ﴾ ''اور دل۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں عقل سے نوازا تا کہ تم اس کے ذریعے سے اشیاء کا ادراک کر سکو اور جانوروں سے

ممتاز ہو سکو۔ اگر تم سماعت، بصارت اور عقل سے محروم ہو جاؤ بایں طور کہ تم بہرے، اندھے اور گونگے ہو جاؤ تو تمہارا کیا حال ہو؟ اور تم کن کن ضروریات اور کون کون سے کمالات سے محروم ہو کر رہ جاؤ؟ کیا تم اس ہستی کا شکر نہیں کرتے جس نے تمہیں ان نعمتوں سے نوازا ہے کہ تم اس کی توحید اور اطاعت پر قائم رہتے؟ مگر اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کی پے در پے نعمتوں کے باوجود، تم اس کا بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔

﴿وَهُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ﴾ یعنی وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہیں مختلف سمتوں میں زمین کے کناروں تک پھیلایا اور تمہیں زمین کے فوائد اور مصالح حاصل کرنے کی قدرت عطا کی اور زمین کو تمہاری معاش اور رہائش کے لئے کافی کر دیا۔ ﴿وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾ ''اور (مرنے کے بعد) تم اسی کے پاس اکٹھے کئے جاؤ گے'' اور زمین پر تم جس خیر و شر کا ارتکاب کرتے رہے ہو اس کا بدلہ پاؤ گے اور زمین، جس پر تم آباد تھے، تمہاری خبریں بیان کرے گی۔

﴿وَهُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ﴾ وہ اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے جو زندگی اور موت میں تصرف کرتا ہے۔ ﴿وَلَهُ اخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ﴾ یعنی شب و روز کا باری باری ایک دوسرے کے پیچھے آنا اسی کے اختیار میں ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم پر ہمیشہ کے لئے دن طاری کر دے پھر اللہ کے سوا کون سا معبود ہے جو تمہارے آرام و سکون کے لئے تمہیں رات واپس لا دے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم پر ہمیشہ کے لئے رات طاری کر دے پھر اللہ کے سوا کون ہے جو تمہیں دن کی روشنی واپس لا دے؟ کیا تم دیکھتے نہیں؟ ﴿وَمِنْ رَّحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (القصص: ۲۸/۷۳) ''یہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت ہے کہ اس نے تمہارے لئے رات اور دن بنائے تاکہ تم آرام کر سکو اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کر سکو اور شاید تم اللہ تعالیٰ کا شکر کرو۔''

بنا بریں یہاں فرمایا: ﴿أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ ''کیا تم عقل نہیں رکھتے؟'' کہ تم یہ پہچان سکو کہ وہ ہستی جس نے تمہیں سماعت و بصارت اور عقل جیسی نعمتیں عطا کیں، جس اکیلے نے تمہیں زمین پر پھیلایا، وہ ہستی جو اکیلی زندگی اور موت پر اختیار رکھتی ہے اور جو اکیلی رات اور دن پر تصرف کرتی ہے، یہ بات اس بات کو واجب ٹھہراتی ہے کہ تم خالص اسی کی عبادت کرو جس کا کوئی شریک نہیں اور ان تمام ہستیوں کی عبادت چھوڑ دو، جو کسی قسم کا کوئی فائدہ دے سکتی ہیں نہ نقصان اور نہ وہ کسی چیز میں تصرف کی مالک ہی ہیں بلکہ وہ ہر لحاظ سے عاجز ہیں اگر تم میں ذرہ بھر بھی عقل ہوتی تو تم کبھی بھی ان کی عبادت نہ کرتے۔

بَلْ قَالُوا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُونَ ﴿۸۱﴾ قَالُوٓا ءَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَإِنَّا

بلکہ انہوں نے کہا مثل اسی کے جو کہا تھا پہلوں نے ○ انہوں نے کہا، کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی اور ہڈیاں، کیا ہم

لَمَبْعُوثُونَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَآبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ

البتہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟ ○ البتہ تحقیق وعدہ دیئے گئے ہیں ہم، ہم اور ہمارے باپ دادا بھی یہی اس سے پہلے،

اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٨٣﴾

نہیں ہیں یہ مگر (قصے) کہانیاں پہلے لوگوں کی ○

﴿ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴾ ”بلکہ انہوں نے بھی ایسی ہی بات کہی جو پہلوں نے کہی تھی۔“ یعنی یہ مکذبین بھی انہی راہوں پر چل پڑے جن پر ان سے پہلے زندگی بعد موت کی تکذیب کرنے والے گامزن تھے' زندگی بعد موت کو بہت بعید سمجھتے تھے اور کہا کرتے تھے: ﴿ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴾ ”کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے' تو کیا ہم زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے؟“ یعنی ان کے زعم باطل کے مطابق اس کا تصور کیا جا سکتا ہے نہ یہ بات عقل میں آ سکتی ہے۔

﴿ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ ﴾ یعنی ہمارے ساتھ ہمیشہ سے یہ وعدہ کیا جاتا رہا ہے کہ قیامت آئے گی' ہمیں اور ہمارے آباء و اجداد کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور ہم نے تو اسے نہیں دیکھا اور نہ آئندہ ہی وہ آئے گی۔ ﴿ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ یہ تو محض قصے کہانیاں ہیں جو کھیل کے طور پر بیان کی جاتی ہیں ورنہ ان کی کوئی حقیقت نہیں۔

وہ جھوٹ کہتے ہیں...... اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے...... اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی نشانیوں کا مشاہدہ کروایا جو قیامت کے برپا ہونے سے بھی بڑی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ ﴾ (المؤمن: ٥٧/٤٠) ”آسمانوں اور زمین کی تخلیق یقیناً انسان کی تخلیق سے زیادہ بڑا کام ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴾ (یٰس: ٧٨/٣٦) ”وہ ہمارے لئے مثالیں بیان کرتا ہے اور اپنی تخلیق کو بھول جاتا ہے اور کہتا ہے ان ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جبکہ یہ بوسیدہ ہو کر مٹی بن چکی ہوں گی۔“ اور فرمایا: ﴿ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ﴾ (الحج: ٥/٢٢) ”تو زمین کو دیکھتا ہے کہ وہ سوکھی پڑی ہے' ہم نے اس پر پانی برسایا تو وہ لہلہا اٹھی اور پھول گئی۔“

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٤﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ

آپ کہہ دیجئے! کس کیلئے ہے زمین اور جو (مخلوق) اس میں ہے اگر ہو تم جانتے؟ ○ ضرور کہیں گے وہ اللہ ہی کیلئے ہے۔ کہہ دیجئے!

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿٨٦﴾

کیا پس نہیں نصیحت حاصل کرتے تم؟ ○ کہہ دیجئے! کون ہے رب ساتوں آسمانوں کا اور رب عرش عظیم کا؟ ○

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٨٧﴾ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ

ضرور کہیں گے وہ اللہ ہی کیلئے ہے' کہہ دیجئے! کیا پس نہیں ڈرتے تم؟ ○ کہہ دیجئے! کون ہے جسکے ہاتھ میں ہے بادشاہی ہر چیز کی، اور وہی پناہ دیتا ہے

وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾

اور نہیں پناہ دی جاسکتی اسکے مقابلے میں اگر ہو تم جانتے؟ ○ ضرور کہیں گے وہ، اللہ ہی کیلئے ہے، کہہ دیجئے! پس کہاں سے جادو کیے جاتے ہو تم؟ ○

یعنی زندگی بعد الموت اور آخرت کی تکذیب کرنے والوں سے' جو اللہ تعالیٰ کے ہمسر اور شریک ٹھہراتے ہیں' توحید ربوبیت کو جس کا وہ اقرار اور اثبات کرتے ہیں' توحید الوہیت اور توحید عبادت پر دلیل بناتے ہوئے' اسی طرح بڑی بڑی مخلوقات کی تخلیق کے اثبات کو' مرنے کے بعد زندگی کے اعادہ پر' جو کہ اس سے آسان تر ہے' برہان ٹھہراتے ہوئے' کہیے! ﴿ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ ﴾ یعنی زمین' اور زمین کی تمام مخلوقات' حیوانات' نباتات' جمادات' سمندروں' دریاؤں اور پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا' ان کا مالک کون ہے اور کون ان کی تدبیر کرتا ہے؟

اگر آپ ان سے اس بارے میں سوال کریں تو وہ یہی جواب دیں گے ''صرف اللہ''! جب وہ اس حقیقت کا اقرار کرلیں تو آپ ان سے کہیے! ﴿ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ یعنی کیا تم اس چیز کی طرف رجوع نہیں کرتے جس کی یاد دہانی تمہیں اللہ تعالیٰ نے کروائی ہے جس کا تمہیں علم ہے جو تمہاری فطرت میں راسخ ہے البتہ اعراض بسا اوقات اسے ذہن سے غائب کر دیتا ہے...... حقیقت یہ ہے کہ اگر تم مجرد تھوڑے سے غور و فکر کے ذریعے سے' اپنی اس یاد دہانی کی طرف رجوع کرو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس تمام کائنات کا مالک ہی اکیلا معبود ہے اور وہ ہستی جو مملوک ہے' اس کی الوہیت سب سے بڑا باطل ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ اس سے بھی بڑی دلیل کی طرف منتقل ہوتا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ ﴾ ''کہہ دیجیے سات آسمانوں کا رب کون ہے؟'' اور ان کے اندر ستاروں' سیاروں' کواکب اور ثوابت کا رب کون ہے؟ ﴿ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴾ ''اور عرش عظیم کا رب کون ہے'' جو تمام مخلوقات سے زیادہ بلند' سب سے وسیع اور سب سے بڑا ہے؟ وہ کون ہے جس نے اس پورے نظام کی تخلیق کی پھر اس کی تدبیر کی اور وہ مختلف تدابیر کے ذریعے سے ان میں تصرف کرتا ہے؟ ﴿ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ﴾ یعنی وہ اس حقیقت کا اقرار کریں گے کہ ان سب کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے جب وہ اس کا اقرار کرلیں تو ان سے کہیے! ﴿ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾ ''کیا پس تم (عاجز اور بے بس مخلوق کی عبادت سے) بچتے کیوں نہیں؟'' اس کے برعکس تم رب عظیم کی عبادت سے' جو کامل قدرت اور عظیم قوت کا مالک ہے' دور بھاگتے ہو۔ اس آیت کریمہ میں خطاب کا ایسا اسلوب ہے جو لطف و کرم پر مبنی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ اور ﴿ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾ میں نظر آتا ہے' نیز اس میں وعظ و نصیحت کا ایسا پیرایہ ہے جو انتہائی دلکش ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے اس امر کے اقرار کی طرف منتقل ہوتا ہے جو ان سب سے زیادہ عمومیت کا حامل ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ یعنی عالم علوی اور عالم سفلی میں جو کچھ ہمیں نظر آتا ہے اور جو کچھ ہمیں نظر نہیں آتا ان سب کی بادشاہی کس کے ہاتھ میں ہے؟ (اَلْمَلَكُوْت) اقتدار اور بادشاہی کے لئے

مبالغے کا صیغہ ہے۔

﴿وَهُوَ يُجِيرُ﴾ ''وہ شر سے پناہ دیتا ہے'' اپنے بندوں کو ان کی تکلیفوں کو دور کرتا ہے اور ان چیزوں سے ان کو محفوظ کرتا ہے جو انہیں ضرر پہنچاتی ہیں ﴿وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ﴾ کسی کی قدرت میں نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی کو پناہ دے سکے اور نہ کوئی اس شر اور تکلیف کو دور کر سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دیا ہو بلکہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے کسی کو سفارش کرنے کی بھی مجال نہیں۔

﴿سَيَقُولُونَ لِلَّهِ﴾ یعنی وہ اس حقیقت کا اقرار کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا مالک ہے، وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ ﴿قُلْ﴾ جب وہ اس حقیقت کا اقرار کریں تو الزامی طور پر ان سے کہہ دیجئے! ﴿فَأَنَّىٰ تُسْحَرُونَ﴾ ''پھر تم کہاں سے جادو کر دیے جاتے ہو؟'' یعنی پھر تمہاری عقل کہاں ماری جاتی ہے کہ تم ان ہستیوں کی عبادت کرنے لگے جن کے بارے میں تم خود جانتے ہو کہ وہ کسی چیز کی مالک نہیں، اقتدار میں ان کا کوئی حصہ نہیں اور وہ ہر لحاظ سے عاجز اور بے بس ہیں اور تم نے مالک عظیم، قادر مطلق اور تمام امور کی تدبیر کرنے والے کے لئے اخلاص کو ترک کر دیا۔ اس لئے وہ عقل جس نے اس غیر معقول کام کی طرف تمہاری راہ نمائی کی ہے، سحر زدہ ہونے کے سوا کچھ نہیں۔ بلا شبہ شیطان نے ان کی عقل پر جادو کر دیا ہے اس نے ان کے سامنے شرک کو مزین کر کے خوبصورت بنا کر دکھایا، حقائق کو بدل ڈالا اور یوں ان کی عقلوں پر جادو کر دیا جس طرح جادوگر لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیتے ہیں۔

بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٩٠﴾ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ

بلکہ لائے ہیں ہم ان کے پاس حق اور بلا شبہ وہ البتہ جھوٹے ہیں ○ نہیں بنائی اللہ نے کوئی اولاد اور نہ ہے اس کے ساتھ

مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ

کوئی (اور) معبود ہی (اگر ہوتا تو) اس وقت البتہ لے جاتا ہر معبود اس چیز کو جو اس نے پیدا کی اور البتہ چڑھائی کرتا بعض انکا اوپر بعض کے، پاک ہے اللہ

عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿٩١﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٩٢﴾

ان (باتوں) سے جو وہ بیان کرتے ہیں ○ جاننے والا ہے غیب اور حاضر کا، پس وہ برتر ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے بلکہ ہم ان جھٹلانے والوں کے پاس حق لے کر آئے ہیں جو خبر میں صدق اور امر و نہی میں عدل کو متضمن ہے۔ ان کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ حق کا اعتراف نہیں کرتے حالانکہ حق اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کی اتباع کی جائے؟ ان کے پاس جھوٹ اور ظلم کے سوا کوئی ایسی چیز نہیں جو حق کا بدل بن سکے، اس لئے فرمایا: ﴿وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ﴾ ''اور وہ سخت جھوٹے ہیں۔''

﴿مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَٰهٍ﴾ ''اللہ کی کوئی اولاد ہے نہ اس کے ساتھ کوئی معبود ہے۔'' یعنی

یہ سب جھوٹ ہے جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں نے آگاہ فرمایا ہے اور جسے عقل صحیح خوب پہچانتی ہے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے دو معبودوں کے ممتنع ہونے پر عقلی دلیل کی طرف توجہ دلائی ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ اِذًا ﴾ ''اس وقت۔'' یعنی اگر ان کے زعم باطل کے مطابق اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود بھی ہوں ﴿ لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ ﴾ یعنی دونوں معبود ایک دوسرے کو نیچا دکھانے اور ایک دوسرے پر غالب آنے کے لئے اپنی اپنی مخلوق کو لے کر الگ ہو جاتے۔ ﴿ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ﴾ ''اور ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتا۔'' پس جو غالب ہوتا وہی معبود ہوتا۔ اس قسم کی کھینچا تانی میں وجود کائنات کا باقی رہنا ممکن نہیں تھا اور نہ اس صورت حال میں کائنات کے اس عظیم انتظام کا تصور کیا جا سکتا ہے جسے دیکھ کر عقل حیرت میں گم ہو جاتی ہے۔ اس کا اندازہ سورج، چاند، ایک جگہ قائم رہنے والے ستاروں اور سیاروں کے درمیان باہمی نظم کو دیکھ کر کرو! جب سے ان کو پیدا کیا گیا ہے یہ ایک خاص ترتیب اور ایک خاص نظام کے مطابق چل رہے ہیں، اس بے کراں کائنات کے تمام سیارے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے مسخر ہیں، اس کی حکمت تمام مخلوق کی ضروریات و مصالح کے مطابق ان کی تدبیر کرتی ہے، ان میں کوئی ایک دوسرے پر منحصر نہیں۔ آپ اس نظام کائنات میں، اس کے کسی ادنیٰ سے تصرف میں بھی کوئی خلل دیکھیں گے نہ تناقض اور تعارض۔ کیا دو معبودوں کے انتظام کے تحت اس قسم کے نظام کا تصور کیا جا سکتا ہے؟ ﴿ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴾ ''اللہ پاک ہے ان چیزوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔'' یہ تمام کائنات اپنی زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے اور اپنی مختلف اشکال کے ذریعے سے سمجھا رہی ہے کہ اس کی تدبیر کرنے والا الٰہ ایک ہے جو کامل اسماء و صفات کا مالک ہے تمام مخلوقات، اس کی ربوبیت و الوہیت میں اس کی محتاج ہے۔ جس طرح اس کی ربوبیت کے بغیر مخلوقات کا کوئی وجود ہے نہ اس کو کوئی دوام، اسی طرح صرف اسی کی عبادت اور صرف اسی کی اطاعت کے بغیر مخلوقات کے لئے کوئی صلاح ہے نہ اس کا کوئی قوام۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک نمونے کے ذریعے سے اپنی صفات مقدسہ کی عظمت کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے اور وہ ہے اس کا علم محیط، چنانچہ فرمایا: ﴿ عٰلِمِ الْغَيْبِ ﴾ یعنی وہ تمام واجبات، مستحیلات اور ممکنات کو جاننے والا ہے جو ہماری نظروں اور ہمارے علم سے اوجھل ہیں ﴿ وَالشَّهَادَةِ ﴾ اور وہ ان امور کو بھی جانتا ہے جن کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں۔ ﴿ فَتَعٰلٰى ﴾ وہ بہت بلند اور بہت بڑا ہے ﴿ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ ''ان ہستیوں سے جن کو وہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔'' کہ جن کے پاس کوئی علم نہیں سوائے اس علم کے جو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے۔

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۴﴾

آپ کہہ دیجئے! اے میرے رب! اگر تو دکھلا دے مجھے وہ جو وعدہ دیئے جاتے ہیں وہ ○ اے میرے رب! پس نہ کرنا مجھے ظالم لوگوں میں ○

وَاِنَّا عَلٰۤى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾

اور بلاشبہ ہم اس (بات) پر، کہ ہم دکھلائیں آپ کو وہ (عذاب) جس کا وعدہ کر رہے ہیں ہم ان سے، البتہ قادر ہیں ○

چونکہ اللہ تعالیٰ نے حق کی تکذیب کرنے والوں پر اپنے عظیم دلائل و براہین قائم کر دیئے مگر انہوں نے ان دلائل کی طرف التفات کیا نہ ان کے سامنے سر تسلیم خم کیا اس لیئے ان پر عذاب واجب ہو گیا اور ان پر عذاب نازل ہونے کی دھمکی دے دی گئی اور اللہ تعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ وہ یوں کہیں: ﴿قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ﴾ یعنی اے رب! تو جس وقت بھی ان پر ٹوٹنے والا عذاب مجھے دکھائے اور میری موجودگی میں تو یہ عذاب لائے ﴿رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''تو اے میرے رب! تو مجھے ظالموں میں سے نہ کرنا۔'' یعنی اے میرے رب! مجھ پر رحم فرما مجھے ان گناہوں سے بچالے جو تیری ناراضی کے موجب ہیں اور جن کے ذریعے سے تو نے ان کفار کو آزمائش میں مبتلا کیا ہے۔ اے میرے رب! مجھے اس عذاب سے بھی بچالے جو ان پر نازل ہوگا کیونکہ عذاب عام جب نازل ہوتا ہے تو نیک اور بد سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ عذاب کے قریب ہونے کے بارے میں فرماتا ہے: ﴿وَاِنَّا عَلٰٓي اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ﴾ ''اور ہم اس بات پر کہ ہم آپ کو وہ (عذاب) دکھا دیں جس کا وعدہ ہم ان سے کرتے ہیں' یقیناً قادر ہیں۔'' لیکن اگر ہم اس عذاب کو مؤخر کرتے ہیں تو کسی حکمت کی بناپر' ورنہ ہم اس عذاب کو واقع کرنے کی پوری پوری قدرت رکھتے ہیں۔

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَقُلْ رَّبِّ

ٹالئے ساتھ اس (طریقے) کے کہ وہ اچھا ہے، برائی کو۔ ہم خوب جانتے ہیں اسکو جو وہ بیان کرتے ہیں ○ اور کہیں، اے میرے رب!

اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٩٧﴾ۙ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿٩٨﴾

میں تیری پناہ میں آتا ہوں وسوسوں سے شیطانوں کے ○ اور میں تیری پناہ میں آتا ہوں اے میرے رب! اس سے کہ وہ حاضر ہوں میرے پاس ○

یہ ان مکارم اخلاق میں سے ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حکم دیا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ﴾ ''دور کریں برائی کو اس طریقے سے جو احسن ہو۔'' یعنی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن قول و فعل کے ذریعے سے آپ کے ساتھ برائی سے پیش آئیں تو آپ ان کے ساتھ برائی سے پیش نہ آئیں' ہر چند کہ برائی کا بدلہ اسی قسم کی برائی سے دینا جائز ہے مگر آپ ان کے برے سلوک کے بدلے میں' ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آئیں یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے برا سلوک کرنے والے پر احسان ہے۔

اس میں فائدہ یہ ہے کہ حال اور مستقبل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے برائی میں تخفیف ہوگی۔ آپ کا یہ حسن سلوک آپ کے ساتھ برائی سے پیش آنے والے کو حق کی طرف لانے میں زیادہ ممد ثابت ہوگا۔ آپ کا حسن سلوک برائی سے پیش آنے والے کو ندامت' تاسف اور توبہ کے ذریعے سے بدسلوکی سے رجوع کرنے کے زیادہ قریب لے آئے گا۔ معاف کرنے والے کو احسان کی صفت سے متصف ہونا چاہیے' اس سے وہ اپنے دشمن شیطان پر غلبہ

حاصل کرتا ہے اور رب کریم کی طرف سے ثواب کا مستحق قرار پاتا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ﴾ (الشوریٰ: ۴۲/ ۴۰) ''جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کر لے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔'' اور فرمایا: ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ○ وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ﴾ (حٰمٓ السجدة: ۴۱/ ۳۴' ۳۵) ''آپ برائی کو ایسی نیکی کے ذریعے سے روکیے جو بہترین ہو تب آپ دیکھیں گے کہ وہ شخص' جس کی آپ کے ساتھ عداوت ہے' آپ کا جگری دوست بن جائے گا اور یہ صفت نصیب نہیں ہوتی (یعنی خلق جمیل کی توفیق) مگر ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں اور اس صفت سے بہرہ مند نہیں ہوتے مگر وہ لوگ جو بہت بڑے نصیب کے مالک ہیں۔''

﴿نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ﴾ ''ہم خوب جانتے ہیں جو وہ بیان کرتے ہیں۔'' یعنی ان باتوں کو جو کفر اور تکذیب حق کو متضمن ہیں ہمارے علم نے ان کی باتوں کا احاطہ کر رکھا ہے۔ ہم نے ان کے بارے میں حلم سے کام لیا' ہم نے ان کو مہلت دی اور ہم نے ان کے بارے میں صبر کیا ہے۔ حق ہمارے لیے ہے اور ان کی تکذیب بھی ہماری طرف لوٹتی ہے۔ اے محمد! (ﷺ) آپ کے لئے مناسب یہ ہے کہ آپ ان کی اذیت ناک باتوں پر صبر کریں اور ان سے حسن سلوک سے پیش آئیں انسانوں کی طرف سے برے سلوک کے مقابلے میں بندۂ مومن کا یہی وظیفہ ہے۔ رہی شیاطین کی بدسلوکی تو ان کے ساتھ حسن سلوک کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ شیاطین تو اپنے گروہ کے لوگوں کو دعوت دیتے ہی اس لئے ہیں کہ وہ جہنم میں جھونکے جانے والوں میں شامل ہو جائیں۔ پس شیطان کی بدسلوکی کے مقابلے میں بندۂ مومن کا وظیفہ وہ ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی راہ نمائی فرمائی ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ﴾ یعنی میں اپنی قدرت وقوت سے براءت کا اظہار کر کے تیری قدرت وقوت کی پناہ پکڑتا ہوں۔ ﴿مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ○ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ﴾ یعنی میں اس شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو ان شیاطین سے ملنے جلنے کی وجہ سے مجھے لاحق ہو سکتا ہے' نیز میں ان کی وسوسہ اندازی اور ایذارسانی سے تیری پناہ کا طلب گار ہوں اور میں اس شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو ان کی موجودگی اور ان کی وسوسہ اندازی کے باعث مجھے لاحق ہو سکتا ہے۔

یہ استعاذہ ہر قسم کے شر اور اس کی اصل سے پناہ طلبی ہے اس میں شیطان کی در اندازی' اس کا وسوسہ اور اس کی ایذارسانی وغیرہ سب داخل ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی دعا قبول کر کے اسے شیطان کے شر سے پناہ دے دیتا ہے تو بندہ ہر شر سے محفوظ و مصئون ہو جاتا ہے اور اسے ہر بھلائی کی توفیق عطا ہو جاتی ہے۔

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ

حتی کہ جب آ گئی ایک کو ان میں سے موت تو کہے گا' اے میرے رب! واپس لوٹا دے مجھے ○ تاکہ میں عمل کروں صالح دنیا میں جسے میں چھوڑ آیا'

كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (١٠٠)

ہرگز نہیں، بے شک یہ ایک بات ہے، وہ کہنے والا ہے اسے اور انکے آگے ایک پردہ ہے اس دن تک کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ بدکردار اور ظالم لوگوں کے ان لمحات کا حال بیان فرماتا ہے جب موت ان کے سامنے آتی ہے۔ جب وہ اپنے انجام کو دیکھتے ہیں اور اپنے اعمالِ بد کا مشاہدہ کرتے ہیں تو اس حال میں وہ سخت نادم ہوتے ہیں تو وہ دنیا میں واپس لوٹنے کی خواہش کرتے ہیں' اس کی لذات سے متمتع اور اس کی شہوات سے مستفید ہونے کی خاطر نہیں' بلکہ وہ صرف یہ کہتے ہیں: ﴿لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ﴾ ''شاید کہ میں نیک عمل کروں اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں۔'' یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں جو کوتاہی کی اور نیک اعمال کو ترک کیا شاید ان نیک اعمال کو سرانجام دے سکوں۔ ﴿كَلَّا﴾ ''ہرگز نہیں'' یعنی اب وہ دنیا میں واپس لوٹ سکیں گے نہ ان کو مہلت عطا ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ وہ دنیا میں واپس نہیں جائیں گے۔ ﴿اِنَّهَا﴾ یعنی ان کی وہ بات جس میں وہ دنیا میں واپس جانے کی تمنا کرتے ہیں ﴿كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا﴾ مجرد زبان سے نکلی ہوئی بات ہے جو اپنے قائل کو حسرت وندامت کے سوا کچھ فائدہ نہ دے گی...... علاوہ بریں وہ اس میں بھی سچا نہیں ہے کیونکہ اگر اسے دنیا میں واپس بھیج بھی دیا جائے تو دوبارہ وہی کام کرے گا جن سے اس کو روکا گیا تھا۔

﴿وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ ''اور ان کے سامنے برزخ ہے ان کے دوبارہ اٹھائے جانے تک۔'' (بَـرْزَخ) دو چیزوں کے درمیان رکاوٹ کو کہا جاتا ہے۔ یہاں وہ حجاب مراد ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان حائل ہے۔ اس برزخ میں اللہ تعالیٰ کے مطیع بندے نعمتوں سے سرفراز ہوں گے اور نافرمانوں کو عذاب دیا جائے گا موت کی ابتدا یعنی ان کو قبروں میں رکھے جانے سے لے کر قیامت کے روز دوبارہ اٹھائے جانے کے وقت تک۔ پس ان کو چاہئے کہ وہ اس کے لئے تیاری اور اس کا سامان کریں۔

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ (١٠١) فَمَنْ

پس جب پھونکا جائے گا صور میں، تو نہ قرابت داریاں رہیں گی انکے درمیان اس دن اور نہ وہ ایک دوسرے سے سوال کریں گے ○ پس وہ شخص

ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (١٠٢) وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ

کہ بھاری ہو گئے پلڑے اسکے تو وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں ○ اور وہ شخص کہ ہلکے ہو گئے پلڑے اس (کی نیکیوں) کے تو وہی لوگ ہیں

الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ (١٠٣) تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ

جنہوں نے خسارے میں رکھا اپنے آپ کو، جہنم میں وہ ہمیشہ رہیں گے ○ جلا ڈالے گی ان کے چہروں کو آگ اور وہ

فِيْهَا كٰلِحُوْنَ (١٠٤) اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ (١٠٥)

اس میں بدشکل ہوں گے ○ (کہا جائے گا) کیا نہیں تھیں آیتیں میری تلاوت کی جاتیں تم پر، پس تھے تم ان کو جھٹلاتے؟ ○

قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ (١٠٦) رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا

وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! غالب آ گئی ہم پر ہماری بدبختی اور تھے ہم لوگ گمراہ ○ اے ہمارے رب! تو نکال ہمیں اس سے،

فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ (١٠٧) قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ (١٠٨) اِنَّهٗ كَانَ

پس اگر دوبارہ کریں ہم تو بلاشبہ ہم ظالم ہوں گے ○ اللہ کہے گا، ذلیل وخوار پڑے رہو اسی میں، اور مت کلام کرو مجھ سے ○ بے شک تھا

فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ

ایک فریق میرے بندوں میں سے وہ کہتے تھے، اے ہمارے رب! ایمان لائے ہم، سو بخش دے تو ہمیں اور رحم فرما تو ہم پر، اور تو سب سے بہتر

الرّٰحِمِيْنَ (١٠٩) فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ

رحم کرنے والا ہے ○ پس کرتے تھے تم ان سے مسخری، یہاں تک کہ بھلا دیا تھا انہوں نے تمہیں میرا ذکر اور تھے تم ان سے

تَضْحَكُوْنَ (١١٠) اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (١١١) قٰلَ

ہنستے ○ بلاشبہ میں نے جزا دی ہے انہیں آج بوجہ اسکے جو انہوں نے صبر کیا، کہ بے شک وہی لوگ ہی کامیاب ہیں ○ اللہ کہے گا

كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ (١١٢) قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ

کتنی (مدت) ٹھہرے تم زمین میں (باعتبار) شمار کرنے کے سالوں کے؟ ○ وہ کہیں گے، ٹھہرے ہم ایک دن یا کچھ حصہ دن کا، پس پوچھ لے تو

الْعَآدِّيْنَ (١١٣) قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (١١٤)

شمار کرنے والوں سے ○ اللہ کہے گا نہیں ٹھہرے تم مگر تھوڑا سا وقت، کاش کہ بے شک ہوتے تم جانتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے روز کی ہولناکیوں اور دل دہلا دینے والے مناظر کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے۔ جب انسانوں کو ان کی قبروں سے اٹھانے کے لئے صور پھونکا جائے گا اور تمام لوگوں کو ایک مقررہ مقام پر اکٹھا کیا جائے گا تو لوگ اس وقت ہول اور دہشت میں مبتلا ہوں گے وہ اپنے نسبی تعلق تک کو بھول جائیں گے جو کہ سب سے زیادہ طاقتور تعلق ہوتا ہے۔ جب ایسا ہوگا تو نسب کے علاوہ تعلقات تو زیادہ آسانی سے بھول جائیں گے اور نفسانفسی کے اس عالم میں کوئی کسی کا حال نہیں پوچھے گا۔ کسی کو علم نہیں ہوگا کہ آیا اسے نجات مل جائے گی یا نہیں' ایسی نجات کہ اس کے بعد بدبختی قریب نہیں بھٹکے گی؟ یا وہ ایسی بدبختی سے دوچار ہوگا کہ اس کے بعد کبھی خوش بختی سے بہرہ مند نہیں ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۢ بِبَنِيْهِ ○ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ○ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ○ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ يُنْجِيْهِ﴾ (المعارج: ٧٠/١١-١٤) ''اس دن مجرم چاہے گا کہ اس دن کے عذاب کے بدلے میں سب کچھ دے دے یعنی اپنے بیٹوں' بیوی' بھائی اور اپنے خاندان کو جو اسے پناہ دیتا تھا اور زمین کی ہر چیز فدیہ میں دے کر عذاب سے نجات حاصل کر لے۔'' اور جیسا کہ ارشاد ہے۔ ﴿فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ○ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ

اَخِيْهِ○ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ○ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ○ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ﴾ (عبس: ۸۰/ ۳۳-۳۷) ’’جب قیامت برپا ہوگی تو اس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا‘ اپنی ماں اور باپ سے بیوی اور بیٹوں سے دور بھاگے گا۔ اس روز ہر شخص اپنی ہی فکر میں مبتلا ہوگا جو اسے دوسروں سے بے پروا کر دے گی۔‘‘ قیامت کے روز بعض مقامات ایسے ہوں گے جو شدید کرب ناک اور سخت تکلیف دہ ہوں گے جیسے میزان عدل کا مقام جہاں بندے کے اعمال کا وزن کیا جائے گا اور نہایت عدل و انصاف سے دیکھا جائے گا کہ اس کے نیک اور بد اعمال کیا ہیں اور اس وقت نیکی اور بدی کا ذرہ بھر وزن بھی ظاہر ہو جائے گا۔

﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ﴾ پس جس کی نیکیوں کا پلڑا برائیوں کے پلڑے سے جھک جائے گا ﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ’’تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔‘‘ یعنی یہی لوگ جہنم سے نجات حاصل کریں گے اور جنت کے استحقاق سے بہرہ ور ہوں گے اور ثنائے جمیل سے سرفراز ہوں گے ﴿وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ﴾ اور جس کی برائیوں کا پلڑا نیکیوں کے پلڑے سے بھاری ہوگا اور اس کے پلڑے پر برائیاں چھا جائیں گی۔ ﴿فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ﴾ ’’پس یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا۔‘‘ اس خسارے کی نسبت دنیا کا بڑے سے بڑا خسارہ بھی بہت معمولی ہے۔ یہ بہت بڑا اور ناقابل برداشت خسارہ ہے جس کی تلافی ممکن ہی نہیں۔ یہ ابدی خسارہ اور دائمی بدبختی ہے اس نے اپنے شرف کے حامل نفس کو خسارے میں مبتلا کر دیا جس کے ذریعے سے وہ ابدی سعادت حاصل کر سکتا تھا۔ پس اس نے اپنے رب کریم کے پاس ابدی نعمتوں کو ہاتھ سے گنوا دیا۔ ﴿فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ﴾ ’’وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔‘‘ وہ ابدالآباد تک اس سے نہیں نکلیں گے۔ یہ وعید‘ جیسا کہ ہم گزشتہ سطور میں ذکر کر چکے ہیں‘ اس شخص کے لئے ہے جس کی برائیاں اس کی نیکیوں پر چھا گئی ہوں گی اور ایسا شخص کافر ہی ہو سکتا ہے۔ اس طرح اس کا حساب اس شخص کے حساب کی مانند نہیں ہوگا جس کی نیکیوں اور برائیوں دونوں کا وزن ہوگا کیونکہ کفار کے پاس تو کوئی نیکی ہی نہیں ہوگی۔ البتہ ان کی بداعمالیوں کو اکٹھا کر کے شمار کیا جائے گا۔ وہ ان بداعمالیوں کا مشاہدہ اور ان کا اقرار کریں گے اور رسوائی اٹھائیں گے۔

رہا وہ شخص جو بنیادی طور پر مومن ہے مگر اس کی برائیوں کا پلڑا نیکیوں کے پلڑے کے مقابلے میں جھکا ہوا ہوگا..... تو وہ اگرچہ جہنم میں داخل ہوگا مگر وہ اس میں ہمیشہ نہیں رہے گا جیسا کہ کتاب و سنت کی نصوص اس پر دلالت کرتی ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کے برے انجام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ﴿تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ﴾ ’’جھلسائے گی ان کے چہروں کو آگ۔‘‘ یعنی آگ انہیں ہر جانب سے ڈھانپ لے گی حتیٰ کہ ان کے تمام قابل شرف و احترام اعضاء کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی آگ کے شعلے ان کے چہروں سے ٹکڑے ہو ہو کر گریں گے۔ ﴿وَهُمْ

﴿فِيْهَا كٰلِحُوْنَ﴾ ''اور وہ اس میں بدشکل ہوں گے۔'' شدت عذاب کی وجہ سے ان کے چہرے بگڑ جائیں گے اور ان کے ہونٹ اوپر کی طرف سکڑ جائیں گے۔

زجر و توبیخ اور ملامت کے طور پر ان سے کہا جائے گا: ﴿اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ﴾ ''کیا میری آیتوں کی تم پر تلاوت نہیں کی جاتی تھی؟'' ان آیات کے ذریعے سے تمہیں دعوت دی گئی کہ تم ایمان لے آؤ اور آیات تمہارے سامنے پیش کی گئیں تاکہ تم غور کرو ﴿فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ﴾ پس تم ظلم اور عناد کی وجہ سے ان آیات کو جھٹلاتے تھے حالانکہ یہ واضح آیات تھیں جو حق اور باطل پر دلالت کرتی تھیں اور اہل حق اور اہل باطل کو کھول کھول کر بیان کرتی تھیں۔

یہ اس وقت اپنے ظلم کا اقرار کریں گے جب اقرار کوئی فائدہ نہ دے گا۔ ﴿قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا﴾ کہیں گے ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی جس نے ظلم، حق سے روگردانی، ضرر رساں امور کو اختیار کرنے اور فائدہ مند امور کو ترک کرنے سے جنم لیا۔ ﴿وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ﴾ ''اور ہم گمراہ لوگ تھے۔'' یعنی اپنے عمل میں گمراہ تھے اگرچہ وہ جانتے تھے کہ وہ ظالم ہیں، یعنی ہم نے دنیا میں اس طرح کام کیے جس طرح گمراہ، بیوقوف اور حیران و سرگرداں لوگ کام کرتے ہیں۔ جس طرح ایک اور آیت میں ان کا قول نقل ہوا ہے۔ ﴿وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ (الملك: ۱۰/۶۷) ''اور کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو جہنمیوں میں سے نہ ہوتے۔''

﴿رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ﴾ ''اے ہمارے رب! ہمیں اس سے نکال لے، پھر اگر ہم یہی کام کریں تو یقیناً ظالم ہوں گے۔'' وہ اپنے اس وعدے میں بھی جھوٹے ہیں کیونکہ تب بھی ان کا حال وہی ہو گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ﴾ (الانعام: ۲۸/۶) ''اور اگر ان کو دنیا میں لوٹا دیا جائے تو دوبارہ وہی کام کریں گے جن سے ان کو منع کیا گیا ہے۔'' اللہ تبارک و تعالیٰ نے کوئی حجت باقی نہیں رکھی بلکہ ان کے تمام عذر منقطع کر دیے اور دنیا میں ان کو اس نے اتنی عمریں دیں کہ اس میں نصیحت پکڑنے والے نصیحت پکڑ لیتے ہیں اور مجرم جرم سے باز آ جاتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمائے گا: ﴿اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ﴾ ''پھٹکارے ہوئے اسی میں پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔'' اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ کلام...... ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں...... علی الاطلاق بہت بڑا قول ہے جو مجرموں کو ناکامی، زجر و توبیخ، ذلت، خسارے، ہر بھلائی سے مایوسی اور ہر شر کی بشارت کے طور پر سننے کو ملے گا۔ یہ کلام اور رب رحیم کا غیظ و غضب جہنم کے عذاب سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کا وہ حال بیان کیا ہے جس نے ان کو عذاب تک پہنچایا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ ''میرے بندوں میں سے کچھ لوگ تھے جو کہتے تھے، اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے، پس تو

ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما' اور تو سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔'' پس انہوں نے ایمان کو' جو اعمال صالحہ کا تقاضا کرتا ہے' اپنے رب سے مغفرت اور رحمت کی دعا کو' اس کی ربوبیت کے توسل کو' ایمان عنایت کرنے میں اس کی نوازش کو' اس کی بے پایاں رحمت کو اور احسان کو جمع کر دیا۔ یہ آیت کریمہ ضمناً اہل ایمان کے خشوع و خضوع' اپنے رب کے حضور ان کی فروتنی' ان کے خوف الٰہی اور اللہ تعالیٰ سے پر امیدی پر دلالت کرتی ہے۔

پس یہ لوگوں کے سردار اور اصحاب فضیلت ہیں ﴿فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ﴾ ''لیکن تم نے ان کو بنا لیا۔'' اے حقیر اور ناقص العقل کافرو! ﴿سِخْرِيًّا﴾ ''مذاق (کا موضوع)'' یعنی تم ان کے ساتھ استہزاء کرتے تھے اور ان کے ساتھ حقارت سے پیش آتے تھے حتیٰ کہ تم انہیں بیوقوف سمجھتے تھے ﴿حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ﴾ ''یہاں تک کہ (اس شغل نے) تمہیں میری یاد ہی بھلا دی اور تم ان سے مذاق کرتے رہے۔'' اہل ایمان کے ساتھ استہزاء میں ان کی مشغولیت' ان کے لئے ذکر کو بھلا دینے کی موجب ہوئی' جیسے ذکر کو فراموش کر دینا ان کو تمسخر و استہزاء پر آمادہ کرتا رہا۔ پس دونوں امور ایک دوسرے کے لئے معاون بنے رہے۔ کیا اس جرأت سے بڑھ کر کوئی جرأت ہے؟

﴿اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا﴾ میں نے آج ان کو اپنی اطاعت کرنے اور تمہاری اذیتوں کو برداشت کرنے کا بدلہ دیا ہے' حتیٰ کہ وہ مجھ تک پہنچ گئے۔ ﴿اَنَّهُمْ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ﴾ ''بے شک وہی لوگ کامیاب ہیں۔'' یعنی دائمی نعمتیں اور جہنم سے چھٹکارا پا کر کامیاب ہوئے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ ایک اور آیت کریمہ میں فرماتا ہے: ﴿فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ﴾ (المطففین: ۸۳/ ۳٤) ''آج وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں کافروں پر ہنسیں گے۔''

﴿قٰلَ﴾ اللہ تعالیٰ ملامت کے اسلوب میں ان سے کہے گا۔ یہ اسلوب اس لئے بھی ہوگا کیونکہ وہ بیوقوف تھے انہوں نے اس تھوڑی سی مدت میں ہر برائی کا ارتکاب کیا جو اس کے غضب اور عقاب کا باعث بنتی ہے۔ انہوں نے ان نیکیوں کا اکتساب نہ کیا جن کا اکتساب اہل ایمان نے کیا تھا جو ان کے لئے دائمی سعادت اور ان کے رب کی رضا کی باعث بنیں۔ ﴿كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ۝ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ﴾ ''تم زمین میں کتنے برس رہے' وہ کہیں گے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔'' ان کا یہ کلام' ان کے دنیا میں رہنے' اس سے فائدہ اٹھانے کے بارے میں بہت ہی کم اندازے پر مبنی ہے مگر یہ اس کی مقدار کو کوئی فائدہ دیتی ہے نہ اس کی تعیین کرتی ہے۔ اس لئے وہ کہیں گے۔ ﴿فَسْـَٔلِ الْعَاۗدِّيْنَ﴾ یعنی اس کی تعداد کا حساب کتاب رکھنے والوں سے پوچھ لیجئے۔ وہ خود تو اب ایک شغل اور اس کے عدد کی معرفت سے غافل کر دینے والے عذاب میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: ﴿اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''نہیں ٹھہرے تم مگر بہت کم۔'' خواہ تم اس کی تعداد کا تعین کرو یا نہ کرو

تمہارے لئے برابر ہے۔ ﴿لَوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ”کاش تمہیں علم ہوتا۔“

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿١١٥﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ

کیا گمان کیا تھا تم نے یہ کہ پیدا کیا ہم نے تمہیں بے فائدہ، اور یہ کہ بے شک تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے؟ ○ پس برتر ہے اللہ،

الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿١١٦﴾

بادشاہ سچا، نہیں کوئی (اور) معبود سوائے اس کے، (وہ) رب ہے عرش کریم کا ○

﴿اَفَحَسِبْتُمْ﴾ یعنی اے مخلوق! ”کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے“ کہ ﴿اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا﴾ ”بلا شبہ ہم نے تمہیں بے فائدہ اور باطل پیدا کیا ہے“ کہ تم کھاؤ، پیو، زمین پر اکڑ کر چلو اور دنیا کی لذتوں سے متمتع ہوتے رہو اور ہم تمہیں یونہی چھوڑ دیں گے۔ ہم تمہیں کسی چیز کا حکم دیں گے نہ تمہیں منع کریں گے، تمہیں ثواب عطا کریں گے نہ تمہیں عذاب دیں گے؟ اس لئے فرمایا: ﴿وَاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾ ”اور یہ کہ تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے؟“ یہ بات تمہارے دل ہی میں نہ آئے۔

﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ﴾ یعنی اس گمان باطل سے اللہ بہت بڑا اور بلند تر ہے جو اس کی حکمت میں قادح ہے۔ ﴿الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ﴾ ”وہ حقیقی بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی عرش کریم کا رب ہے۔“ اس کا تمام مخلوق کا مالک ہونا حق ہے وہ اپنے صدق، اپنے وعدہ اور وعید میں حق ہے، وہ محبوب اور معبود ہے کیونکہ وہ ہر کمال کا مالک ہے۔ ﴿رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ﴾ ”وہ عرش کریم کا رب ہے۔“ پھر اس سے کم تر مخلوق کا تو بدرجہ اولیٰ رب ہے۔ یہ چیز مانع ہے اس سے کہ وہ تمہیں عبث پیدا کرے۔

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ

اور جو کوئی پکارے ساتھ اللہ کے معبود کسی اور کو کہ نہیں کوئی دلیل اسکے لئے اس (بات) کی تو یقیناً حساب اس کا اسکے رب کے پاس ہے، بلاشبہ

لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿١١٧﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿١١٨﴾ ع ۶

نہیں فلاح پائیں گے کافر ○ اور آپ کہیں، اے میرے رب! تو بخش دے اور رحم فرما، اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے ○

یعنی جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر اللہ کو پکارتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی دلیل اور برہان نہیں جو اس کے اس مذہب کی صحت پر دلالت کرتی ہو۔ یہ ایک الزامی قید ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی غیر اللہ کو پکارتا ہے اس کے پاس کوئی دلیل ہوتی ہی نہیں بلکہ تمام دلائل و براہین اس کے مذہب کے بطلان پر دلالت کرتے ہیں، مگر اس نے ظلم اور عناد کی بناء پر ان سے روگردانی کی۔ پس یہ شخص جب اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے برے اعمال کا بدلہ دے گا اسے فلاح میں سے کچھ حاصل نہیں ہوگا، کیونکہ وہ کافر ہے۔ ﴿اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ”بلاشبہ، کافر فلاح نہیں پاتے۔“ پس ان کے کفر نے ان کو فلاح سے محروم کر دیا۔

﴿وَقُلْ﴾ دین کو اپنے رب کے لئے خالص کر کے اسے پکارتے ہوئے کہہ دیجیے! ﴿رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ﴾ اے میرے رب! ہمیں بخش دے یہاں تک کہ ہمیں ناپسندیدہ چیزوں سے بچا اور ہم پر رحم فرما تاکہ تو ہمیں اپنی بے پایاں رحمت کے ساتھ ہر بھلائی کی منزل تک پہنچا دے۔ ﴿وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ ”اور تو سب رحم کرنے والوں میں سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔“ پس اللہ تعالیٰ بندے پر رحم کرنے والی ہر ہستی سے زیادہ رحیم ہے ماں اپنی اولاد کے لئے جس قدر رحیم و شفیق ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اس سے بھی زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ بلکہ انسان اپنے آپ پر جس قدر رحم کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ رحیم ہے۔

تفسیر سُوْرَةُ النُّوْرِ

سُوْرَةُ النُّوْرِ
(۲۴) مَدَنِيَّةٌ (۱۰۲)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ۶۴
رُكُوْعَاتُهَا ۹

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ①

(یہ) سورت ہے، نازل کیا ہے ہم نے اسے اور فرض کیا ہم نے اسکو، اور نازل کیں ہم نے اس میں آیتیں واضح تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ○

﴿سُوْرَةٌ﴾ یعنی یہ عظیم القدر سورت ﴿اَنْزَلْنٰهَا﴾ ”ہم نے اسے (بندوں پر رحمت کے طور پر) نازل کیا“ اور ہر شیطان سے اس کو محفوظ رکھا ﴿وَفَرَضْنٰهَا﴾ یعنی ہم نے اس میں حدود اور شہادات کا ضابطہ وغیرہ مقرر کیا ﴿وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ﴾ اور ہم نے اس میں جلیل القدر احکام، اوامر و نواہی اور عظیم الشان حکمتیں نازل کیں ﴿لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ یعنی جس وقت ہم تمہارے سامنے یہ احکام بیان کریں اور ہم تمہیں ان امور کی تعلیم دیں جن کا تمہیں علم نہیں تھا تب شاید تم نصیحت پکڑو۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے وہ احکام بیان کرنا شروع کیے جن کی طرف گزشتہ آیت کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے

چنانچہ فرمایا:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۠ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا

بدکار عورت اور بدکار مرد، پس تم مارو ہر ایک کو ان دونوں میں سے سو سو کوڑے، اور نہ پکڑے تمہیں ان دونوں کے حق میں

رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ

شفقت اللہ کے دین (پر عمل کرنے) میں اگر ہو تم ایمان رکھتے ساتھ اللہ اور دن آخرت کے، اور چاہیے کہ حاضر ہو

عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ②

ان دونوں کی سزا کو ایک گروہ مومنوں میں سے ○

آیت میں مذکور یہ حکم غیر شادی شدہ زانی اور زانیہ کے لئے ہے کہ ان کو سو سو کوڑے مارے جائیں۔ البتہ شادی شدہ زنا کار ہو تو سنت صحیحہ مشہورہ دلالت کرتی ہے کہ اس کی حد رجم (یعنی سنگسار کرنا) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بات سے منع کیا ہے کہ زنا کار مرد و زن پر حد جاری کرتے وقت ہم میں رحم و شفقت کا ایسا جذبہ پیدا ہو جو ہمیں ان پر حد قائم کرنے سے روک دے۔ خواہ یہ رحم طبعی ہو یا قرابت یا دوستی وغیرہ کی وجہ سے ہو۔ ایمان اس رحم کی نفی کا موجب ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کو قائم کرنے سے مانع ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی حقیقی رحمت تو زانی پر حد نافذ کرنے میں ہے۔

اگر زانی پر تقدیر کا فیصلہ جاری ہونے پر ہمیں رحم آئے تو یہ اور بات ہے مگر نفاذ حد کے پہلو سے ہمیں اس پر رحم نہیں آنا چاہیے' نیز اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ زنا کاروں پر حد جاری کرتے وقت اہل ایمان کی ایک جماعت موجود ہو تاکہ حد کا نفاذ مشتہر ہو' مجرموں کی رسوائی ہو' مجرم اس گھناؤنے جرم سے باز رہیں اور لوگ بالفعل نفاذ حد کا مشاہدہ کریں' کیونکہ شریعت کے احکام کے بالفعل مشاہدے سے شریعت کا علم زیادہ پختہ اور اس کا فہم راسخ ہو جاتا ہے اور مشاہدہ کرنے والا منزلِ صواب کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ پس اس میں کوئی اضافہ کیا جاتا ہے نہ کمی۔ واللہ اعلم.

اَلزَّانِیۡ لَا یَنۡکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوۡ مُشۡرِکَۃً ۫ وَّ الزَّانِیَۃُ لَا یَنۡکِحُہَاۤ اِلَّا زَانٍ

بدکار مرد نہیں نکاح کرتا مگر بدکار یا مشرک عورت ہی سے' اور بدکار عورت، نہیں نکاح کرتا اس سے مگر زانی

اَوۡ مُشۡرِکٌ ۚ وَ حُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۳﴾

یا مشرک مرد ہی، اور حرام کر دیا گیا ہے یہ (زنا کاروں سے نکاح کرنا) اوپر مومنوں کے ○

اس آیت کریمہ میں زنا کی رذالت اور قباحت کا بیان ہے کہ یہ فعل بدفاعل اور اس کے ساتھ میل جول رکھنے والے لوگوں کی عزت پر ایسا دھبہ لگا دیتا ہے جو دیگر گناہوں سے نہیں لگتا۔ اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ زانی مرد صرف زنا کار عورت ہی سے نکاح کرے۔ اس کا حال ایسی ہی عورت کے حال سے مناسبت رکھتا ہے یا مشرک عورت اس کے مناسب حال ہے جو یوم آخرت اور جزا و سزا پر ایمان رکھتی ہے نہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا التزام کرتی ہے۔

اسی طرح زانیہ عورت سے صرف زانی مرد یا مشرک ہی نکاح کرے۔ ﴿ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے اسے مومنوں پر حرام ٹھہرا دیا ہے''یعنی یہ کہ وہ کسی عفت مآب عورت کا زنا کار مرد کے ساتھ نکاح کریں یا عفت مآب مرد کسی زنا کار عورت کو اپنے نکاح میں لائے۔ اس آیت کریمہ کا معنی یہ ہے کہ وہ مرد یا عورت جو زنا میں ملوث ہے اور اس نے اس بدکاری سے توبہ نہیں کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحریم کے باوجود' اس کے ساتھ نکاح کرنے والا' دو میں سے ایک امر سے خالی نہیں۔ یا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا التزام نہیں کرتا اور یہ صرف مشرک شخص کا وتیرہ ہے یا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کا التزام کرتا ہے اور زنا کار کے زنا کا

علم رکھنے کے باوجود اس کے ساتھ عفت مآب عورت کے نکاح کا اقدام کرتا ہے تو ایسا نکاح زنا ہے اور نکاح کرنے والا زنا کا مرتکب ہے۔ اگر وہ سچا مومن ہوتا تو کبھی بھی یہ کام نہ کرتا۔ یہ آیت کریمہ زانیہ عورت کے ساتھ نکاح کی تحریم پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔ اسی طرح زانی کے ساتھ نکاح کی تحریم پر دلیل ہے کیونکہ میاں بیوی کا ایک دوسرے کے ساتھ رہنا سب سے بڑی مقارنت ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ﴾ (الصّٰٓفّٰت: ۲۲/۳۷) ’’وہ لوگ جو ظلم کرتے تھے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو اکٹھا کرو۔‘‘ یعنی ان کے جلیسوں کو۔

چونکہ اس میں بہت بڑا شر ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس نکاح کو حرام ٹھہرا دیا ہے۔ اس سے غیرت میں کمی واقع ہوتی ہے۔ خاوند کے ساتھ ایسی اولاد کا الحاق ہوتا ہے جو درحقیقت اس کی نہیں۔ نیز وہ دوسری عورتوں کے ساتھ مشغول ہونے کے سبب عفت سے محروم رہتا ہے۔ یہ آیت کریمہ صریحاً دلالت کرتی ہے کہ زنا کار مومن نہیں ہوتا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ’’جب زانی زنا کا ارتکاب کرتا ہے تو اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا......‘‘① پس وہ اگرچہ مشرک بھی نہیں ہوتا تاہم وہ اسم مدح سے موسوم نہیں ہوتا جو کہ ایمان مطلق ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ
اور وہ لوگ جو تہمت لگاتے ہیں پاک دامن عورتوں پر، پھر نہیں لاتے وہ چار گواہ، پس تم مارو انہیں اسی
جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ④ اِلَّا الَّذِيْنَ
کوڑے اور نہ قبول کرو تم ان کی شہادت (گواہی) کبھی بھی، اور یہ لوگ، وہی ہیں فاسق ○ مگر وہ لوگ جنہوں نے
تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑤
توبہ کی بعد اس کے اور اصلاح کر لی، پس بلاشبہ اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ○

چونکہ کوڑوں کی سزا کے وجوب کی وجہ سے زانی کے معاملہ کو بڑی اہمیت دی گئی ہے نیز اگر وہ شادی شدہ ہے تو رجم بہت بڑا معاملہ ہے اسی طرح زانی کے ساتھ ہم نشینی اور اس سے اختلاط کسی بھی لحاظ سے جائز نہیں جس سے بندہ شر سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی عزت و ناموس پر زنا کی تہمت لگانے کو بہت بڑا اقدام قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ﴾ یعنی وہ لوگ جو پاک باز عورتوں پر بہتان لگاتے ہیں اسی طرح پاک باز مردوں پر بہتان طرازی کرتے ہیں۔ دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ یہاں بہتان سے

---

① صحیح البخاری، المظالم، باب النھبی بغیر اذن صاحبہ، ح ۲۴۷۵ و صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان نقصان الإیمان بالمعاصی......، ح: ۵۷

مراد سیاق کے اعتبار سے زنا کا الزام لگانا ہے۔ ﴿ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا﴾ ''پھر نہ پیش کر سکیں وہ'' یعنی اس پر جو انہوں نے بہتان لگایا ﴿بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ﴾ ''چار گواہ'' یعنی چار عادل مرد جو نہایت صراحت کے ساتھ زنا کی گواہی دیں۔ ﴿فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً﴾ ''تو انہیں (ایک متوسط کوڑے کے ساتھ) اَسی (۸۰) کوڑے مارو'' جن سے بہتان لگانے والے کو تکلیف پہنچے مگر کوڑے کی سختی اتنی زیادہ نہ ہو جس سے اس کی جان چلی جائے کیونکہ کوڑے لگانے سے مقصود تادیب ہے نہ کہ جان لینا۔ اس آیت کریمہ میں بہتان لگانے کی حد کا تعین ہے۔ البتہ یہ حد اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ جس پر بہتان لگایا گیا ہے وہ مومن اور پاک دامن ہو اور اگر وہ پاک دامن نہ ہو تو بہتان لگانے والے پر حد نہیں لگائی جائے گی یہ چیز صرف تعزیر کی موجب ہے۔

﴿وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا﴾ یہ ایک اور سزا ہے یعنی بہتان طرازی کرنے والے کی گواہی قابل قبول نہیں خواہ اس پر قذف کی حد جاری کیوں نہ کر دی گئی ہو۔ جب تک کہ وہ بہتان طرازی سے توبہ نہ کرے۔ جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آئے گا۔ ﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ ''یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جانے والے ہیں'' اور جن کا شر بہت زیادہ ہے۔ یہ سزا اس لئے دی گئی ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے محارم کا ارتکاب کیا اور اپنے بھائی کی ہتک عزت کی اور لوگوں کو اس کے بارے میں بڑھ چڑھ کر باتیں بنانے کا موقع فراہم کیا اور اس قذف کے ذریعے سے وہ اس اخوت کو زائل کرنے کا باعث بنا جو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے مابین قائم کی تھی اور اس نے چاہا کہ اہل ایمان میں فواحش پھیل جائیں۔ یہ آیت کریمہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قذف گناہ کبیرہ ہے۔

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ یہاں توبہ سے مراد یہ ہے کہ بہتان طرازی کرنے والا خود اپنی تکذیب کرے یعنی وہ اس بات کا اقرار کرے کہ اس نے جھوٹا الزام لگایا تھا اپنی تکذیب کرنا اس پر واجب ہے اگرچہ اس کو زنا کے وقوع کا یقین ہو مگر وہ چار گواہ مہیا نہ کر سکے تب بھی اس الزام کی تردید کرنا اس پر واجب ہے۔ اگر بہتان طرازی کرنے والا توبہ کر کے اپنے عمل کی اصلاح کر لے اور برائی کی بجائے بھلائی کو وتیرہ بنا لے تو اس کا فسق زائل ہو جائے گا اور صحیح مذہب ہے کہ اس کی شہادت بھی قابل قبول ہے کیونکہ جو کوئی توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے وہ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

بہتان لگانے والے کو اس صورت میں کوڑے مارے جائیں گے جب وہ چار گواہ مہیا نہ کر سکے اور جس پر اس نے بہتان لگایا ہے وہ اس کی بیوی نہ ہو۔ اگر جس پر اس نے بہتان لگایا ہے وہ اس کی بیوی ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس صورت حال کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ

اور وہ لوگ جو تہمت لگاتے ہیں اپنی بیویوں پر اور نہیں ہیں ان کیلئے گواہ (اس پر) مگر وہ خود ہی، پس گواہی ایک کی ان میں سے،

اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ ٦ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ

چار بار گواہیاں ہیں ساتھ اللہ کی قسم کے کہ بے شک وہ شخص البتہ سچوں میں سے ہے○ اور پانچویں (مرتبہ) یہ کہ بے شک لعنت ہے اللہ کی اس پر

اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ ٧ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ

اگر ہو وہ شخص جھوٹوں میں سے○ اور ٹال دے گی اس عورت سے سزا یہ کہ گواہی دے وہ عورت چار گواہیاں ساتھ اللہ کی قسم کے،

اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ ٨ ۙ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ

بلاشبہ وہ شخص البتہ جھوٹوں میں سے ہے○ اور پانچویں (مرتبہ) یہ کہ بے شک غضب ہو اللہ کا اس (عورت) پر اگر ہو وہ (مرد)

مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ ٩ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝ ١٠

سچوں میں سے○ اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر اور رحمت اسکی، اور یہ کہ بلاشبہ اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، حکمت والا ہے (تو جھوٹوں کو سزا ملتی)○

بیوی پر زنا کا الزام لگانے کی صورت میں شوہر کی چار گواہیاں اسے قذف کی حد سے بچا سکتی ہیں کیونکہ غالب حالات میں شوہر بیوی پر زنا کا بہتان نہیں لگاتا جس سے اس کی بیوی کے ساتھ ساتھ اس کی اپنی شخصیت بھی عیب دار ہوتی ہے سوائے اس صورت میں کہ جب وہ الزام لگانے میں سچا ہو۔

نیز شوہر کا اس بارے میں حق ہے اور اسے اس بات کا بھی خوف ہوتا ہے کہ کہیں ایسی اولاد کا اس سے الحاق نہ ہو جائے جو اس کی نہیں ہے' نیز اس میں بعض دیگر حکمتیں بھی ہیں جو دوسرے احکام میں موجود نہیں ہیں۔ اس لئے فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ﴾ ''اور وہ جو تہمت لگائیں اپنی بیویوں پر'' یعنی لونڈیوں پر نہیں بلکہ آزاد عورتوں پر' جو بیویاں ہوں ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ﴾ ''اور نہ ہوں ان کے لیے'' اس الزام پر ﴿شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ﴾ ''اپنے سوا کوئی اور گواہ'' جنہیں وہ اپنے اس الزام پر اپنا گواہ بنا سکیں۔ ﴿فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''تو ان میں سے ایک کی گواہی، چار گواہیاں دینی ہیں اللہ کی کہ وہ سچا ہے۔'' (یعنی اپنی سچائی پر چار قسمیں کھائے) اللہ تعالیٰ نے ان قسموں کو (شہادت) کہا ہے کیونکہ یہ قسمیں گواہوں کے قائم مقام ہیں' قسمیں اٹھانے والا یہ الفاظ کہتا ہے: ''میں اللہ کو گواہ بنا کر گواہی دیتا ہوں کہ' میں نے جو الزام لگایا ہے' میں اس میں سچا ہوں۔'' ﴿وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ''پانچویں مرتبہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو' اگر وہ جھوٹا ہو۔'' یعنی ان گواہیوں کو موکد بنانے کے لئے' ان مذکورہ گواہیوں کے ساتھ پانچویں مرتبہ اپنے لیے لعنت کی بددعا کرے۔ جب لعان مکمل ہو جائے تو اس سے قذف کی حد ساقط ہو جائے گی۔ آیات کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شخص جس کے ساتھ اس نے اپنی بیوی کے ملوث ہونے کا الزام لگایا ہے تبعاً اس کا حق بھی ساقط ہو جائے

گا۔ (یعنی اس کی طرف سے بھی اس خاوند پر حد قذف نہیں لگائی جائے گی۔)

شوہر کے لعان کرنے اور بیوی کے لعان کرنے سے گریز کرنے پر، کیا بیوی پر حد جاری کی جائے گی، یا اس کو قید کیا جائے گا؟ اس بارے میں اہل علم کی دو آراء ہیں۔ وہ رائے جس کی تائید دلیل کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس پر حد قائم کی جائے گی، جیسے فرمایا: ﴿ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴾ ''اور اس عورت کا چار مرتبہ اللہ کی قسمیں کھا کر، یہ کہنے سے کہ وہ (خاوند) جھوٹا ہے، اس سے سزا کو ٹال دے گا۔''

یہاں اگر ''عذاب'' سے مراد وہ حد نہ ہوتی جو شوہر کے لعان کی وجہ سے واجب ہوئی ہے تو عورت کا لعان اس عذاب کو ہٹا نہ سکتا اور عورت سے عذاب کو دور کر دیا جائے گا جب وہ شوہر کی گواہیوں کا اسی جیسی گواہیوں کے ذریعے سے مقابلہ کرے گی ﴿ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴾ ''وہ چار مرتبہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہے گی کہ اس کا خاوند جھوٹا ہے۔'' اور پانچویں گواہی میں، جو ان چار گواہیوں کو موکد بنانے کے لئے ہے، اپنے لئے اللہ تعالیٰ کے غضب کی دعا کرے گی۔ پس جب اس طرح ان کے مابین لعان مکمل ہو جائے گا تو ہمیشہ کے لئے ان کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا جائے گا اور شوہر سے بچے کے نسب کی نفی ہو جائے گی۔

آیات کریمہ کا ظاہر دلالت کرتا ہے کہ مرد اور عورت کی طرف سے لعان انہی مذکورہ الفاظ اور ترتیب سے مشروط ہے، ان میں کمی بیشی یا ردوبدل جائز نہیں، نیز لعان صرف شوہر کے ساتھ مختص ہے، جب وہ اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے، مگر اس کی بیوی ایسا نہیں کر سکتی۔ لعان کے لئے بچے میں مشابہت معتبر نہیں، جس طرح ''فراش'' (یعنی نکاح) کی موجودگی میں معتبر نہیں، مشابہت تو صرف وہاں معتبر ہے جہاں مشابہت کے سوا کوئی اور ترجیح دینے والی چیز نہ ہو، تو وہاں مشابہت یقیناً معتبر ہوگی۔

﴿ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ﴾ شرط کا جواب محذوف ہے، جس پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا تم پر فضل نہ ہوتا تو دونوں لعان کرنے والوں میں سے جھوٹے پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو جاتا جس کی اس نے دعا کی تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل ہے کہ اس نے یہ حکم نازل فرمایا جو میاں بیوی کے ساتھ مختص ہے کیونکہ اس حکم کی سخت ضرورت تھی، نیز اس نے تمہارے سامنے زنا اور قذف کی قباحت اور شدت کو واضح کیا اور اس نے ان کبیرہ گناہوں سے توبہ کو مشروع فرمایا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ

بے شک وہ لوگ جو گھڑ لائے ہیں جھوٹ (بہتان) ایک گروہ ہے تم ہی میں سے نہ گمان کرو تم اسے برا اپنے لئے بلکہ وہ بہتر ہے تمہارے لئے

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ

واسطے ہر شخص کے ان میں سے (سزا ہے اس کی) جو کمایا اس نے گناہ سے، اور وہ شخص جس نے اٹھایا بڑا بوجھ اس (گناہ) کا ان میں سے، اس کیلئے

عَذَابٌ عَظِيۡمٌ (۱۱) لَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ ظَنَّ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ بِاَنۡفُسِهِمۡ خَيۡرًا ۙ

عذاب عظیم ہے ○ کیوں نہیں، جب سنا تم نے اسکو، خیال کیا مومن مردوں اور مومنہ عورتوں نے اپنے دلوں میں نیک؟ (خیال)

وَّقَالُوۡا هٰذَاۤ اِفۡكٌ مُّبِيۡنٌ (۱۲) لَوۡلَا جَآءُوۡ عَلَيۡهِ بِاَرۡبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذۡ لَمۡ يَاۡتُوۡا

اور (کیوں نہیں) کہا انہوں نے یہ تو جھوٹ (بہتان) ہے ظاہر؟ ○ کیوں نہیں لائے وہ اس (الزام) پر چار گواہ؟ پس جب نہیں لائے وہ

بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنۡدَ اللّٰهِ هُمُ الۡكٰذِبُوۡنَ (۱۳) وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ

گواہ تو وہی لوگ اللہ کے ہاں جھوٹے ہیں ○ اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر اور اس کی رحمت

فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمۡ فِىۡ مَاۤ اَفَضۡتُمۡ فِيۡهِ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ۖۚ (۱۴) اِذۡ تَلَقَّوۡنَهٗ

دنیا اور آخرت میں تو البتہ پہنچتا تمہیں اس بارے میں کہ مشغول ہوئے تم اس (بات) میں، عذاب عظیم ○ جب ایک دوسرے سے لیتے تھے تم اسکو

بِاَلۡسِنَتِكُمۡ وَتَقُوۡلُوۡنَ بِاَفۡوَاهِكُمۡ مَّا لَيۡسَ لَكُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ وَّتَحۡسَبُوۡنَهٗ هَيِّنًا ۖ

ساتھ اپنی زبانوں کے اور کہتے تھے تم ساتھ اپنے مونہوں کے وہ (بات) کہ نہیں تھا تمہیں اسکا کوئی علم، اور گمان کرتے تھے تم اسے معمولی،

وَّهُوَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَظِيۡمٌ (۱۵) وَلَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ قُلۡتُمۡ مَّا يَكُوۡنُ لَنَاۤ اَنۡ نَّتَكَلَّمَ

جبکہ وہ اللہ کے ہاں بہت بڑی (بات) ہے ○ اور کیوں نہیں جب سنا تم نے اس کو، کہا تم نے نہیں لائق ہمارے یہ کہ کلام کریں ہم

بِهٰذَا ۖ سُبۡحٰنَكَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِيۡمٌ (۱۶) يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنۡ تَعُوۡدُوۡا لِمِثۡلِهٖۤ اَبَدًا

ساتھ اس بات کے، پاک ہے تو (اے اللہ!) یہ تو بہتان ہے، بہت ہی بڑا ○ نصیحت کرتا ہے تمہیں اللہ اس سے کہ دوبارہ کرو تم اس جیسی بات کبھی بھی،

اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۚ (۱۷) وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الۡاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ (۱۸) اِنَّ الَّذِيۡنَ

اگر ہو تم مومن ○ اور بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لئے آیتیں (اپنی) اور اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے ○ بلاشبہ وہ لوگ جو

يُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِيۡعَ الۡفَاحِشَةُ فِى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۙ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ ؕ

پسند کرتے ہیں یہ کہ پھیلے بے حیائی ان لوگوں میں جو ایمان لائے، ان کیلئے عذاب ہے نہایت دردناک دنیا میں اور آخرت میں

وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ (۱۹) وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ وَاَنَّ

اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ○ اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر اور اس کی رحمت، (تو وہ عذاب دے دیتا) اور بلاشبہ

اللّٰهَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ۧ (۲۰) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّيۡطٰنِ ؕ وَمَنۡ

النصف

اللہ نہایت شفقت کرنے والا رحم کرنیوالا ہے ○ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ پیروی کرو تم قدموں کی شیطان کے اور جو

يَّتَّبِعۡ خُطُوٰتِ الشَّيۡطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاۡمُرُ بِالۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡكَرِ ؕ وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ

پیروی کرتا ہے شیطان کے قدموں کی، پس بلاشبہ وہ حکم کرتا ہے بے حیائی اور برے کام ہی کا، اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا

عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنۡكُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّىۡ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ

تم پر اور اس کی رحمت، تو نہ پاک ہوتا تم میں سے کوئی ایک بھی کبھی، اور لیکن اللہ پاک کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ㉑ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى

خوب سنتا، جانتا ہے ○ اور نہ قسم کھائیں فضل والے تم میں سے اور وسعت والے اس (بات) سے کہ وہ دیں (اپنے مال) قرابت داروں

وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ

اور مسکینوں، اور ہجرت کرنے والوں کو اللہ کی راہ میں، اور چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا نہیں پسند کرتے تم یہ کہ

يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ㉒ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ

بخش دے اللہ تمہیں؟ اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنیوالا ہے ○ بلاشبہ وہ لوگ جو (زنا کی) تہمت لگاتے ہیں پاک دامن،

الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ㉓ يَّوْمَ تَشْهَدُ

بے خبر، مومن عورتوں پر، ملعون ہیں وہ دنیا اور آخرت میں، اور ان کے لئے عذاب عظیم ہے ○ جس دن شہادت دیں گی

عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ㉔ يَوْمَىِٕذٍ يُّوَفِّيْهِمُ

ان پر (ان کے خلاف) ان کی زبانیں، اور انکے ہاتھ اور انکے پیر ساتھ اسکے جو تھے وہ عمل کرتے ○ اس دن پورا دے گا انہیں

اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ㉕ اَلْخَبِيْثٰتُ

اللہ بدلہ ان کا پورا پورا ہی، اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ، وہی حق ہے (حق کو) بیان کرنے والا ○ ناپاک عورتیں

لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ

ناپاک مردوں کیلئے ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لئے ہیں، اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کیلئے ہیں، اور پاکیزہ مرد

لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰۗىِٕكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ㉖ ۳ ع ۹

پاکیزہ عورتوں کیلئے ہیں یہ (پاکیزہ) لوگ بری ہیں ان سے جو وہ (خبیث لوگ انکی بابت) کہتے ہیں، ان کیلئے بخشش ہے اور رزق عزت والا ○

چونکہ گزشتہ سطور میں اللہ تعالیٰ نے زنا کے بہتان کی برائی کا عمومی ذکر فرمایا وہ گویا اس بہتان کا مقدمہ ہے جو دنیا کی افضل ترین خاتون' ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لگایا گیا۔ یہ آیات کریمہ مشہور قصہ افک کے بارے میں نازل ہوئیں۔ بہتان کا یہ واقعہ تمام صحاح' سنن اور مسانید میں صحت کے ساتھ منقول ہے۔

اس تمام قصہ کا حاصل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ میں تھے' آپ کے ساتھ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ ان کا ہار ٹوٹ کر کہیں گر گیا' وہ اس کی تلاش میں رک گئیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساربان آپ کے اونٹ اور ہودج سمیت لشکر کے ساتھ کوچ کر گئے اور ان کو ہودج میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عدم موجودگی کا علم نہ ہوا اور لشکر کوچ کر گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہار کی تلاش کے بعد واپس اس جگہ پہنچیں تو لشکر موجود نہ تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم تھا کہ جب لشکر والے انہیں ہودج میں مفقود پائیں گے تو واپس لوٹیں گے۔ پس انہوں نے اپنا سفر جاری رکھا اور صفوان بن معطل سُلَمی رضی اللہ عنہ افاضل صحابہ میں شمار

ہوتے ہیں انہوں نے لشکر کے آخری لوگوں کے ساتھ رات کے آخری حصے میں پڑاؤ کیا اور سوتے رہ گئے تھے۔ انہوں نے حضرت عائشہ ؓ کو دیکھا تو پہچان لیا حضرت صفوان ؓ نے اپنی سواری بٹھائی اور حضرت عائشہ ؓ کو اس پر سوار کرایا۔ انہوں نے حضرت عائشہ ؓ سے کوئی بات کی نہ حضرت عائشہ ؓ نے ان سے کوئی بات کی، پھر وہ حضرت عائشہ ؓ کی سواری کی مہار پکڑے دوپہر کے وقت جبکہ لشکر بھی پڑاؤ کے لئے اتر چکا تھا، پڑاؤ میں پہنچ گئے۔

پس جب منافقین میں سے، جو اس سفر میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھے، کسی نے حضرت صفوان ؓ کو اس حالت میں حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کے ساتھ آتے دیکھا تو اس نے بہتان طرازی کی خوب اشاعت کی، بات پھیل گئی، زبانیں ایک دوسرے سے اخذ کرتی چلی گئیں یہاں تک کہ بعض مخلص مومن بھی دھوکہ کھا گئے اور وہ بھی بات پھیلانے کے مرتکب ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ پر طویل مدت تک وحی نازل نہ ہوئی بہت مدت کے بعد حضرت عائشہ ؓ کو منافقین کے بہتان کا علم ہوا اس پر انہیں شدید صدمہ پہنچا، چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت عائشہ ؓ کی براءت میں یہ آیات کریمہ نازل فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نصیحت فرمائی اور ان کو مفید وصیتوں سے سرفراز کیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ ﴾ ’’وہ لوگ جو نہایت قبیح جھوٹ گھڑ کر لائے ہیں۔‘‘ اس سے مراد وہ بہتان ہے جو ام المومنین سیدہ عائشہ ؓ پر لگایا گیا۔ ﴿ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ﴾ اے مومنو! بہتان طرازی کرنے والا گروہ تمہاری ہی طرف منسوب ہے۔ ان میں کچھ لوگ سچے مومن بھی ہیں مگر منافقین کے بہتان کو پھیلانے سے دھوکہ کھا گئے۔ ﴿ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ﴾ ’’تم اس کو اپنے لیے برا مت سمجھو، بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔‘‘ کیونکہ یہ ام المومنین حضرت عائشہ ؓ کی براءت ان کی پاک دامنی اور ان کی تعظیم و توقیر کے اعلان کو متضمن ہے حتیٰ کہ یہ عمومی مدح تمام ازواج مطہرات کو شامل ہے۔ نیز اس میں ان آیات کا بھی بیان ہے بندے جن کے محتاج ہیں اور جن پر قیامت تک عمل ہوتا رہے گا۔ پس یہ سب کچھ بہت بڑی بھلائی ہے۔ اگر بہتان طراز منافقین نے بہتان نہ لگایا ہوتا تو یہ خیر عظیم حاصل نہ ہوتی اور جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لئے سبب پیدا کر دیتا ہے، اسی لئے اس کا خطاب تمام مومنین کے لئے عام ہے نیز اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اہل ایمان کا ایک دوسرے پر عیب لگانا خود اپنے آپ پر عیب لگانے کے مترادف ہے۔ ان آیات کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اہل ایمان آپس میں محبت و مودت، ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی اور باہم نرمی کا رویہ رکھنے اور اپنے مصالح میں اکٹھے ہونے کے لحاظ سے جسد واحد کی مانند ہیں اور ایک مومن دوسرے مومن کے لئے عمارت کی مانند ہے دونوں ایک دوسرے کی مضبوطی کا باعث ہیں۔ پس جیسے وہ چاہتا ہے کہ کوئی شخص اس کی عزت و

آبرو پر عیب نہ لگائے اسی طرح اس کو یہ بھی ناپسند ہونا چاہیے کہ کوئی شخص اپنے کسی بھائی کی عزت و ناموس پر عیب لگائے جو خود اس کے نفس کی مانند ہے۔ اگر بندہ اس مقام پر نہ پہنچے تو یہ اس کے ایمان کا نقص اور اس میں خیر خواہی کا نہ ہونا ہے۔

﴿ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ﴾ ''ان میں سے ہر آدمی کے لیے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا۔'' یہ ان لوگوں کے لئے وعید ہے جنہوں نے حضرت عائشہ طاہرہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا تھا اور انہیں عنقریب ان کی بہتان طرازی کی سزا دی جائے گی' چنانچہ ان میں سے کچھ لوگوں پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حد جاری فرمائی۔ ﴿ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ ﴾ ''جس نے اس کے بڑے حصے کو سرانجام دیا ہے۔'' یعنی وہ شخص جس نے بہتان کے اس واقعے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس سے مراد خبیث منافق' عبداللہ بن ابی ابن سلول (لَعَنَهُ اللّٰهُ) ہے۔ ﴿ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ ''اس کے لیے بڑا عذاب ہے۔'' اس سے مراد ہے کہ وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہمیشہ رہے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رہنمائی کی کہ جب وہ اس قسم کی بات سنیں تو انہیں کیا کرنا چاہیے' چنانچہ فرمایا: ﴿ لَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ﴾ ''کیوں نہیں' جب سنا تم نے اس (بہتان) کو گمان کیا مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنی جانوں کے ساتھ بھلائی کا۔'' یعنی مومنین ایک دوسرے کے بارے میں اچھا گمان رکھتے ہیں اور وہ ہے اس بہتان سے محفوظ ہونا جو ان منافقین نے گھڑا ہے۔ ان کا ایمان' ان کو اس بہتان طرازی سے روکتا ہے۔ ﴿ وَّقَالُوْا ﴾ ''اور وہ کہتے'' یعنی اس حسن ظن کی بنا پر: ﴿ سُبْحٰنَكَ ﴾ اے اللہ! تو برائی سے پاک اور منزہ ہے تو اپنے محبوب بندوں کو اس قسم کے قبیح امور میں مبتلا نہیں کرتا۔ ﴿ هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴾ ''یہ تو کھلا جھوٹ اور بہتان ہے۔'' اس کا جھوٹ اور بہتان ہونا' سب سے واضح اور سب سے بڑی بات ہے۔

بندہ مومن پر واجب ہے کہ جب وہ اپنے مومن بھائی کے بارے میں کوئی ایسی بات سنے تو اپنی زبان سے اس کی براءت کا اظہار اور اس قسم کا بہتان لگانے والے کی تکذیب کرے۔

﴿ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ﴾ یعنی یہ بہتان طراز اپنے بہتان پر چار عادل اور معتبر گواہ کیوں نہیں لائے۔ ﴿ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴾ ''پس جب وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ کے ہاں وہ جھوٹے ہیں۔'' اگر چہ انہیں اپنے بارے میں یقین ہی کیوں نہ ہو مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق وہ جھوٹے ہیں۔ (کیونکہ انہوں نے چار گواہ پیش نہیں کئے) اور اللہ تعالیٰ نے چار گواہوں کے بغیر ایسی بات منہ سے نکالنا حرام قرار دے دیا ہے۔ بناء بریں فرمایا: ﴿ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴾ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: (فَاُولٰئِکَ هُمُ الْکَاذِبُوْنَ) ''وہ جھوٹے ہیں'' یہ سب کچھ مسلمان کی عزت و ناموس کی حرمت کی بنا پر ہے۔ شہادت کے پورے نصاب کے بغیر' اس کی عزت و آبرو پر الزام لگانا جائز نہیں۔

﴿ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ﴾ ”اور اگر دنیا و آخرت میں (تمہارے دینی اور دنیاوی امور میں) تم پر اللہ تعالیٰ کا احسان اور اس کی رحمت سایہ کناں نہ ہوتی“ ﴿ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَاۤ اَفَضْتُمْ فِيْهِ ﴾ ”تو ضرور پہنچتا تمہیں اس بات کی وجہ سے جس کا چرچا تم نے کیا۔“ یعنی جس بہتان طرازی میں تم شریک ہوئے ہو ﴿ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ ”بہت بڑا عذاب۔“ کیونکہ تم اپنی بہتان طرازی کی بنا پر اس عذاب کے مستحق ہو گئے تھے مگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی بے پایاں رحمت تھی کہ اس نے تمہارے لیے توبہ مشروع کی اور عقوبت کو گناہوں سے پاک کرنے کا ذریعہ بنایا۔

﴿ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ ﴾ اور اس وقت کو یاد کرو جب تم اسے اپنی زبانوں سے نقل در نقل لے رہے تھے اور پھر یہ واقعہ بڑھا چڑھا کر ایک دوسرے کو سنا رہے تھے...... حالانکہ وہ باطل قول تھا۔ ﴿ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ﴾ ”اور تم اپنے مونہوں سے ایسی بات کہہ رہے تھے جس کا تمہیں علم ہی نہیں تھا۔“ دونوں امور حرام ہیں یعنی کلام باطل اور بغیر علم کے بات کرنا ﴿ وَتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ﴾ ”اور تم اس بات کو بہت معمولی سمجھ رہے تھے“ اہل ایمان میں سے جس کسی نے اس کا ارتکاب کیا اسی وجہ سے کیا' بعدازاں اس سے توبہ کی اور اس گناہ سے پاک ہوئے۔ ﴿ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴾ ”حالانکہ وہ اللہ کے ہاں بہت بڑی بات ہے۔“ اس آیت کریمہ میں بعض گناہوں کو معمولی اور حقیر سمجھ کر ان کا ارتکاب کرنے پر سخت زجر و توبیخ ہے۔ بندے کا گناہوں کو ہلکا شمار کرنا اس کو فائدہ نہیں دیتا اور نہ اس سے گناہ کی سزا میں کمی ہی کی جاتی ہے' بلکہ اس طرح گناہ دگنا چوگنا ہو جاتا ہے اور گناہ میں دوبارہ مبتلا ہونا اس کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔

﴿ وَلَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ﴾ یعنی اے مومنو! جب تم نے بہتان تراشوں کی یہ باتیں سنیں ﴿ قُلْتُمْ ﴾ تو تم نے اس بہتان کا انکار کرتے ہوئے اور اس کے معاملے کو بہت بڑا سمجھتے ہوئے کیوں نہ کہا؟ ﴿ مَّا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ﴾ اس واضح بہتان طرازی کے ساتھ کلام کرنا ہمارے لئے مناسب ہے نہ ہمارے لائق کیونکہ مومن کا ایمان اسے قبیح کاموں کے ارتکاب سے روکتا ہے۔ ﴿ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴾ ”یہ بہت بڑا جھوٹ ہے۔“

﴿ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا (روکتا) ہے کہ تم اہل ایمان پر بدکاری کے بہتان جیسے گناہ کا اعادہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے اور اس بارے میں تمہاری خیر خواہی کرتا ہے۔ ہمارے رب کے مواعظ اور نصائح کتنے اچھے ہیں۔ ہم پر فرض ہے کہ ہم انہیں قبول کریں' ان کے سامنے سر تسلیم خم کریں' ان کی پیروی کریں اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہمارے سامنے واضح کیا۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ﴾ (النساء: ٤/ ٥٨) ”اللہ تمہیں اچھی نصیحت کرتا ہے۔“ ﴿ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ ”اگر تم مومن ہو۔“ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ ایمان صادق' صاحب ایمان کو محرمات کے ارتکاب سے روکتا ہے۔

﴿ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ﴾ ’’اور اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں بیان کرتا ہے۔‘‘ جو احکامات‘ وعظ و نصیحت‘ زجر و توبیخ‘ اور ترغیب و ترہیب پر مشتمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان آیات کو خوب اچھی طرح واضح کرتا ہے۔ ﴿ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کامل علم والا ہے ﴿ حَكِيْمٌ ﴾ اور اس کی حکمت عام ہے‘ یہ اس کا علم اور اس کی حکمت ہے کہ اس نے اپنے علم میں سے تمہیں علم سکھایا‘ اگرچہ یہ علم ہر وقت تمہارے اپنے مصالح کی طرف لوٹتا ہے۔

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ ﴾ ’’جو لوگ بے حیائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں۔‘‘ یعنی جو چاہتے ہیں کہ قبیح امور کی اشاعت اور فواحش کا چلن ہو ﴿ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ ’’اہل ایمان میں‘ ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔‘‘ یعنی قلب و بدن کو سخت تکلیف دینے والا عذاب اور اس کا سبب یہ ہے کہ اس نے اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ دھوکہ کیا‘ ان کیلئے برا چاہا اور ان کی عزت و ناموس پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت کی۔

صرف فواحش کی اشاعت کی خواہش اور دل میں ان کی چاہت کی بنا پر اتنی بڑی وعید سنائی ہے‘ تو ان امور پر وعید کا کیا حال ہوگا جو اس سے زیادہ بڑے ہیں۔ مثلاً فواحش کا اظہار اور ان کو نقل کرنا‘ خواہ فواحش صادر ہوں یا صادر نہ ہوں۔

یہ تمام احکامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کے لئے رحمت اور ان کی عزت و ناموس کی حفاظت ہے۔ جس طرح اس نے ان کی جان و مال کی حفاظت کی اور ان کو ایسے امور کا حکم دیا جو خالص اور باہمی محبت کا تقاضا ہیں‘ نیز انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند کریں جو اپنے لئے پسند کرتے ہیں اور وہ کچھ ان کے لئے بھی ناپسند کریں جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں۔ ﴿ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ ’’اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔‘‘ اس لئے اللہ تعالیٰ نے تمہیں تعلیم دی اور تم پر وہ سب کچھ واضح کیا جس سے تم لاعلم تھے۔

﴿ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ﴾ ’’اور اگر تم پر اللہ کا فضل نہ ہوتا۔‘‘ جس نے تمہیں ہر جانب سے گھیر رکھا ہے ﴿ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ’’اور اس کی رحمت اور یہ کہ اللہ بڑا شفیق اور نہایت مہربان ہے۔‘‘ تو وہ تمہارے سامنے یہ احکام‘ مواعظ اور جلیل القدر حکمتیں بیان نہ کرتا‘ نیز وہ اس شخص کو ڈھیل اور مہلت بھی نہ دیتا‘ جو اس کے حکم کی مخالفت کرتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کی رحمت ہے اور یہ اس کا وصف لازم ہے کہ اس نے تمہارے لئے دنیاوی اور اخروی بھلائی کو ترجیح دی جسے تم شمار نہیں کر سکتے۔

جہاں اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اس گناہ کے ارتکاب سے منع کیا ہے وہاں عام طور پر دیگر گناہوں کے ارتکاب سے بھی روکا ہے‘ چنانچہ فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ﴾ ’’اے ایمان والو! شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔‘‘ یعنی اس کے طریقوں اور اس کے وسوسوں کی پیروی نہ کرو۔ (خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ) ’’شیطان کے نقش قدم‘‘ میں وہ تمام گناہ داخل ہیں جو قلب‘ زبان اور بدن سے متعلق ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ اس نے تمہارے سامنے حکم واضح کیا اور وہ شیطان کے نقش قدم کی پیروی کرنے سے ممانعت ہے۔ اور حکمت ممنوع شدہ چیز میں جو شر ہے اس کے بیان کو کہتے ہیں جو اسے ترک کرنے کا تقاضا کرتا ہے اور اس کا داعی ہے۔ فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ﴾ ''اور جو پیروی کرتا ہے شیطان کے قدموں کی، تو بے شک وہ'' یعنی شیطان ﴿يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ﴾ ''حکم دیتا ہے فحشاء کا۔'' (فحشاء) سے مراد وہ بڑے بڑے گناہ ہیں جن کو ان کی طرف بعض نفوس کے میلان کے باوجود شریعت اور عقل برا سمجھتی ہے۔ ﴿وَالْمُنْكَرِ﴾ ''اور منکر کا'' اور (منکر) وہ گناہ ہیں جن کا عقل انکار کرتی ہے۔ پس تمام گناہ جو شیطان کے نقوش پا ہیں وہ اس صفت سے باہر نہیں نکلتے' اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کا اپنے بندوں کو ان گناہوں کے ارتکاب سے روکنا' ان پر اس کی نعمت کا فیضان ہے' وہ اس کا شکر ادا کریں اور اس کا ذکر کریں کیونکہ یہ ممانعت رذائل اور قبائح کی گندگی سے ان کی حفاظت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر احسان ہے کہ اس نے بندوں کو گناہوں کے ارتکاب سے روکا جس طرح اس نے ان کو زہر قاتل وغیرہ کھانے سے روکا ہے۔

﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا﴾ ''اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی' تو تم میں سے کوئی بھی کبھی بھی پاک نہ ہوتا۔'' یعنی تم میں سے کوئی بھی شیطان کے نقش قدم کی پیروی کرنے سے کبھی نہیں بچ سکتا کیونکہ شیطان اور اس کے لشکر بندوں کو اپنے نقش قدم کی پیروی کرنے کی دعوت دیتے رہتے ہیں اور گناہوں کو ان کے سامنے مزین کرتے رہتے ہیں اور نفس کی حالت تو یہ ہے کہ ہمیشہ برائی کی طرف مائل رہتا ہے' بندے کو برائی کے ارتکاب کا حکم دیتا رہتا ہے اور نقص ہر جہت سے بندے پر غالب ہے اور ایمان قوی نہیں ہے اگر بندے کو ان داعیوں کے حوالے کر دیا جائے تو کوئی شخص بھی گناہوں اور برائیوں سے بچ کر اور نیکیوں کے اکتساب کے ذریعے سے پاک نہیں ہو سکتا کیونکہ ''تزکیہ'' طہارت اور بڑھاؤ کا متضمن ہے۔ تم میں سے جس کسی نے اپنا تزکیہ کر لیا تو اس کے موجب اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور اس کی رحمت ہیں۔ نبی مصطفیٰ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے: «اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا ①» ''اے اللہ! میرے نفس کو تقویٰ عطا کر' اسے پاک کر' تو سب سے اچھا پاک کرنے والا ہے۔ تو اس کا والی اور مولا ہے۔''

بنا بریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اور لیکن اللہ پاک کرتا ہے جس کو چاہتا ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ اسی کو پاک کرتا ہے جس کے بارے میں اسے علم ہے کہ وہ تزکیہ کے ذریعے سے پاک ہونا چاہتا ہے اسی لیے فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ سننے والا' جاننے والا ہے۔''

---

① صحیح مسلم' الذکر والدعاء' باب فی الادعیة' ح:۲۷۲۲ و سنن نسائی' الاستعاذة' باب الاستعاذة من العجز' ح:۵٤٦٠

﴿ وَلَا يَاْتَلِ ﴾ یعنی قسم نہ اٹھائیں ﴿ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ﴾ ’’جو تم میں سے بزرگی اور کشادگی والے ہیں، رشتے داروں، مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے، اور چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر سے کام لیں۔‘‘ واقعۂ افک میں ملوث ہونے والوں میں مِسطَح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے، وہ اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والے اور انتہائی نادار تھے۔ مِسطَح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کی بہتان طرازی کی وجہ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم کھالی کہ وہ ان کی مالی مدد نہیں کریں گے (جو کہ اس سے وہ کیا کرتے تھے) اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اس قسم سے روکا جو انفاق فی سبیل اللہ کے مُنقطع کرنے کو متضمن تھی اور انہیں عفو اور درگزر کرنے کی ترغیب دی اور اللہ نے ان سے وعدہ کیا کہ اگر وہ ان تقصیر کاروں کو بخش دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے گا۔

پس فرمایا: ﴿ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ’’کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔‘‘ یعنی جب تم اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ عفو اور درگزر کا معاملہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بھی عفو اور درگزر کا معاملہ کرے گا۔ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت کریمہ سنی تو انہوں نے کہا: ’’کیوں نہیں اللہ کی قسم! میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے۔‘‘ چنانچہ انہوں نے دوبارہ حضرت مِسطَح رضی اللہ عنہ کی مالی مدد شروع کر دی۔①

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرنا چاہیے اور بندے کی معصیت کی بنا پر یہ مالی مدد ترک نہیں کرنی چاہیے، نیز جرم کا ارتکاب کرنے والے سے خواہ کتنا ہی بڑا جرم سرزد کیوں نہ ہوا ہو اللہ تعالیٰ نے عفو اور درگزر کی ترغیب دی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے عفت مآب عورتوں پر بہتان لگانے والوں کو سخت وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ﴾ ’’وہ لوگ جو تہمت لگاتے ہیں پاک دامن عورتوں پر۔‘‘ یعنی فسق و فجور سے پاک عورتیں ﴿ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ ﴾ ’’بے خبر، مومن عورتوں پر۔‘‘ یعنی جن کے دلوں میں کبھی بدکاری کا خیال بھی نہیں گزرا ﴿ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ﴾ ’’ان پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے۔‘‘ اور لعنت صرف کسی بڑے گناہ پر کی جاتی ہے اور لعنت کو مؤکد اس طرح کیا گیا ہے کہ اس کا دنیا و آخرت میں ان کو مورد قرار دیا گیا ہے ﴿ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ ’’اور ان کے لیے عذاب عظیم ہے۔‘‘ یہ عذاب عظیم اس لعنت پر مستزاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کیا اور

---

① صحیح البخاری، التفسیر، باب ﴿ان الذین یحبون ان تشیع......﴾، ح:٤٧٥٧ و صحیح مسلم، التوبۃ، باب فی حدیث الافک......، ح:٢٧٧٠

کیا اور ان پر اپنا غضب نازل فرمایا۔

یہ عذاب عظیم قیامت کے روز ہوگا ﴿ یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ جس (قیامت کے) روز ہر عضو اپنے اعمال کی گواہی دے گا اور وہ ہستی انہیں قوت گویائی عطا کرے گی جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی ہے پس بندے سے گناہوں کا انکار ممکن نہ ہوگا۔ یقیناً وہ ہستی جس نے بندوں کے نفوس ہی میں سے گواہ برپا کئے اس نے بندوں کے ساتھ انصاف کیا۔

﴿ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ ﴾ ”اس دن اللہ ان کو حق کے مطابق پوری پوری جزا دے گا۔“ یعنی ان کے اعمال کا بدلہ حق کے ساتھ ہوگا جو عدل و انصاف پر مبنی ہوگا۔ ان کو اپنے اعمال کی پوری پوری جزا ملے گی اور وہ ان اعمال میں سے کوئی چیز مفقود نہ پائیں گے۔ ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ (الکہف: ۴۹/۱۸) ”اور پکار اٹھیں گے ہائے ہماری کم بختی! یہ کیسی کتاب ہے کہ اس نے چھوٹی اور بڑی کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو اس میں درج نہ ہوئی ہو اور انہوں نے جو عمل کئے ان سب کو اپنے سامنے موجود پائیں گے اور تیرا رب ذرہ بھر کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔“ اس عظیم مقام پر انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ہی حق مبین ہے‘ انہیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ واضح حق اللہ تعالیٰ ہی میں منحصر ہے۔ اس کے تمام اوصاف عظیم حق ہیں‘ اس کے افعال حق ہیں‘ اس کی عبادت حق ہے‘ اس سے ملاقات ہونا حق ہے‘ اس کا وعدہ و وعید اور اس کا حکم دینی و جزائی حق ہے اور اس کے رسول حق ہیں۔ پس حق صرف اللہ تعالیٰ ہی میں منحصر ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے وہ حق ہے۔

﴿ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ﴾ یعنی تمام ناپاک مرد و زن‘ تمام ناپاک کلمات اور تمام ناپاک افعال ناپاک شخص کے لائق اور اسی کے مناسب حال‘ اسی سے مقرون اور اسی سے مشابہت رکھتے ہیں اور تمام پاک مرد و زن‘ پاک کلمات اور پاک افعال پاک شخص کے لائق‘ اسی کے مناسب حال‘ اسی سے مقرون اور اسی سے مشابہت رکھتے ہیں۔ یہ ایک عام اصول ہے اس سے کوئی چیز باہر نہیں۔ اس کا سب سے بڑا اور اہم اطلاق انبیائے کرام علیہم السلام پر ہوتا ہے‘ انبیائے کرام علیہم السلام‘ خاص طور پر اولوالعزم انبیاء و رسل علیہم السلام اور ان میں بھی خاص طور پر سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم‘ جو تمام مخلوق میں علی الاطلاق سب سے زیادہ طیب و طاہر ہیں‘ کے لائق اور مناسب حال صرف طیبات و طاہرات عورتیں ہی ہو سکتی ہیں۔

بنابریں اس بارے میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں جرح و قدح خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جرح و قدح ہے۔ اس بہتان طرازی سے منافقین کا مقصد بھی یہی تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہونے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ اس قبیح بہتان سے پاک ہیں۔ تب ان کے بارے میں کیسے قبیح بات کہی جا

سکتی ہے جبکہ ان کی اتنی بڑی شان ہے؟ وہ عورتوں میں "صدیقہ" کے مرتبے پر فائز ہیں، عورتوں میں سب سے افضل، سب سے زیادہ عالمہ سب سے زیادہ طیبہ وطاہرہ اور رب العالمین کے رسول (ﷺ) کی محبوبہ ہیں۔ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں کہ آپ ان کے لحاف میں ہوتے تو بھی آپ پر وحی نازل ہو جاتی دیگر ازواج مطہرات میں سے کسی اور کو یہ فضیلت حاصل نہ تھی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس طرح تصریح فرمائی کہ کسی باطل پسند کے لیے کسی بات اور کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رکھی، چنانچہ فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ﴾ "یہ لوگ پاک ہیں ان باتوں سے جو لوگ (ان کی بابت) کہتے ہیں۔" اصولاً یہ اشارہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف ہے اور تبعاً دیگر مومن، پاک دامن اور بھولی بھالی بے خبر عورتوں کی طرف ہے ﴿ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ﴾ "ان کے لیے بخشش ہے۔" جو سارے گناہوں پر حاوی ہوگی ﴿ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾ "اور باعزت رزق" جو جنت میں رب کریم کی طرف سے صادر ہوگا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ داخل ہو تم (اور) گھروں میں سوائے اپنے گھروں کے حتی کہ تم اجازت لے لو، اور سلام کرو

عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا

اوپر ان گھر والوں کے، یہ بہت بہتر ہے تمہارے لیے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ○ پس اگر نہ پاؤ تم ان میں کسی کو

فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ

تو نہ داخل ہو تم ان میں حتی کہ اجازت دی جائے تمہیں اور اگر کہا جائے تمہیں، لوٹ جاؤ تم تو لوٹ جاؤ تم، یہ (واپسی) بہت پاکیزہ ہے تمہارے لیے،

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا

اور اللہ ساتھ اس کے جو تم عمل کرتے ہو خوب جاننے والا ہے ○ نہیں ہے تم پر کوئی گناہ یہ کہ داخل ہو تم ایسے گھروں میں

غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ۝

کہ نہیں سکونت کی جاتی ان میں، ان میں منفعت (فائدہ) ہے تمہارے لیے اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو ○

اللہ باری تعالیٰ اپنے بندوں سے فرماتا ہے کہ وہ اپنے گھر کے سوا دوسرے گھروں میں اجازت لیے بغیر داخل نہ ہوا کریں، کیونکہ اس میں متعدد مقاصد ہیں:

(۱) جس کا ذکر کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اجازت طلبی نظر پڑنے سے بچاؤ ہی کے لیے مقرر کی گئی ہے۔"① اجازت طلبی میں خلل واقع ہو جانے سے گھر کے اندر ستر پر نظر پڑتی ہے۔ کیونکہ گھر انسان کے

---

① صحیح البخاری، الاستئذان، باب الاستئذان من اجل البصر، ح:٦٢٤١ و صحیح مسلم، الآداب، باب تحریم النظر فی بیت غیرہ، ح:٢١٥٦

لئے باہر کے لوگوں سے ستر اور پردہ ہے جیسے کپڑا جسم کو چھپاتا ہے۔

(۲) اجازت طلب کیے بغیر گھر میں داخل ہونا، داخل ہونے والے کے بارے میں شک کا موجب ہے اور وہ برائی یعنی چوری وغیرہ سے متہم ہوتا ہے کیونکہ گھر میں خفیہ طور پر داخل ہونا شر پر دلالت کرتا ہے...... اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں داخل ہونے سے منع کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اجازت طلب کر لیں۔ یہاں (اِسْتِئْذَان) کو (اِسْتِئْنَاس) اس لئے کہا گیا ہے کہ اس سے اُنس حاصل ہوتا ہے اور اس کے معدوم ہونے سے وحشت حاصل ہوتی ہے۔ ﴿وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا﴾ ''اور گھر میں رہنے والوں کو سلام کرو۔'' حدیث شریف میں اس کا یہ طریقہ بیان ہوا ہے کہ کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے کہو: ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ ! اور پھر پوچھو کیا میں اندر آ جاؤں؟''① ﴿ذٰلِكُمْ﴾ یعنی یہ مذکورہ اجازت طلبی ﴿خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تمہارے لیے بہتر ہے، تاکہ تم نصیحت پکڑو۔'' کیونکہ اجازت طلبی متعدد مصالح پر مشتمل ہے اور اس کا شمار ایسے مکارم اخلاق میں ہوتا ہے جن کو اپنانا واجب ہے۔ پس اگر گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے دی جائے تو اجازت طلب کرنے والے کو داخل ہونا چاہیے۔

﴿فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا﴾ ''اگر وہاں تمہیں کوئی بھی نہ مل سکے تو پھر بھی اجازت ملے بغیر اندر نہ جاؤ اور اگر تمہیں لوٹ جانے کو کہا جائے تو تم لوٹ جاؤ۔'' یعنی اگر تمہیں واپس لوٹنے کے لئے کہا جائے تو انکار نہ کرو اور نہ اس پر ناراضی ہی کا اظہار کرو کیونکہ صاحب خانہ نے تمہیں کسی ایسے امر سے نہیں روکا جو تمہارا حق واجب ہو یہ تو اس کی صوابدید اور نوازش ہے چاہے اجازت دے، چاہے انکار کر دے۔ تم میں سے کسی کو ہتک اور انقباض محسوس نہیں کرنا چاہیے۔ ﴿هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ﴾ تمہیں برائیوں سے پاک کرنے اور تمہاری نیکیوں میں اضافہ کرنے کے لئے یہ طریق کار تمہارے لیے بہتر ہے ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾ ''اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔'' پس اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے تھوڑے یا زیادہ، اچھے یا برے اعمال کا بدلہ دے گا۔ یہ حکم ان گھروں کے لئے ہے جو آباد ہیں خواہ ان میں آدمی کا مال و متاع موجود ہو یا نہ ہو۔ نیز یہ حکم ان گھروں کے لیے بھی ہے جن میں رہائش نہ ہو مگر اس میں آدمی کا کوئی مال و متاع موجود ہو۔

رہے وہ گھر جن میں گھر والے رہائش نہ رکھے ہوئے ہوں اس گھر میں داخل ہونے کے ضرورت مند شخص کا مال و متاع اس گھر میں موجود ہو، اس گھر میں گھر کے مالکان میں سے کوئی ایسا شخص بھی موجود نہ ہو جس سے اجازت طلب کی جا سکتی ہو مثلاً: کرائے کے مکانات وغیرہ...... تو ایسے گھروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَيْسَ

---

① سنن ابی داود، الأدب، باب کیف الاستئذان، ح:۵۱۷۷

﴿عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ﴾ ان گھروں میں داخل ہونے میں تمہارے لئے کوئی حرج ہے نہ گناہ۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مذکورہ بالا گھروں میں اجازت حاصل کئے بغیر داخل ہونا حرام ہے اور اس میں حرج اور گناہ ہے۔ ﴿اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ﴾ ''یہ کہ ایسے گھروں میں تم داخل ہو جن میں رہائش نہ ہو' البتہ اس میں تمہارا سامان ہو۔'' یہ حکم قرآن کریم کے تعجب انگیز احترازات میں سے ایک ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ﴾ ''اپنے گھروں کے سوا' دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو۔'' ہر گھر کے بارے میں لفظ عام ہے جو اس کی ملکیت میں نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں سے ان گھروں کو خارج کر دیا جو اس کی ملکیت میں تو نہیں ہیں البتہ اس کی کوئی متاع وہاں موجود ہے اور اس گھر میں کسی کی رہائش نہیں ہے' پس اللہ تعالیٰ نے اس گھر میں داخل ہونے میں حرج کو ساقط کر دیا۔ ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ﴾ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام ظاہری اور باطنی احوال کو خوب جانتا ہے اور اسے تمہارے مصالح کا بھی علم ہے' اس لئے اس نے تمہارے لئے ایسے احکام کی تشریع کی ہے جن کے تم محتاج اور ضرورت مند ہو۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ

آپ کہہ دیجئے مومن مردوں سے، پست رکھیں وہ اپنی نگاہیں اور حفاظت کریں اپنی شرم گاہوں کی یہ بہت پاکیزہ ہے ان کیلئے،

اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۳۰

بلاشبہ اللہ خوب خبردار ہے ساتھ ان (کاموں) کے جو وہ کرتے ہیں ○

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ مومنوں سے فرمایئے اور ان لوگوں سے کہہ دیجئے جن کے پاس کچھ ایمان ہے جو انہیں ایسے امور میں پڑنے سے روکتا ہے جو ایمان میں خلل ڈالتے ہیں۔ ﴿يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾ ''وہ اپنی نظروں کو پست رکھیں۔'' یعنی قابل ستر اور اجنبی عورتوں کی طرف سے اپنی نظروں کو ہٹا لیا کریں' ان بے ریش لڑکوں پر سے بھی نظر ہٹا لیں جن کو دیکھنے سے فتنے میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو' نیز دنیا کی زیب و زینت کی طرف بھی جن کو دیکھ کر فتنے میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو اور جو حرام میں مبتلا کر دیتی ہیں۔

﴿وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ﴾ یعنی عورتوں یا مردوں کے ساتھ بدکاری یا ان کے علاوہ دوسری صورتوں سے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ اسی طرح ان کو چھونے اور ان کو دیکھنے سے بچیں۔ ﴿ذٰلِكَ﴾ آنکھوں اور شرم گاہ کی یہ حفاظت ﴿اَزْكٰى لَهُمْ﴾ ان کے لئے زیادہ طہارت' پاکیزگی' اور ان کے اعمال خیر میں زیادہ اضافے کا باعث ہے کیونکہ جو کوئی اپنی نظر اور شرم گاہ کی حفاظت کرتا ہے وہ اس گندگی سے پاک ہو جاتا ہے جس میں فواحش کے مرتکب لوگ ملوث ہوتے ہیں اور ان محرمات کو ترک کرنے سے' نفس جن کی خواہش کرتا اور ان کی طرف دعوت دیتا ہے' اعمال خیر میں اضافہ ہوتا ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی خاطر کوئی چیز ترک کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس

سے بہتر عوض عطا کرتا ہے۔ جو کوئی اپنی آنکھوں کو حرام پر پڑنے سے بچائے رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی بصیرت کو روشن کر دیتا ہے...... نیز اگر بندہ اپنی شرم گاہ اور نظر کو حرام اور اس کے مقدمات میں پڑنے سے بچا سکتا ہے درآں حالیکہ شہوت کا داعیہ پوری طرح موجود ہو تو وہ دوسرے حرام میں پڑنے سے اپنے آپ کو زیادہ بچا سکتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں ''حفاظت'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ پس کسی محفوظ چیز کی حفاظت کے لیے نگرانی اور ان اسباب کو بروئے کار نہ لایا جائے جو اس کی حفاظت کے موجب بنیں تو وہ چیز محفوظ نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح نظر اور شرم گاہ کا معاملہ ہے' اگر بندہ ان کی حفاظت کی کوشش نہیں کرتا تو وہ ان کو آزمائشوں اور مصیبتوں میں ڈال دیتی ہیں۔ علاوہ ازیں غور کیجیے' اللہ تعالیٰ نے کیسے شرم گاہ کی حفاظت کا مطلق طور پر حکم دیا ہے' کیونکہ شرم گاہ (کا غلط استعمال) کسی حالت میں بھی جائز نہیں۔ لیکن نظر کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾ حرف جار (مِنْ) تبعیض پر دلالت کرتا ہے کیونکہ بعض حالات میں' کسی ضرورت کے تحت غیر محرم چہروں کو دیکھنا جائز ہے۔ مثلاً گواہ' حاکم اور نکاح کا پیغام دینے والے کے لیے غیر محرم چہروں پر نظر ڈالنا جائز ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کئی اعمال کا ذکر فرمایا ہے تاکہ لوگ محرمات سے اپنے نفسوں کی حفاظت کرنے کی کوشش کریں۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ

اور آپ کہہ دیجیے مومن عورتوں سے، پست رکھیں وہ اپنی نظریں اور حفاظت کریں وہ اپنی شرم گاہوں کی اور نہ ظاہر کریں وہ

زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا يُبْدِيْنَ

اپنا بناؤ سنگار مگر جو ظاہر ہو اس میں سے اور چاہیے کہ ڈالے رہیں وہ اپنی اوڑھنیاں اوپر اپنے گریبانوں کے اور نہ ظاہر کریں وہ

زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ

اپنا بناؤ سنگھار مگر اپنے خاوندوں کیلئے یا اپنے باپ دادا کیلئے یا باپ دادا کیلئے اپنے خاوندوں کے، یا اپنے بیٹوں کیلئے یا بیٹوں کیلئے

بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ

اپنے شوہروں کے، یا اپنے بھائیوں کیلئے، یا بیٹوں کیلئے اپنے بھائیوں کے یا بیٹوں کیلئے اپنی بہنوں کے یا اپنی (مسلمان) عورتوں کیلئے

اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ

یا ان کیلئے جن کے مالک ہوئے انکے دائیں ہاتھ، یا ان نوکروں چاکروں کیلئے جو نہیں حاجت مند عورتوں کے، مردوں میں سے یا ان لڑکوں کیلئے

الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۠ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ

جو نہیں واقف اوپر چھپی باتوں کے عورتوں کی اور نہ ماریں وہ (عورتیں) پاؤں اپنے (زمین پر) تاکہ جانا جائے وہ جو چھپاتی ہیں وہ

مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾

اپنے بناؤ سنگار سے اور توبہ کرو تم طرف اللہ کی سارے ہی، اے مومنو! تاکہ تم فلاح پاؤ ○

اللہ تعالیٰ نے مومنین کو نظریں جھکانے اور شرم گاہوں کی حفاظت کرنے کا حکم دیا تو مومنات کو بھی نظر جھکانے اور شرم گاہوں کی حفاظت کا حکم دیا۔ فرمایا: ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ﴾ ''اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دیجیے! کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔'' یعنی وہ ستر کی جگہوں اور مردوں پر شہوت کی نظر ڈالنے سے اپنی آنکھوں کو بچائے رکھیں ﴿وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾ اور جماع حرام سے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں' نیز شرم گاہوں کو چھونے اور ان کی طرف حرام نظر سے ان کی حفاظت کریں۔

﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ ''اور اپنی زیب و زینت کی نمائش نہ کریں'' مثلاً خوبصورت لباس' زیورات اور تمام بدن زینت میں شمار ہوتے ہیں۔ چونکہ ظاہری لباس جس کو عادت کے مطابق پہنا جاتا ہے' کی نمائش کو نہیں روکا جا سکتا اس لیے فرمایا: ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ ''مگر جو اس (زینت) سے ظاہر ہو۔'' یعنی وہ ظاہری لباس' جو عام طور پر پہنا جاتا ہے' اس لباس میں ایسی کوئی چیز نہ ہو جو فتنہ کو دعوت دیتی ہو۔

﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ ''اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رکھیں۔'' اور یہ حکم کامل ستر پوشی کے لئے ہے اور یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ وہ زینت جس کی نمائش حرام ہے اس میں تمام بدن داخل ہے جیسا کہ ہم اس کا ذکر کر چکے ہیں' پھر زیب و زینت کی نمائش سے مکرر منع کرتے ہوئے اس میں سے ان لوگوں کو مستثنیٰ فرمایا: ﴿اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ﴾ یعنی اپنے شوہروں کے سامنے زینت کا اظہار جائز ہے۔ ﴿اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ﴾ ''یا ان کے اپنے باپ دادا یا ان کے شوہروں کے باپ دادا کے سوا'' یعنی اس استثناء میں باپ دادا اوپر تک شامل ہیں۔ ﴿اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ﴾ اور اس میں اپنے بیٹے' اپنے خاوندوں کے بیٹے اور پوتے اور پر پوتے بھی' نیچے تک شامل ہیں۔ ﴿اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ﴾ ''یا بھائی یا بھتیجے'' خواہ وہ حقیقی (عینی)' علاتی (باپ شریک) یا اخیافی (ماں شریک) بھائی ہوں۔ ﴿اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ﴾ ''یا بھانجے یا ان کی عورتیں۔'' یعنی مسلمان عورتوں کے لئے ایک دوسری پر نظر ڈالنا مطلقاً جائز ہے۔ اس میں اس امر کا احتمال بھی ہے کہ اضافت جنسیت کی مقتضی ہو' یعنی اپنی ''عورتوں'' سے مراد مسلمان عورتیں ہیں جو تمہاری جنس سے تعلق رکھتی ہیں تب اس میں ان لوگوں کے لئے دلیل ہے جن کا موقف ہے کہ مسلمان عورت کی طرف ذمی عورت کا دیکھنا جائز نہیں۔

﴿اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ﴾ ''یا جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہوئے۔'' یعنی اس غلام کے لئے جو گھر میں صرف خواتین کی خدمت کے لئے مامور ہے' اپنی مالک کو اس وقت تک دیکھنا جائز ہے جب تک کہ مکمل طور پر اس کی ملکیت میں ہے جب ملکیت مکمل طور پر یا جزوی طور پر زائل ہو جائے تو مالکہ پر نظر ڈالنا جائز نہیں۔

﴿اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ﴾ یعنی وہ مرد جو تمہارے زیر دست ہیں اور تمہارے ساتھ ان کا تعلق ہے جو کسی قسم کی شہوانی اغراض نہ رکھتے ہوں' مثلاً ناقص العقل لوگ' جو شہوانی شعور نہیں رکھتے اور وہ لوگ جن

میں عورتوں کے پاس جانے کی خواہش باقی نہ رہے، ان کی شرمگاہ میں شہوت ہو نہ ان کے دل میں خواہش۔ ایسے شخص کے لئے نظر ڈالنا جائز ہے۔

﴿ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ﴾ یعنی وہ بچے جو اس قسم کی تمیز نہیں رکھتے ان کے لئے غیر عورتوں کو دیکھنا جائز ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ علت بیان کی ہے کہ وہ عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف ہیں نہ اس کا علم رکھتے ہیں اور نہ ان میں شہوت پائی جاتی ہے۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ ایسے بچوں سے پردہ کرنا فرض ہے جو سن تمیز کو پہنچ چکے ہوں کیونکہ اب وہ عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف ہیں۔

﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ﴾ یعنی وہ زمین پر پاؤں مار کر نہ چلیں تاکہ ان کے پہنے ہوئے زیورات مثلاً پازیب وغیرہ کی آواز نہ آئے اور اس سبب سے اس کی زینت ظاہر نہ ہو جو فتنے کا وسیلہ بن سکے۔

اس آیت کریمہ اور اس قسم کی دیگر آیات سے ”سد ذرائع“ کے فقہی قاعدے کا استنباط کیا جاتا ہے، یعنی کوئی امر، اگرچہ وہ فی نفسہ مباح ہے مگر اس پر عمل کرنے سے کسی حرام امر کا ارتکاب ہوتا ہے یا اس کا خدشہ ہے، تو سد ذریعہ کے طور پر یہ مباح امر ممنوع ہو جائے گا...... زمین پر پاؤں مارنا فی نفسہ مباح ہے لیکن چونکہ یہ اظہار زینت کا ذریعہ ہے، اس لئے پاؤں مار کر چلنے سے روک دیا گیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہترین احکام کا حکم دیا ہے اور بہترین وصیتیں عنایت فرمائی ہیں۔ ان پر عمل کرنے میں بندۂ مومن سے کوتاہی واقع ہونا ایک لابدی امر ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے توبہ کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾ ”اور تمام مومنو! اللہ کے ہاں توبہ کرو“ یہ حکم دینے کے بعد فلاح کو اس پر معلق رکھا، چنانچہ فرمایا: ﴿ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ ”تاکہ تم کامیابی حاصل کرو“ اور توبہ کیا ہے؟ ان کاموں کو ظاہری اور باطنی طور پر ترک کر کے، جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں، ان امور کی طرف لوٹنا جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ ہر مومن توبہ کا محتاج ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام اہل ایمان کو خطاب فرمایا ہے، نیز اس آیت میں خالص توبہ کی ترغیب دی گئی ہے۔ ﴿ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے سوا اور کوئی مقصد نہ ہو۔ آفات دنیا، ریاء اور شہرت وغیرہ جیسے فاسد مقاصد سے محفوظ ہو۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ

اور نکاح کرو تم بے نکاحوں کا اپنے میں سے اور (انکا بھی) جو نیک ہیں تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے اگر ہوں گے وہ فقیر

يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ

تو غنی کر دیگا انہیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ وسعت والا خوب جاننے والا ہے ○ اور چاہیے کہ پاک دامن رہیں وہ لوگ جو نہیں پاتے (طاقت)

نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ

نکاح کی حتی کہ غنی کر دے انہیں اللہ اپنے فضل سے، اور وہ لوگ جو چاہتے ہیں مکاتبت (آزادی کی تحریر لکھانا) ان لوگوں میں سے کہ مالک ہیں

أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا ۖ وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي

(انکے) تمہارے دائیں ہاتھ، تو تم لکھ کردے دو انکو اگر معلوم کرو تم ان میں بھلائی اور دو تم انکو اللہ کے (دیئے ہوئے) اس مال میں سے وہ جو

آتَاكُمْ ۚ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ

اس نے دیا ہے تمہیں اور نہ مجبور کرو تم اپنی لونڈیوں کو اوپر بدکاری کرنے کے، اگر وہ چاہیں بچنا، تاکہ تلاش کرو تم سامان زندگانی

الدُّنْيَا ۚ وَمَن يُكْرِههُّنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِن بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٣﴾

دنیا کا اور جو کوئی مجبور کرے گا انہیں تو بلاشبہ اللہ بعد ان کے مجبور کیے جانے کے، بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ سرپرستوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ ان مجرد عورتوں اور مردوں کا نکاح کریں جو ان کی سرپرستی میں ہیں۔ (ایامیٰ) سے مراد وہ مرد اور عورتیں ہیں جن کی بیویاں اور شوہر نہ ہوں یعنی کنوارے اور رنڈوے مرد و زن' لہٰذا اقربی رشتہ داروں اور یتیموں کے سرپرستوں پر واجب ہے کہ وہ ایسے مرد و زن کا نکاح کریں جو نکاح کے محتاج ہیں' یعنی جن کی کفالت ان پر واجب ہے۔ جب وہ ان لوگوں کا نکاح کرنے پر مامور ہیں جو ان کے زیردست ہیں تو خود اپنے نکاح کا حکم تو زیادہ مؤکد اور اولیٰ ہے۔

﴿ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ﴾ ''اور اپنے نیک بخت غلاموں اور لونڈیوں کا بھی۔'' اس میں یہ احتمال ہے کہ صالحین سے مراد وہ لونڈی اور غلام ہیں جو دینی اعتبار سے صالح ہوں کیونکہ لونڈیوں اور غلاموں میں سے جو لوگ دینی اعتبار سے صالح ہیں' وہی لوگ ہیں جو بدکار اور زانی نہیں ہوتے' ان کا آقا اس بات پر مامور ہے کہ وہ ان کا نکاح کرے' یہ ان کی صالحیت کی جزا اور اس کی ترغیب ہے' نیز زناکار کا نکاح کرنے سے روکا گیا ہے تب یہ اس حکم کی تائید ہے جس کا ذکر سورت کی ابتداء میں کیا گیا ہے کہ زانی اور زانیہ جب تک توبہ نہ کریں' ان کا نکاح حرام ہے...... اور آزاد مرد و زن کی بجائے غلاموں کے نکاح کے لئے صالحیت کی تخصیص اس لئے ہے کہ عادۃً غلاموں میں فسق و فجور زیادہ ہوتا ہے۔

اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ صالحین سے مراد وہ لونڈی اور غلام ہوں جو نکاح کی صلاحیت رکھتے ہوں اور نکاح کے محتاج ہوں۔ اس معنی کی تائید یہ بات بھی کرتی ہے کہ جب تک مملوک نکاح کا حاجت مند نہ ہو اس کا مالک اس کا نکاح کرنے پر مامور نہیں...... اور یہ بھی کوئی بعید بات نہیں کہ اس سے دونوں ہی معنی مراد ہوں۔ واللہ اعلم.

﴿ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ ﴾ ''اور اگر ہوں گے وہ تنگ دست۔'' یعنی خاوند اور نکاح کرنے والے ﴿ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ ''تو غنی کردے گا اللہ ان کو اپنے فضل سے۔'' پس تمہیں یہ وہم نکاح کرنے سے نہ روک دے کہ جب تم نکاح کرلو گے تو عائلی بوجھ کی وجہ سے محتاج ہو جاؤ گے۔ اس آیت کریمہ میں نکاح کی ترغیب ہے' نیز نکاح کرنے والے سے وعدہ کیا گیا ہے کہ اسے فقر کے بعد فراخی اور خوش حالی حاصل ہوگی۔ ﴿ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ ﴾ یعنی

اللہ تعالیٰ بہت زیادہ بھلائی اور فضل عظیم کا مالک ہے۔ ﴿ عَلِيْمٌ ﴾ وہ ان سب کو جانتا ہے جو اس کے دینی اور دنیاوی فضل یا کسی ایک کے مستحق ہیں اور وہ انہیں بھی جانتا ہے جو اس کے مستحق نہیں ہیں۔ وہ ان سب کو اپنے علم اور اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق عطا کرتا ہے۔

﴿ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ ”اور ان لوگوں کو پاک دامن رہنا چاہیے جو نکاح کی طاقت نہیں رکھتے‘ یہاں تک کہ اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے۔“ یہ اس شخص کے لیے حکم ہے جو نکاح کرنے سے عاجز ہے۔ اللہ نے اس کو حکم دیا ہے کہ وہ پاک بازی کو اپنا شیوہ بنائے‘ حرام کاری میں پڑنے سے بچے اور ایسے اسباب اختیار کرے جو اسے حرام کاری سے بچائیں یعنی قلب کو ایسے خیالات سے بچائے رکھے جو حرام کاری میں پڑنے کی دعوت دیتے ہوں‘ نیز وہ حرام کاری سے محفوظ رہنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد پر عمل کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے نوجوانو! تم میں سے جو کوئی نکاح کی طاقت رکھتا ہے وہ نکاح کرے اور جو کوئی نکاح کی طاقت نہیں رکھتا تو اسے چاہیے کہ وہ روزے رکھے کیونکہ روزہ شہوت کو ختم کرتا ہے۔“①

﴿ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا ﴾ یعنی اپنی محتاجی یا اپنے مالکوں کی محتاجی یا مالکوں کے نکاح نہ کرنے کی وجہ سے اگر وہ نکاح کرنے کی قدرت نہیں رکھتے اور وہ اپنے نکاح کے لئے اپنے مالکوں کو مجبور بھی نہیں کر سکتے۔ یہ معنی مقدر اس معنی سے بہتر ہے جو بعض لوگوں نے مراد لیا ہے کہ ”جو لوگ نکاح کا مہر ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔“ انہوں نے مضاف الیہ کو مضاف کا قائم مقام بنایا۔ مگر یہ معنی مراد لینے میں دو رکاوٹیں ہیں۔

(۱) کلام میں حذف ماننا پڑے گا‘ جبکہ اصل عدم حذف ہے۔

(۲) معنی کا اس شخص میں منحصر ہونا جس کی دو حالتیں ہوں‘ اپنے مال کی وجہ سے غنا کی حالت اور ناداری کی حالت۔ اس صورت میں غلام اور لونڈیاں اس سے نکل جاتی ہیں اور اسی طرح وہ بھی جن کا نکاح کرانا سرپرست کے ذمے ہے‘ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔

﴿ حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ اللہ تبارک و تعالیٰ نے پاک دامن شخص کے لئے غنا کا وعدہ کیا ہے‘ نیز یہ کہ وہ اس کے معاملے کو آسان کر دے گا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو حکم دیا ہے کہ کشادگی کا انتظار کرے تاکہ موجودہ حالات اس پر گراں نہ گزریں۔

﴿ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ ﴾ یعنی تمہارے غلام اور لونڈیوں میں سے جو کوئی تم سے مکاتبت کا طلب گار ہو اور اپنے آپ کو خریدنا چاہے تو اس کی بات مانتے ہوئے اس سے مکاتبت

---

① صحیح البخاری‘ النکاح‘ باب قول النبی ﷺ من استطاع منکم......‘ ح: ۵۰٦۵ و صحیح مسلم‘ النکاح‘ باب استحباب النکاح لمن تاقت......‘ ح: ۱۴۰۰

کرلو ﴿إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ﴾ ”اگر جانو تم ان میں۔“ یعنی مکاتبت کے طلب گار غلاموں میں ﴿خَيْرًا﴾ ”بھلائی۔“ یعنی کمانے کی طاقت اور دین میں بھلائی کیونکہ مکاتبت میں دو مصلحتوں کا حصول مقصود ہے۔ آزادی کی مصلحت اور اس معاوضے کی مصلحت، جو وہ اپنے نفس کی آزادی کے لئے خرچ کرتا ہے۔ بسا اوقات وہ جدوجہد کر کے مکاتبت کی مدت کے اندر اپنے آقا کو اتنا مال مہیا کر دیتا ہے جو وہ غلامی میں رہتے ہوئے نہیں کر سکتا۔ اس لئے غلام کے لئے ایک بڑی منفعت کے حصول کے ساتھ ساتھ، اس مکاتبت میں آقا کو بھی نقصان نہیں پہنچتا۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے اس پہلو سے مکاتبت کا حکم دیا ہے، جو وجوب کا حکم ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ یا دوسرے قول کے مطابق یہ حکم استحباب کے طور پر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی مکاتبت پر ان کی مدد کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ وہ اس کے محتاج ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی مال نہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ﴾ ”اور تم ان کو اس مال میں سے دو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے۔“ اس میں مکاتب کے آقا کا معاملہ بھی شامل ہے جس نے اس کے ساتھ مکاتبت کی ہے کہ وہ اس کی مکاتبت میں اس کو کچھ عطا کرے یا مکاتبت کی مقررہ رقم میں سے کچھ حصہ ساقط کر دے اور اللہ تعالیٰ نے دوسرے لوگوں کو بھی مکاتب کی مدد کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مکاتبین کے لئے زکوٰۃ میں حصہ رکھ دیا ہے اور زکوٰۃ میں سے مکاتبین کو عطا کرنے کی ترغیب دی ہے۔ فرمایا: ﴿مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ﴾ یعنی جس طرح، یہ مال درحقیقت اللہ کا مال ہے، اس مال کا تمہارے ہاتھوں میں ہونا تم پر اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کا محض عطیہ ہے، اسی طرح تم بھی اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ احسان کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا ہے۔

آیت کریمہ کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر غلام مکاتبت کا مطالبہ نہ کرے تو اس کے آقا کو حکم نہیں دیا جا سکتا کہ وہ اس کے ساتھ مکاتبت کی ابتدا کرے، جبکہ اس میں اسے کوئی بھلائی نظر نہ آئے، یا اسے معاملہ برعکس نظر آئے، یعنی وہ جانتا ہو کہ وہ کما نہیں سکتا اور اس طرح وہ لوگوں پر بوجھ بن کر ضائع ہو جائے گا۔ یا اسے یہ خوف ہو کہ جب بھی اس کو آزاد کر دیا گیا اور اسے آزادی حاصل ہو گئی تو اسے فساد برپا کرنے کی قدرت حاصل ہو جائے گی تو ایسے غلام کے بارے میں اس کے آقا کو مکاتبت کا حکم نہیں دیا جا سکتا بلکہ اس کے برعکس اس کو مکاتبت سے روکا جائے گا، کیونکہ اس میں متذکرہ بالا خطرہ موجود ہے جس سے بچنا چاہیے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ﴾ ”اور نہ مجبور کرو تم اپنی لونڈیوں کو“ ﴿عَلَى الْبِغَاءِ﴾ ”زنا کار بننے پر“ ﴿إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا﴾ ”اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں۔“ اس لیے کہ اس حالت کے سوا کسی حالت میں اسے مجبور کرنے کا تصور نہیں کیا جا سکتا اور اگر وہ پاک دامن رہنا نہ چاہے تو اس صورت میں وہ بدکار ہے اور

اس کے آقا پر واجب ہے کہ وہ اس کو اس بدکاری سے روک دے۔ اللہ تعالیٰ نے لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور کرنے سے اس لئے روکا ہے کہ جاہلیت میں لونڈیوں کو بدکاری کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ آقا اجرت کی خاطر اپنی لونڈی کو بدکاری پر مجبور کرتا تھا' اس لئے فرمایا: ﴿لِتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''تاکہ تم تلاش کرو دنیا کی زندگی کا سامان۔'' پس تمہارے لئے یہ مناسب نہیں کہ تمہاری لونڈیاں تم سے بہتر اور پاک باز ہوں اور تم صرف دنیا کے مال و متاع کی خاطر ان کے ساتھ یہ سلوک کرو۔ دنیا کا مال بہت قلیل ہے وہ سامنے آتا ہے' پھر ختم ہو جاتا ہے۔ تمہاری کمائی تمہاری پاکیزگی' نظافت اور مروت ہے...... آخرت کے ثواب و عقاب سے قطع نظر...... یہ اس تھوڑے سے سامانِ دنیا کمانے سے کہیں بہتر ہے جو تمہارے رذالت اور خساست کے کمانے سے حاصل ہوتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو توبہ کی طرف بلایا جن سے اپنی لونڈیوں پر جبر کرنے کا یہ گناہ سرزد ہوا' چنانچہ فرمایا: ﴿وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور جو ان کو مجبور کرے گا تو اللہ ان کے مجبور کرنے کے بعد غفور رحیم ہے۔'' یعنی اسے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرنی چاہیے اور ان تمام گناہوں کو چھوڑ دینا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث بنتے ہیں۔ جب وہ ان تمام گناہوں سے توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دے گا اور اس پر اسی طرح رحم فرمائے گا جس طرح تائب نے اپنے نفس کو عذاب سے بچا کر اپنے آپ پر رحم کیا اور جس طرح اس نے اپنی لونڈی کو ایسے فعل پر' جو اس کے لئے ضرر رساں تھا' مجبور نہ کر کے اس پر رحم کیا۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ

اور البتہ تحقیق نازل کیں ہم نے تمہاری طرف آیتیں واضح اور کچھ حال ان لوگوں کا جو گزر چکے پہلے تم سے،

وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾ ع

اور نصیحت واسطے پرہیزگاروں کے ○

یہ ان آیات کریمہ کی قدر و منزلت اور تعظیم ہے جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر تلاوت فرمائی تاکہ وہ ان کی قدر و قیمت کو پہچان لیں اور ان کے حقوق کو قائم کریں' چنانچہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ﴾ ''اور ہم نے نازل کیں تمہاری طرف آیات واضح کرنے والیں۔'' یعنی وہ اصولی اور فروعی ہر معاملے میں' جن کے تم محتاج ہو' اس طرح واضح طور پر دلالت کرتی ہیں کہ کوئی اشکال اور شبہ باقی نہیں رہتا۔ ﴿وَ﴾ ''اور'' اسی طرح نازل کیں ہم نے ﴿مَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ''ان لوگوں کی کہاوتیں جو تم سے پہلے گزرے۔'' یعنی ہم نے تمہاری طرف تم سے پہلے گزرے ہوئے اچھے برے لوگوں' ان کے اعمال اور ان کے ساتھ جو کچھ ہوا...... کی خبریں نازل کیں' جن کو مثال بنا کر تم عبرت حاصل کر سکتے ہو' یعنی جو کوئی ان جیسے افعال کا ارتکاب کرے گا اس کو وہی جزا دی جائے گی جو ان لوگوں کو دی گئی۔

﴿وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ یعنی اور ہم نے تمہاری طرف اہل تقویٰ کے لئے نصیحت نازل کی ہے جو وعدہ، وعید اور ترغیب وترہیب پر مشتمل ہے۔ اہل تقویٰ اس سے نصیحت پکڑتے ہیں اور ان امور سے رک جاتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے اور ایسے امور اختیار کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۭ اَلْمِصْبَاحُ

اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا، مثال اسکے نور کی مانند (روشن) طاق کے ہے، اس (طاق) میں ایک چراغ ہے، (وہ) چراغ

فِيْ زُجَاجَةٍ ۭ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ

شیشے (کی قندیل) میں ہے، وہ شیشہ گویا کہ وہ ایک ستارہ ہے چمکتا ہوا، جلایا جاتا ہے وہ (چراغ) ایک درخت سے، جو مبارک ہے، زیتون کا،

لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْۗءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۭ نُوْرٌ عَلٰي

نہیں ہے وہ مشرقی اور نہ مغربی، قریب ہے کہ تیل اس (زیتون) کا (خود بخود ہی) روشن ہو جائے اگرچہ نہ لگے اسے آگ، نور پر

نُوْرٍ ۭ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۭ

نور ہے، ہدایت دیتا ہے اللہ اپنے نور کی طرف جسے چاہتا ہے اور بیان کرتا ہے اللہ مثالیں لوگوں کے لئے

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۳۵ۙ

اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ○

﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ”اللہ تعالیٰ (حسی اور معنوی طور پر) آسمانوں اور زمین کا نور ہے“ اللہ تعالیٰ بذات خود نور ہے اس کا حجاب نور ہے۔ اگر وہ اس حجاب کو ہٹا دے تو اس کے چہرۂ مبارک کے انوار وجلال حد نگاہ تک تمام مخلوق کو جلا کر راکھ کر دیں۔ اس کے نور سے عرش، کرسی، سورج، چاند اور جنت منور ہیں...... اسی طرح معنوی نور کا منبع بھی اللہ تعالیٰ ہے اس کی کتاب نور ہے، اس کی شریعت نور ہے، ایمان نور ہے، اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور اس کے مومن بندوں کے دلوں میں موجود معرفت الٰہی نور ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا نور نہ ہو تو گمراہیوں کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھا جائیں، لہٰذا ہر وہ مقام جہاں اللہ تعالیٰ کا نور نہیں ہے وہ اندھیروں میں ڈوب جاتا ہے۔

﴿مَثَلُ نُوْرِهٖ﴾ ”اس کے نور کی مثال“ یعنی وہ نور جس کی طرف اللہ تعالیٰ راہ نمائی فرماتا ہے اور وہ اہل ایمان کے دلوں میں ایمان اور قرآن کا نور ہے۔ ﴿كَمِشْكٰوةٍ﴾ ”ایک طاق کی مانند ہے“ ﴿فِيْهَا مِصْبَاحٌ﴾ ”جس میں چراغ ہو۔“ کیونکہ طاق چراغ کی روشنی کو جمع کر دیتا ہے اور اسے بکھرنے نہیں دیتا ﴿اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ﴾ ”چراغ شیشے کے فانوس میں رکھا ہوا ہو اور وہ فانوس“ اپنی صفائی اور خوبصورتی کی وجہ سے یوں لگے ﴿كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ﴾ ”جیسے وہ چمکتا ہوا ستارہ ہو“ یعنی وہ موتی کی مانند چمکتا ہو۔ ﴿يُّوْقَدُ﴾ ”جلایا جائے“ یعنی وہ چراغ جو اس چمک دار فانوس کے اندر ہے ﴿مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ﴾ یعنی وہ زیتون کے تیل سے روشن کیا

جاتا ہے جس کا شعلہ سب سے زیادہ روشن ہوتا ہے۔

﴿لَّا شَرْقِيَّةٍ﴾ یعنی وہ فقط مشرقی جانب نہیں کہ دن کے آخری حصے میں اس کو سورج کی روشنی نہ پہنچتی ہو ﴿وَّلَا غَرْبِيَّةٍ﴾ اور وہ فقط مغربی جانب بھی نہیں کہ دن کے پہلے حصے میں اس کو سورج کی روشنی حاصل نہ ہوتی ہو۔ جب یہ دونوں امور نہیں تو وہ زمین کے درمیان میں اگا ہوا ہے۔ جیسے ملک شام کا زیتون، جسے صبح و شام سورج کی روشنی حاصل ہوتی ہے اس وجہ سے وہ نہایت عمدہ ہوتا ہے اور اس کا تیل انتہائی صاف ہوتا ہے، اس لئے فرمایا: ﴿يَكَادُ زَيْتُهَا﴾ ''قریب ہے کہ اس کا تیل۔'' یعنی انتہائی صاف ہونے کی وجہ سے ﴿يُضِيٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ﴾ ''آپ ہی روشنی دینے لگے، اگرچہ اسے آگ بھی نہ چھوئے۔'' اور جب اسے آگ چھوئے تو بہت زیادہ روشنی ہو ﴿نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ﴾ ''روشنی پر روشنی۔'' یعنی آگ کی روشنی اور زیتون کے تیل کی روشنی۔

یہ مثال جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے اور اسے مومن کے احوال کے ساتھ تطبیق دی ہے نیز یہ کہ اس کا قلب اللہ تعالیٰ کے نور سے منور ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی فطرت جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے وہ زیتون کے پاک صاف تیل کی مانند ہے۔ پس اس کی فطرت صاف اور تعلیمات الٰہیہ اور اعمال مشروعہ کے لئے مستعد ہے۔ جب اس کے پاس علم و ایمان پہنچتا ہے تو یہ نور اس کے قلب میں روشن ہو جاتا ہے جیسے آگ چراغ کی بتی کو روشن کر دیتی ہے۔ اس کا قلب برے ارادوں اور فہم کی خرابی سے پاک ہوتا ہے۔ جب قلب میں ایمان جاگزیں ہوتا ہے تو تمام کدورتوں سے پاک ہونے کی وجہ سے اس نور سے جگمگا اٹھتا ہے اور قلب کی یہ صفائی، موتی کی طرح چمکتے ہوئے فانوس کی مانند ہے۔ پس قلب میں نور فطرت، نور ایمان، نور علم اور معرفت کی صفائی تمام اسباب مجتمع ہو جاتے ہیں اور یوں قلب میں روشنی پر روشنی بڑھتی چلی جاتی ہے اور چونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا نور ہے اور ہر کسی میں اس نور کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی، اس لئے فرمایا: ﴿يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''رہنمائی کرتا ہے اللہ اپنے نور کے لیے جس کی چاہتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ اپنے نور کے لئے صرف اسی کی راہ نمائی کرتا ہے جس کے متعلق اسے علم ہے کہ وہ پاک اور طیب و طاہر ہے اور یہ نور اس کی معیت میں مزید بڑھے گا۔ ﴿وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے'' تاکہ وہ اس سے عقل و فہم حاصل کریں یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا لطف و احسان ہے، نیز یہ مثالیں اس لئے بھی بیان کی گئی ہیں تاکہ باطل سے حق واضح ہو جائے کیونکہ ضرب الامثال معانی معقولہ کو محسوسات کے قریب کر دیتی ہیں اور بندوں کو واضح طور پر ان کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔

﴿وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ پس اس کا علم تمام اشیاء کا احاطہ کئے ہوئے ہے اس لئے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ضرب الامثال اس ہستی کی بیان کی ہوئی ہیں جو تمام اشیاء کے حقائق اور ان کی تفاصیل کو جانتی ہے اور وہ یہ بھی جانتی ہے کہ ان میں بندوں کے لئے مصلحت ہے۔ پس تمہیں ان پر اعتراض اور ان کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے

بلکہ تمہیں ان میں تدبر اور غور و فکر کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ

(یہ چراغ اور قندیلیں ہیں) ان گھروں میں کہ حکم دیا ہے اللہ نے یہ کہ بلند کیے جائیں وہ اور ذکر کیا جائے ان میں نام اللہ کا تسبیح کرتے ہیں واسطے اسکے

فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝۳۶ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

ان (گھروں) میں صبح اور شام ○ وہ مرد کہ نہیں غافل کرتی انہیں تجارت اور نہ خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے،

وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاۗءِ الزَّكٰوةِ ۽ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۝۳۷ۙ

اور قائم کرنے سے نماز کے، اور ادا کرنے سے زکوۃ کے، وہ ڈرتے ہیں اس دن سے کہ الٹ جائیں گے اس میں دل اور آنکھیں ○

لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ

(وہ یہ کام کرتے ہیں) تاکہ جزا دے انہیں اللہ بہترین انکی جو عمل کیے انہوں نے اور وہ زیادہ دے انہیں اپنے فضل سے، اور اللہ رزق دیتا ہے،

مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۳۸

جسے چاہتا ہے، بغیر حساب کے ○

یعنی اللہ کی عبادت کی جاتی ہے ﴿فِيْ بُيُوْتٍ﴾ ''گھروں میں'' یعنی فضیلت اور عظمت والے گھروں میں جو اللہ تعالیٰ کو زمین کے سب ٹکڑوں سے زیادہ محبوب ہیں اور وہ مساجد ہیں۔ ﴿اَذِنَ اللّٰهُ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا وصیت کی ہے ﴿اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ﴾ ''کہ انہیں بلند کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام ذکر کیا جائے۔'' ان دو امور میں مساجد کے احکام جمع کر دیئے گئے ہیں۔ مساجد کو بلند کرنے میں ان کی تعمیر' ان میں جھاڑو دینا' ان کو نجاستوں سے پاک رکھنا' ان کو بچوں اور فاتر العقل لوگوں سے محفوظ رکھنا جو نجاست سے نہیں بچتے' کفار سے محفوظ رکھنا ان کو لغویات اور ذکر الٰہی کے سوا دیگر بلند آوازوں سے محفوظ رکھنا' شامل ہیں۔ ﴿وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ﴾ ذکر میں فرض و نفل ہر قسم کی نماز' قراءت قرآن' تسبیح و تہلیل اور دیگر اذکار' علم کی تعلیم و تعلم' علمی مذاکرہ' اعتکاف اور دیگر عبادات جن کو مساجد میں سرانجام دیا جاتا ہے' سب شامل ہیں۔ اسی لئے مساجد کی آبادی دو اقسام پر مشتمل ہے۔

(۱) مساجد کی تعمیر اور ان کی حفاظت کے ساتھ ان کو آباد رکھنا۔ (۲) نماز اور ذکر الٰہی وغیرہ سے مساجد کو آباد رکھنا...... دونوں اقسام میں یہ قسم افضل ہے اسی لئے نماز پنجگانہ اور جمعہ کو مساجد میں مشروع کیا گیا ہے۔ اکثر اہل علم کے نزدیک یہ حکم وجوب کے طور پر ہے اور بعض دیگر علماء کے نزدیک مستحب ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح کی ہے جو عبادت کے ذریعے سے مساجد کو آباد کرتے ہیں' چنانچہ فرمایا: ﴿يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا﴾ ''وہ اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں ان میں۔'' اخلاص کے ساتھ ﴿بِالْغُدُوِّ﴾ ''دن کے ابتدائی حصے میں'' ﴿وَالْاٰصَالِ﴾ ''اور دن کے آخری حصے میں'' اللہ تعالیٰ نے ان دو اوقات کو ان کے شرف و

فضیلت کی بناء پر مخصوص کیا ہے' نیز ان دو اوقات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سفر آسان اور سہل ہوتا ہے۔ اس تسبیح میں نماز وغیرہ داخل ہیں' اس لئے تمام اذکار اور اوراد صبح اور شام کے اوقات میں مشروع کئے گئے ہیں۔

﴿رِجَالٌ﴾ یعنی ان مساجد میں' ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں جو اپنے رب پر دنیا' اس کی لذتوں' تجارت' کاروبار اور اللہ سے غافل کر دینے والے کسی مشغلے کو ترجیح نہیں دیتے۔ ﴿لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ﴾ ''ان کو غفلت میں نہیں ڈالتی کوئی تجارت۔'' اور یہ ہر اس کسب کو شامل ہے جس میں معاوضہ لینا مقصود ہو تب اس صورت میں ﴿وَلَا بَيْعٌ﴾ کا جملہ' عام پر عطف خاص کے باب میں سے ہے کیونکہ دیگر کاموں کی نسبت خرید و فروخت میں زیادہ مشغولیت پائی جاتی ہے۔ پس یہ لوگ' اگرچہ تجارت کرتے ہیں' خرید و فروخت کرتے ہیں...... کیونکہ اس میں کوئی ممانعت نہیں...... مگر یہ تمام کام انہیں غافل نہیں کرتے کہ وہ ان امور کو ﴿عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيتَآءِ الزَّكٰوةِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے ذکر' نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے'' پر ترجیح دیتے ہوئے ان کو مقدم رکھیں بلکہ اس کے برعکس ان کی غایت مراد اور نہایت مقصود یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کریں۔ اس اطاعت و عبادت اور ان کے درمیان جو چیز بھی حائل ہو' وہ اسے دور پھینک دیتے ہیں۔

چونکہ اکثر نفوس کے لئے دنیا کا ترک کرنا بہت مشکل ہوتا ہے' مختلف انواع کی تجارت اور مکاسب سے انہیں شدید محبت ہوتی ہے' غالب حالات میں ان امور کو ترک کرنا ان پر گراں گزرتا ہے اور ان امور پر اللہ تعالیٰ کے حقوق کو مقدم رکھنے سے انہیں بہت تکلیف پہنچتی ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے ترغیب و ترہیب کے ذریعے سے اس کی طرف دعوت دی ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ﴾ اس روز شدت ہول اور قلب و بدن کے دہشت زدہ ہونے کے باعث دل الٹ جائیں گے اور آنکھیں پتھرا جائیں گی' اس لئے وہ اس دن سے ڈرتے ہیں' بنا بریں ان کے لئے عمل کرنا اور عمل سے غافل کرنے والے امور کو ترک کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

﴿لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا﴾ ''تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دے۔'' (أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا) سے مراد ان کے اعمال حسنہ اور اعمال صالحہ ہیں کیونکہ یہ ان کے بہترین اعمال ہیں کیونکہ وہ مباح اور دیگر اعمال بجا لاتے ہیں۔ ثواب صرف اسی عمل پر عطا ہوتا ہے جو عمل حسن کے زمرے میں آتا ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (الزمر: ٣٥/٣٩) ''تاکہ جو بدترین عمل انہوں نے کئے ہیں اللہ ان کو ان کے حساب سے مٹا دے اور جو انہوں نے بہترین عمل کئے ہیں' ان کے مطابق ان کو اجر عطا فرمائے۔'' ﴿وَيَزِيدَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ﴾ یعنی وہ ان کے اعمال کے مقابلے میں بہت زیادہ جزا عطا کرے گا۔ ﴿وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''اور اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے روزی عطا فرماتا ہے۔'' بلکہ اللہ تعالیٰ اسے اتنا اجر عطا کرے گا کہ اس کے اعمال وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتے اور اس کی

آرزو کی بھی وہاں تک رسائی نہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے بغیر کسی شمار اور بغیر کسی ناپ تول کے اجر عطا کرے گا...... اور یہ بہت زیادہ کثرت کے لئے کنایہ ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءًۭ ۗ حَتّٰٓى اِذَا
اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، انکے اعمال مانند سراب کے ہیں چٹیل میدان میں، گمان کرتا ہے اسکو پیاسا پانی، یہاں تک کہ جب
جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۗ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ
وہ آیا اسکے پاس تو نہ پایا اسے کچھ بھی، اور پایا اللہ کو اپنے پاس، پھر پورا (چکا) دیا اللہ نے اسے اسکا حساب اور اللہ بہت جلد لینے والا ہے
الْحِسَابِ ۝۳۹ۙ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ
حساب ○ یا (انکے اعمال) اندھیروں کی مانند ہیں نہایت گہرے سمندر کے، ڈھانپتی ہے اسے ایک موج، اسکے اوپر ایک (اور) موج ہے، اسکے اوپر
سَحَابٌ ۗ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۗ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۗ
ایک بادل ہے، اندھیرے ہیں بعض ان میں سے اوپر بعض کے (اوپر تلے) ہیں، جب وہ نکالے اپنا ہاتھ نہیں قریب کہ وہ دیکھ سکے اسکو
وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝۴۰ۧ ع ۵ ۱۱
اور وہ شخص کہ نہیں بنایا اللہ نے اس کے لئے کوئی نور، تو نہیں ہے اس کے لئے (کہیں بھی) کوئی نور ○

یہ دو مثالیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کفار کے اعمال کے بطلان، ان کے اکارت جانے اور ان اعمال کو سر انجام دینے والوں کی حسرت کو ظاہر کرنے کے لئے بیان فرمائی ہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا﴾ ”اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا“ اپنے رب کے ساتھ اور اس کے رسولوں کو جھٹلایا ﴿اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ﴾ ”ان کے اعمال چٹیل میدان میں سراب کی طرح ہیں۔“ یعنی ان کے اعمال کی مثال ایسا دشت بے آب ہے جہاں کوئی درخت ہو نہ نباتات ﴿يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً﴾ ”پیاسا آدمی اسے پانی سمجھتا ہے۔“ یعنی سخت پیاسا شخص اس سراب کو پانی سمجھتا ہے کیونکہ پیاس کے مارے شخص کو پیاس کی وجہ سے وہ توہم لاحق ہوتا ہے جو کسی اور کو لاحق نہیں ہوتا۔ اور یہ گمان باطل ہے لیکن پیاسا شخص اپنی پیاس بجھانے کا ارادہ کرتا ہے ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا﴾ ”حتیٰ کہ جب اس کے پاس آتا ہے تو وہ اس کو کچھ نہیں پاتا۔“ پس اسے سخت ندامت ہوتی ہے اور امید کے منقطع ہو جانے کی وجہ سے اس کی پیاس اور بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح کفار کے اعمال سراب کی مانند ہیں۔ جاہل شخص جو معاملات کو نہیں جانتا اسے وہ اعمال اچھے دکھائی دیتے ہیں، ان کی ظاہری شکل و صورت اس کو دھوکے میں ڈال دیتی ہے۔ اپنی خواہشات نفس کی وجہ سے انہیں بھی اچھے اعمال سمجھتا ہے اور وہ اعمال کا اسی طرح محتاج ہوتا ہے جس طرح ایک پیاسا شخص پانی کا محتاج ہوتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے روز جب اپنے اعمال کا سامنا کرے گا تو ان کو ضائع شدہ اور بے فائدہ پائے گا اور حال یہ ہو گا کہ یہ اعمال اس کے حق میں ہوں گے نہ اس کے خلاف ہوں گے۔

﴿وَوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ﴾ ’’بلکہ وہ وہاں اللہ کو موجود پاتا ہے جو اس کا پورا پورا حساب چکا دیتا ہے۔‘‘ اس پر اس کا معمولی سا عمل بھی مخفی نہیں رہ سکے گا اور وہاں تھوڑا یا زیادہ عمل مفقود نہ ہو گا۔ ﴿وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ ’’اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔‘‘ پس یہ جاہل لوگ اللہ تعالیٰ کے وعدے کو دور نہ سمجھیں۔ یہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے کفار کے اعمال کو سراب کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو ایسے دشت بے آب و گیاہ میں نظر آتا ہے جہاں کوئی درخت ہوتا ہے نہ نباتات۔ کفار کے دلوں کی یہی مثال ہے جن میں کوئی بھلائی اور کوئی نیکی نہیں ہوتی۔ پس وہ وہاں اعمال خیر چھوڑ دیتے ہیں، ایک مانع کی وجہ سے، اور وہ کفر ہے۔

کفار کے اعمال کے بطلان کو واضح کرنے کے لئے یہ دوسری مثال ہے۔ ﴿اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ﴾ ’’یا (ان کے عملوں کی مثال) ان اندھیروں کی سی ہے جو نہایت گہرے سمندر کی تہ میں ہوں۔‘‘ اتھاہ اور بے کراں سمندر ﴿يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ﴾ ’’جس پر لہر چلی آتی ہو اور اس کے اوپر دوسری لہر اور اس کے اوپر بادل ہو، غرض اندھیرے ہی اندھیرے ہوں، ایک پر ایک۔‘‘ بحر بے پایاں کی تاریکی، پھر اس پر ایک دوسری کے اوپر سوار موجوں کی تاریکی، پھر بادلوں کا گھٹا ٹوپ اندھیرا اور پھر سیاہ رات کا اندھیرا...... اور جہاں یہ حال ہو تو تاریکی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ﴿اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا﴾ ’’جب آدمی اپنے ہاتھ کو نکالتا ہے تو اسے (اپنے قریب ہونے کے باوجود بھی) نہیں دیکھ پاتا‘‘ پھر دوسری چیزوں کو کیسے دیکھ سکتا ہے۔

کفار کا بھی یہی حال ہے، ان کے دلوں کو تہ در تہ تاریکیوں نے ڈھانپ رکھا ہے، طبیعت کی تاریکی، جس میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی، اس کے اوپر کفر کی تاریکی، اس کے اوپر جہالت کی تاریکی اور اس کے اوپر ان مذکورہ بالا صفات کی وجہ سے صادر ہونے والے اعمال کی تاریکی...... پس کفار ان اندھیروں میں متحیر، اپنی جہالت میں سرگرداں، صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے، ضلالت اور گمراہی کے راستوں میں مارے مارے پھرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی توفیق سے محروم کر کے ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا ہے اور انہیں اپنا نور عطا نہیں کیا۔

﴿وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ﴾ ’’اور جس کے حصے میں اللہ نور نہ کرے، تو اس کے لیے کوئی نور نہیں۔‘‘ کیونکہ اس کا نفس ظالم اور جاہل ہے، اس میں کوئی بھلائی اور کوئی روشنی نہیں سوائے اس بھلائی اور روشنی کے جو اس کا رب اسے عطا کر دے...... ان دونوں تمثیلوں میں اس امر کا احتمال ہے کہ اس سے تمام کفار کے اعمال مراد ہوں۔ دونوں تمثیلیں کفار کے اعمال پر منطبق ہوتی ہیں اور اعمال کے تعدد اوصاف کی بنا پر ان کو متعدد بیان کیا ہے اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ دونوں مثالیں الگ الگ گروہوں کے لئے بیان کی گئی ہوں۔ پہلی تمثیل قائدین کے لئے اور دوسری مثال پیروکاروں کے لئے ہو۔ واللہ اعلم۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ

کیا نہیں دیکھا آپ نے کہ بے شک اللہ، تسبیح کرتا ہے اس کیلئے جو کوئی ہے آسمانوں اور زمین میں، اور پرندے پر پھیلائے ہوئے (بھی)

كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٤١﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ

ہر ایک (مخلوق) نے یقیناً جان لی ہے اپنی نماز (عبادت) اور اپنی تسبیح، اور اللہ خوب جانتا ہے اسکو جو کچھ وہ کرتے ہیں ○ اور اللہ ہی کیلئے ہے بادشاہی

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿٤٢﴾

آسمانوں اور زمین کی، اور اللہ ہی کی طرف ہے واپسی ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو آگاہ فرمایا ہے کہ وہ عظمت اور کامل تسلط کا مالک ہے' تمام مخلوق اپنی ربوبیت اور عبادت میں اس کی محتاج ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے ہر وہ مخلوق جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔'' یعنی تمام حیوانات و جمادات ﴿وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ﴾ اور وہ پرندے (جو آسمان میں) اپنے پر پھیلائے اڑ رہے ہیں وہ بھی تسبیح کرتے ہیں ﴿كُلٌّ﴾ ''ہر ایک نے'' یعنی ان تمام مخلوقات میں سے ﴿قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِيْحَهٗ﴾ ''جان لیا ہے اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو۔'' یعنی تمام مخلوقات میں ہر نوع کی' اس کی حسب حال نماز اور عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نماز اور تسبیح الہام کی ہے خواہ انبیاء و مرسلین کے توسط سے' جیسے جنوں' انسانوں اور فرشتوں کی نماز اور تسبیح۔ یا اپنی جانب سے الہام کے ذریعے سے' جیسے دیگر مخلوق' اور یہ احتمال زیادہ راجح ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ان کے تمام افعال کو جانتا ہے اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے وہ عنقریب انہیں اس کی جزا دے گا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے ان اعمال کے بارے میں اپنے علم کو' جو اس کے سکھلانے سے وہ کرتے ہیں اور ان کے ان اعمال کے بارے میں' جو جزا و سزا کو متضمن ہیں' اپنے علم کو جمع کر دیا۔

آیت کریمہ میں یہ احتمال بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِيْحَهٗ﴾ میں ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہو یعنی اللہ تعالیٰ ان کی عبادات کو جانتا ہے اگرچہ تم نہیں جانتے...... اے بندو! اگرچہ تم اس میں سے صرف وہی کچھ جانتے ہو جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں مطلع کیا ہے...... یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے۔ ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ (بنی اسرآءیل: ١٧/٤٤) ''ساتوں آسمان' زمین اور ان کے اندر جتنی چیزیں ہیں سب اس کی تسبیح بیان کر رہے ہیں۔ کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان نہ کر رہی ہو' مگر تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے' بے شک وہ بڑا ہی بردبار اور بخشنے والا ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے عبادت اور توحید کے پہلو سے ان کی عبودیت اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کی احتیاج بیان فرمائی، بعدازاں بیان فرمایا کہ وہ اقتدار، تربیت اور تدبیر کے پہلو سے بھی اس کے محتاج ہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ''اور اللہ ہی کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔'' یعنی اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا خالق، رازق اور اس دنیا میں اپنے حکم شرعی و قدری کے ذریعے سے ان میں تصرف کرنے والا ہے اور آخرت میں حکم جزائی کے ذریعے سے ان میں تصرف کرے گا اور اس کی دلیل یہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴾ یعنی آخر کار تمام مخلوق کا مرجع و منتہی اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کی جزا دے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى

کیا نہیں دیکھا آپ نے کہ بے شک اللہ (ہی) چلاتا ہے بادل کو، پھر وہ ملاتا ہے باہم انکو، پھر وہ کر دیتا ہے اسے تہ بہ تہ، پس دیکھتے ہیں آپ

الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ

بارش کو کہ وہ نکلتی ہے اسکے درمیان میں سے، اور وہ اتارتا ہے آسمان سے (یعنی) ان پہاڑوں میں سے جو اس (آسمان) میں ہیں، اولے

فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ

پھر وہ پہنچاتا (برساتا) ہے وہ اولے اس پر جس کو وہ چاہتا ہے، اور پھیر دیتا ہے ان (اولوں) کو جس سے چاہتا ہے قریب ہے کہ چمک اسکی بجلی کی

يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ؕ ﴿٤٣﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

لے جائے آنکھوں (کی روشنی) کو ○ الٹتا پلٹتا رہتا ہے اللہ رات اور دن کو بلاشبہ اس میں

لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿٤٤﴾

البتہ عبرت ہے واسطے اہل نظر کے ○

کیا تو نے اپنی آنکھوں کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا مشاہدہ نہیں کیا کہ وہ کیسے ﴿ يُزْجِيْ سَحَابًا ﴾ ''بادل کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو ہانکتا ہے'' ﴿ ثُمَّ يُؤَلِّفُ ﴾ پھر وہ ان بدلیوں کو اکٹھا کرتا ہے اور ان کو پہاڑوں کی مانند گہرا ابر بنا دیتا ہے۔ ﴿ فَتَرَى الْوَدْقَ ﴾ تو ان بادلوں میں سے متفرق قطروں کی صورت میں بارش کو نکلتے ہوئے دیکھتا ہے تاکہ کسی ضرر کے بغیر اس بارش سے فائدہ حاصل ہو۔ پس اس بارش سے بڑے بڑے تالاب بھر جاتے ہیں، دریا ٹھاٹھیں مارنے لگتے ہیں، وادیاں بہہ نکلتی ہیں اور روئے زمین پر قسم قسم کی نباتات اگ آتی ہیں اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بادل میں سے ژالہ باری بھی کرتا ہے یہ ژالہ باری جہاں ہوتی ہے ہر چیز کو تلف کر کے رکھ دیتی ہے۔ ﴿ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ﴾ پس وہ اپنے حکم کونی و قدری کے تقاضے اور اپنی قابل ستائش حکمت کے مطابق جس پر چاہتا ہے ژالہ باری کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس ژالہ باری سے بچا لیتا ہے۔ ﴿ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ ﴾ یعنی اس بادل میں کوندنے والی بجلی اپنی تیز روشنی کی وجہ سے، قریب ہے کہ ﴿ يَذْهَبُ

﴿بِالْاَبْصَارِ﴾ ''آنکھوں کو لے جائے۔'' وہ ہستی' جس نے ان بادلوں کو اٹھایا اور ان کو اپنے ان بندوں تک پہنچایا جو اس کے محتاج ہیں اور ان کو اس طرح برسایا کہ اس بارش سے فائدہ حاصل ہو اور نقصان نہ ہو...... کیا وہ کامل قدرت' اٹل مشیت اور بے پایاں رحمت کی مالک نہیں؟

﴿يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ﴾ ''بدلتا ہے اللہ رات اور دن کو۔'' یعنی گرمی میں سے نکال کر سردی کی طرف لاتا ہے اور سردی سے نکال کر گرمی کی طرف لاتا ہے۔ رات میں سے دن کو اور دن میں سے رات کو نکال لاتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کے درمیان دنوں کو الٹ پلٹ کرتا رہتا ہے۔ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ﴾ یعنی اس میں اصحاب بصیرت اور امور مطلوبہ کی گہرائی تک پہنچنے والی عقل رکھنے والوں کے لیے عبرت ہے' جیسے نظر قابل مشاہدہ حسی امور تک پہنچتی ہے۔ صاحب بصیرت ان مخلوقات کو عبرت اور تفکر کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس بات میں تدبر کرتا ہے کہ ان مخلوقات کی تخلیق کا کیا مقصد ہے اور روگردانی کرنے والا جاہل شخص اس کائنات پر غفلت کی نظر ڈالتا ہے' جیسے جانور اشیاء کو دیکھتے ہیں۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ

اور اللہ ہی نے پیدا کیا ہر زمین پر چلنے والے جان دار کو پانی سے، پس کچھ ان میں سے وہ ہیں جو چلتے ہیں اپنے پیٹ کے بل، اور کچھ ان میں سے

مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ۭ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۭ

وہ ہیں جو چلتے ہیں دو پاؤں پر اور کچھ ان میں سے وہ ہیں جو چلتے ہیں چار پاؤں پر پیدا کرتا ہے اللہ جو چاہتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۵﴾

بلاشبہ اللہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے روئے زمین کے تمام جانداروں کو...... جیسا کہ وہ مشاہدہ کرتے ہیں ﴿مِّنْ مَّآءٍ﴾ ''پانی سے'' تخلیق فرمایا' یعنی تمام جان داروں کا مادۂ تخلیق پانی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾ (الانبیاء: ۲۱/ ۳۰) ''اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی ہے۔'' پس وہ حیوانات جن کا سلسلۂ تناسل جاری ہے' ان کا مادۂ تخلیق نطفہ کا پانی ہے جب نر مادہ کو حاملہ کرتا ہے تو اسی آب نطفہ سے تخلیق ہوتی ہے اور وہ حیوانات جو زمین سے پیدا ہوتے ہیں وہ صرف پانی کی رطوبتوں سے پیدا ہوتے ہیں' مثلاً حشرات الارض۔ ان میں نطفہ وغیرہ موجود نہیں ہوتا' وہ ہمیشہ آب نطفہ کے بغیر پیدا ہوتے ہیں۔ پس مادۂ تخلیق ایک ہے' مگر اس سے پیدا ہونے والی مخلوق بہت سے پہلوؤں سے (ایک دوسرے سے) مختلف ہوتی ہے۔ ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ﴾ ''پس ان میں سے کوئی پیٹ کے بل چلتا ہے'' جیسے سانپ وغیرہ ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ﴾ ''اور کوئی دو ٹانگوں پر چلتا ہے'' جیسے آدمی اور بہت سے

پرندے ﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰۤى اَرْبَعٍ ﴾ ''اور بعض ان میں سے چار ٹانگوں پر چلتے ہیں۔'' جیسے چوپائے اور مویشی وغیرہ۔ اصل ایک کے باوجود ان میں تنوع دلالت کرتا ہے کہ اس کی قدرت سب کو شامل اور اس کی مشیت سب میں نافذ ہے۔

بنابریں فرمایا: ﴿ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴾ ''اللہ جو چاہتا ہے (اور جیسی چاہتا ہے اپنی مخلوق) پیدا کرتا ہے'' ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔'' مثلاً اللہ تعالیٰ زمین پر پانی نازل کرتا ہے' یعنی پانی ایک ہی ہے۔ ماں' یعنی زمین ایک ہے مگر اس زمین سے جنم لینے والی اولاد مختلف اوصاف کی حامل اور متنوع ہے۔ فرمایا: ﴿ وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴾ (الرعد: ۴/۱۳) ''اور زمین میں الگ الگ خطے ہیں جو ساتھ ساتھ پائے جاتے ہیں' انگور کے باغات ہیں' کھیتیاں ہیں' نخلستان ہیں ان میں سے کچھ ایک ہی جڑ سے دو درخت نکلے ہوئے ہیں' کچھ اکہرے ہیں' جن کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے مگر مزے میں ہم ان کو ایک دوسرے پر فضیلت دے دیتے ہیں۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔''

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۴۶

البتہ تحقیق نازل کیں ہم نے آیتیں کھول کر بیان کرنے والیں، اور اللہ ہی ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے طرف راہ راست کی ○

ہم نے اپنے بندوں پر رحم کر کے آیات بینات نازل کی ہیں' جو تمام مقاصد شرعیہ' آداب محمودہ اور معارف رشیدہ پر واضح طور پر دلالت کرتی ہیں۔ پس اس طرح راستے واضح ہو گئے' گمراہی میں سے راہ راست اور ضلالت میں سے ہدایت نمایاں ہو گئی۔ اس بارے میں کسی باطل پسند کے لئے شبہ کی ادنیٰ سی گنجائش باقی رہی نہ کسی متلاشی حق کے لئے کوئی اشکال باقی رہا...... کیونکہ یہ آیات بینات اسی ہستی کی طرف سے نازل کردہ ہیں جس کا علم کامل' جس کی رحمت کامل اور جس کا بیان کامل ہے۔ اس کے بیان سے بڑھ کر کوئی بیان نہیں ﴿ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ﴾ (الانفال: ۴۲/۸) ''تاکہ (اس کے بعد) جو کوئی ہلاک ہو تو وہ دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جو زندہ رہے تو دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔''

﴿ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ''اور اللہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔'' ان لوگوں میں سے جن کے لئے بھلائی اور سچی عزت سبقت کر گئی ﴿ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ واضح اور مختصر راستے کی' جو اس تک اور اس کے اکرام و تکریم والے گھر تک جاتا ہے' جو علم حق' اس کو ترجیح دینے اور اس پر عمل کرنے کو متضمن ہے۔ اس کا بیان کامل تمام مخلوق کے لئے اور سب کو شامل ہے مگر ہدایت صرف اسی کے لئے مخصوص ہے جسے وہ چاہتا ہے۔ یہ اس کا فضل و

احسان ہے اور رب کریم کا فضل و کرم کبھی منقطع نہیں ہوتا اور یہ اس کا عدل ہے۔ اس نے کسی کے لئے کوئی حجت باقی نہیں رہنے دی اور احسان کے مواقع کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ

اور وہ (منافق) کہتے ہیں، ایمان لائے ہم ساتھ اللہ کے اور ساتھ (اسکے) رسول کے، اور اطاعت کی ہم نے، پھر پھر جاتا ہے ایک فریق ان میں سے

مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

بعد اس کے، اور نہیں ہیں وہ لوگ مومن ○ اور جب بلائے جاتے ہیں وہ طرف اللہ اور اس کے رسول کی

لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا

تاکہ وہ فیصلہ کرے انکے درمیان تو ناگہاں کچھ لوگ ان میں سے اعراض کرنے والے (ہوتے) ہیں ○ اور اگر ہو ان کیلئے حق تو آتے ہیں

اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ ؕ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ

آپ کی طرف فرماں بردار ہو کر ○ کیا انکے دلوں میں روگ ہے یا انہوں نے شک کیا یا وہ ڈرتے ہیں اس بات سے کہ ظلم کرے گا اللہ

عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

ان پر اور اس کا رسول؟ (نہیں!) بلکہ یہ لوگ خود ہی ظالم ہیں ○

الثلثة ع ۱۴

اللہ تبارک و تعالیٰ ان ظالموں کی حالت بیان کرتا ہے جن کے دلوں میں بیماری ضعف ایمان، نفاق، شک و ریب اور ضعف علم ہے جو اپنی زبان سے ایمان باللہ اور اطاعت کے التزام کا دعویٰ کرتے ہیں مگر وہ اپنی بات پر قائم نہیں رہتے اور ان میں سے ایک گروہ اطاعت سے بہت زیادہ روگردانی کرتا ہے۔ فرمایا: ﴿وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ (الانفال:۸/۲۳) ''اور وہ اعراض کرنے والے ہیں۔'' کیونکہ روگردانی کرنے والے کی کبھی کبھی اس امر کی طرف رجوع کی نیت ہوتی ہے جس سے اس نے روگردانی کی تھی۔ مگر یہ ظالم اس کی طرف التفات اور اس کی طرف رجوع کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا اور اس حالت کو آپ ایسے بہت سے لوگوں کے احوال کے مطابق پائیں گے جو ایمان اور اطاعت کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ وہ ضعیف الایمان ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ بہت سی عبادات کو قائم نہیں کرتے خاص طور پر ایسی عبادات جو بہت سے نفوس پر گراں گزرتی ہیں۔ مثلاً زکوۃ، نفقات واجبہ و مستحبہ اور جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ۔

﴿وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ﴾ جب ان کے اور کسی دوسرے شخص کے درمیان مخاصمت ہوتی ہے اور انہیں اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کی طرف بلایا جاتا ہے۔ ﴿اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''تو ایک گروہ ان میں سے اعراض کرتا ہے۔'' وہ جاہلیت کے احکام چاہتے ہیں اور غیر شرعی قوانین کو شرعی قوانین پر ترجیح دیتے ہیں کیونکہ انہیں علم ہے کہ حق ان کے خلاف ہوگا اور شریعت وہی فیصلہ کرے گی جو واقع کے مطابق ہوگا۔

﴿وَإِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوْٓا إِلَيْهِ﴾ اور اگر فیصلہ ان کے حق میں ہوتا ہے تو شریعت کے فیصلے کو قبول کر لیتے ہیں ﴿مُذْعِنِيْنَ﴾ ''اس کو مانتے ہوئے۔'' ان کا شریعت کے فیصلے کو قبول کرنا اس بنا پر نہیں کہ یہ شرعی فیصلہ ہے بلکہ وہ اس فیصلے کو اس بنا پر قبول کرتے ہیں کہ یہ ان کی خواہشات نفس کے موافق ہے تب وہ اس صورت میں قابل ستائش نہیں ہیں خواہ وہ سر تسلیم خم کرتے ہوئے ہی کیوں نہ آئیں کیونکہ بندہ درحقیقت وہ ہے جو اپنے محبوب اور ناپسندیدہ امور میں اور اپنی خوشی اور غمی میں حق کی اتباع کرتا ہے اور وہ شخص جو شریعت کی اتباع اس وقت کرتا ہے جب شریعت اس کی خواہشات نفس کے موافق ہو اور اگر شریعت کا حکم اس کی خواہش کے خلاف ہو تو اسے دور پھینک دیتا ہے' وہ خواہش نفس کو شریعت پر مقدم رکھتا ہے ایسا شخص اللہ تعالیٰ کا حقیقی بندہ نہیں ہے۔

ان لوگوں کی احکام شریعت سے روگردانی پر ملامت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿أَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ ''کیا ان کے دلوں میں کوئی بیماری ہے؟'' جس نے ان کے دلوں کو صحت کے دائرہ سے نکال دیا' اس کا احساس جاتا رہا اور وہ بیمار آدمی کی طرح ہو گئے جو ہمیشہ اس چیز سے اعراض کرتا ہے جو اس کے لئے فائدہ مند ہے اور اس چیز کو قبول کرتا ہے جو اس کے لئے ضرر رساں ہے۔ ﴿أَمِ ارْتَابُوْٓا﴾ یا انہیں کوئی شک ہے یا ان کے دل اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے حکم کے بارے میں اضطراب کا شکار ہو گئے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ پر تہمت لگاتے ہیں کہ وہ حق کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا۔

﴿أَمْ يَخَافُوْنَ أَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ﴾ ''یا وہ ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کرے گا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں ظلم و جور پر مبنی فیصلہ کرے گا حالانکہ یہ تو انہی کا وصف ہے۔ ﴿بَلْ أُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''بلکہ ظالم تو وہ خود ہیں۔'' رہا اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کا فیصلہ' تو وہ انتہائی عدل و انصاف پر مبنی اور حکمت کے موافق ہے۔ ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ (المائدۃ:۵/۵۰) ''یقین رکھنے والے لوگوں کے لئے اللہ سے بڑھ کر کس کا فیصلہ اچھا ہو سکتا ہے؟''

ان آیات کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان مجرد قول کا نام نہیں' بلکہ ایمان صرف اسی وقت معتبر ہوتا ہے جب اس کے ساتھ عمل بھی مقرون ہو۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے ایمان کی نفی کی ہے جو اطاعت سے منہ موڑتا ہے اور ہر حال میں اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے وجوب کو نہیں مانتا اور اگر وہ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے سامنے سرافگندہ نہیں ہوتا تو یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ اس کے دل میں بیماری اور اس کے ایمان میں شک و ریب کا شائبہ ہے' نیز احکام شریعت کے بارے میں بدگمانی کرنا اور ان کو عدل و حکمت کے خلاف سمجھنا حرام ہے۔

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذَا دُعُوْٓا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ

بلاشبہ ہے بات مومنوں کی، جب بلائے جاتے ہیں وہ طرف اللہ اور اس کے رسول کی، تاکہ وہ فیصلہ کرے درمیان ان کے،

اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ

یہ کہ کہتے ہیں وہ، سنا ہم نے اور اطاعت کی ہم نے، اور یہ لوگ، وہی ہیں فلاح پانے والے ○ اور جو شخص اطاعت کرے اللہ کی

وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾

اور اس کے رسول کی، اور وہ ڈرے اللہ سے اور تقویٰ اختیار کرے اس کا، پس یہ لوگ، وہی ہیں کامیاب ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے احکام شریعت سے روگردانی کرنے والوں کا حال بیان کرنے کے بعد 'اہل ایمان' جو مدح کے مستحق ہیں' کا حال بیان کیا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ یعنی حقیقی مومن جنہوں نے اپنے اعمال کے ذریعے اپنے ایمان کی تصدیق کی جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے خواہ یہ فیصلہ ان کی خواہشات نفس کے موافق ہے یا مخالف ﴿ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ﴾ "وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔" یعنی ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کو سنا اور جس نے ہمیں اس فیصلے کی طرف بلایا ہم نے اس کی آواز پر لبیک کہا اور ہم نے مکمل طور پر بغیر کسی تنگی کے' اس کی اطاعت کی۔ ﴿ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ "اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔" اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر فلاح کو منحصر قرار دیا ہے کیونکہ فلاح سے مراد ہے مطلوب و مقصود کے حصول میں کامیابی اور امر مکروہ سے نجات...... صرف وہی شخص فلاح پا سکتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کو حکم اور ثالث بناتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اطاعت' خاص طور پر حکم شریعت کی اطاعت کی فضیلت بیان کی' تو تمام احوال میں اطاعت کی فضیلت کا عمومی تذکرہ کیا اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ﴾ "اور جو اطاعت کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی۔" یعنی اللہ اور اس کے رسول کی خبر کی تصدیق اور ان کے حکم کی تعمیل کرتا ہے ﴿ وَيَخْشَ اللّٰهَ ﴾ اور اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرتا ہے کہ اس کا یہ خوف معرفت سے مقرون ہوتا ہے' بنا بریں وہ منہیات کو ترک کر دیتا ہے اور خواہشات نفس کی تعمیل سے باز آ جاتا ہے' اس لئے فرمایا: ﴿ وَيَتَّقْهِ ﴾ اور تقویٰ اختیار کرتے ہوئے محظورات کو چھوڑ دیتا ہے کیونکہ تقویٰ سے' علی الاطلاق' مراد ہے مامورات کی تعمیل کرنا اور منہیات کو چھوڑ دینا اور جب یہ نیکی اور اطاعت سے مقرون ہو...... جیسا کہ اس مقام پر ہے...... تب اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کو چھوڑ کر اس کے عذاب سے بچنا ہے۔

﴿ فَاُولٰٓئِكَ ﴾ یہی لوگ' جو اطاعت الٰہی' اطاعت رسول' تقوائے الٰہی اور خشیت الٰہی کے جامع ہیں ﴿ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴾ "کامیاب ہیں۔" اسباب عذاب کو ترک کر کے' اس سے نجات حاصل کر کے' ثواب کے اسباب اختیار کر کے اور اس کی منزل تک پہنچ کر وہ کامیاب ہوئے۔ پس کامیابی انہی کے لئے مخصوص ہے۔ جو کوئی ان لوگوں کے اوصاف سے متصف نہیں تو وہ ان اوصاف حمیدہ میں کوتاہی کے مطابق اس فوز و فلاح سے محروم ہوگا۔

یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کے مشترک حق کے بیان پر مشتمل ہے۔ رسول کے حق سے مراد اطاعت رسول ہے جو ایمان کو مستلزم ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص حق سے مراد تقویٰ اور خشیت الٰہی ہے اور تیسرا حق جو صرف رسول ﷺ کے ساتھ مختص ہے' وہ ہے آپ کی مدد و توقیر کرنا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان حقوق ثلاثہ کو "سورۃ الفتح" میں یوں جمع فرمایا ہے: ﴿لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا﴾ (الفتح: ۹/۴۸) "تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ' اس کی مدد اور توقیر کرو اور صبح و شام اس (اللہ تعالیٰ) کی تسبیح بیان کرو۔"

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ

اور انہوں نے قسمیں کھائیں اللہ کی پختہ قسمیں اپنی البتہ اگر حکم دیں آپ انکو (جہاد کا) تو وہ ضرور نکلیں گے، آپ کہہ دیجئے! مت قسمیں کھاؤ تم،

طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا

اطاعت (تمہاری) معروف ہے بلاشبہ اللہ خوب خبردار ہے ساتھ اسکے جو تم عمل کرتے ہو ○ آپ کہہ دیجئے! اطاعت کرو تم اللہ کی اور اطاعت کرو

الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ

رسول کی، پس اگر تم روگردانی کرو گے تو یقیناً اس (رسول) کے ذمے ہے جو کچھ بار رکھا گیا (اس پر) اور تمہارے ذمے ہے جو کچھ بار رکھا گیا (تم پر)

وَ اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾

اور اگر تم اطاعت کرو گے اس کی تو ہدایت پا جاؤ گے، اور نہیں ہے رسول کے ذمے مگر پہنچا دینا کھلم کھلا ○

اللہ تبارک تعالیٰ ان منافقین کا حال بیان کرتا ہے جو جہاد سے جی چرا کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہیں نکلے اور پیچھے گھروں میں بیٹھ رہے' نیز ان کا حال بیان کرتا ہے جن کے دلوں میں مرض اور ضعف ایمان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قسمیں اٹھا کر کہتے ہیں: ﴿لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ﴾ "البتہ اگر آپ انہیں حکم دیں"، مستقبل میں' یا جہاد کے لئے نکلتے وقت آپ ان کے نکلنے پر صراحت کے ساتھ اصرار کریں گے ﴿لَيَخْرُجُنَّ﴾ "تو وہ ضرور نکلیں گے۔" پہلا معنی زیادہ صحیح ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان کا رد کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا﴾ "کہہ دیجیے! نہ قسمیں کھاؤ۔" یعنی ہمیں تم سے قسمیں اٹھوانے کی اور تمہارے عذروں کی توضیح کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بارے میں ہمیں آگاہ فرما دیا ہے اور تمہاری اطاعت گزاری سب کے سامنے ہے' ہم پر مخفی نہیں' ہم تمہاری سستی اور کسی عذر کے بغیر تمہاری کسل مندی کو خوب جانتے ہیں' اس لئے تمہارے عذر پیش کرنے اور قسمیں اٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس کا محتاج تو صرف وہ ہوتا ہے جس کے معاملے میں متعدد احتمالات ہوں اور اس کا حال مشتبہ ہو' ایسے شخص کے لئے کبھی کبھی عذر اس کی براءت کے لیے مفید ثابت ہوتا ہے۔ مگر تمہیں عذر کوئی فائدہ نہیں دے

گا۔ تمہارے بارے میں تو اس بات کا ڈر اور انتظار ہے کہ کب تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اور اس کا غضب نازل ہوتا ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ "بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے" وہ تمہیں ان اعمال کی پوری پوری جزا دے گا...... یہ ہے ان کی حقیقت احوال۔

رہے رسول اللہ ﷺ تو آپ کا وظیفہ یہ ہے کہ آپ نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں اس لئے فرمایا: ﴿ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ﴾ "کہہ دیجئے! اطاعت کرو اللہ اور رسول کی۔" اگر وہ اس حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں تو یہ ان کی سعادت ہے۔ ﴿ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ ﴾ "پس اگر تم نے روگردانی کی' تو اس (پیغمبر) پر وہ (ذمے داری) ہے جو اس پر ڈالی گئی۔" یعنی رسالت کی ذمے داری' جو اس نے ادا کر دی ﴿ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ﴾ "اور تم پر وہ ہے جو تم پر ڈالی گئی۔" یعنی اطاعت کی ذمہ داری اور اس بارے میں تمہارا حال ظاہر ہو گیا ہے' تمہاری گمراہی اور تمہارا استحقاق عذاب واضح ہو گیا ہے۔ ﴿ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ﴾ "اور اگر تم اس کی اطاعت کرو تو ہدایت پا لو گے۔" اپنے قول و فعل میں راہ راست کی۔ اس کی اطاعت کے سوا تم کسی طریقے سے بھی راہ راست نہیں پا سکتے' یہ ناممکن ہی نہیں بلکہ سخت محال بھی ہے۔

﴿ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾ یعنی رسول ﷺ کے ذمے تمہیں واضح طور پر پیغام الٰہی پہنچا دینا ہے' جس میں کسی کے لیے کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی کیا اور پیغام الٰہی کو واضح طور پر پہنچا دیا ہے اور اب اللہ تعالیٰ ہی تمہارا حساب لے گا اور تمہیں اس کی جزا دے گا۔ رسول ﷺ کا اس معاملے میں کوئی اختیار نہیں اس نے تو اپنی ذمہ داری پوری کر دی۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ

وعدہ کیا ہے اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے اور عمل کئے انہوں نے نیک، البتہ وہ ضرور خلافت عطا کریگا انہیں زمین میں

كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ

جس طرح کہ اس نے خلافت دی تھی ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے، اور البتہ وہ ضرور مضبوط کر دے گا ان کیلئے انکا دین، وہ جو اس نے پسند کیا ان کیلئے،

وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ۭ

اور البتہ وہ ضرور بدل (کر) دیگا انکو انکے خوف کے بعد امن' وہ عبادت کرینگے میری، نہیں شریک ٹھہرائیں گے وہ میرے ساتھ کسی چیز کو بھی

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۵۵

اور جو کوئی کفر کرے گا بعد اس کے، پس یہ لوگ، وہی ہیں فاسق ○

یہ اللہ تعالیٰ کے ان سچے وعدوں میں سے ہے جن کی تاویل و تعبیر کا مشاہدہ کروایا گیا ہے۔ امت محمدیہ میں سے جو لوگ ایمان پر قائم رہتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ان کو

زمین کی خلافت عطا کرے گا۔ وہ زمین میں خلفاء ہوں گے اور زمین کی تمام تدبیر ان کے دست تصرف میں ہوگی۔ وہ اس دین کو' جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے' یعنی دین اسلام کو جو تمام ادیان پر فائق ہے' مضبوط بنیادوں پر قائم کردے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت کے لئے اس کے فضل وشرف اور اس پر اپنی نعمت کی بنا پر دین اسلام کو پسند فرمایا' یعنی وہ اس دین کو قائم کرنے' اس کے ظاہری و باطنی قوانین کو خود اپنی ذات پر اور دوسروں پر یعنی دیگر ادیان کے پیروکاروں اور تمام کفار پر نافذ کریں گے جو مفتوح اور مغلوب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے خوف کو امن میں بدل دے گا۔ ان میں سے جب اور جہاں کہیں ایک مسلمان ہوتا تو وہ اپنے دین کے اظہار کی قدرت نہیں رکھتا تھا اگر اظہار کرتا تو کفار کی طرف سے بے شمار اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ مسلمان من حیث الجماعت دوسروں کی نسبت بہت کم تھے روئے زمین کے تمام لوگ مسلمانوں کو اذیت دینے میں متحد تھے اور ان پر ظلم کے پہاڑ توڑ رہے تھے۔

اس آیت کریمہ کے نزول کے وقت اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے ساتھ ان امور کا وعدہ فرمایا جن کا اس سے قبل مشاہدہ نہیں کیا گیا تھا اور وہ ہیں خلافت ارضی' زمین میں اقتدار' اقامت دین پر قدرت' کامل امن' نیز یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے سوا انہیں کسی کا خوف نہ ہوگا۔ اس امت کے اولین لوگوں نے ایمان کو قائم کیا اور دوسروں سے بڑھ کر نیک کام کئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ملکوں اور قوموں پر حکمرانی عطا کی' مشرق ومغرب کو ان کے زیرنگیں کردیا' ان کو کامل امن اور کامل قدرت عطا کی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی حیران کن اور تعجب انگیز نشانی ہے۔ قیامت کے برپا ہونے تک یہ معاملہ اسی نہج پر جاری وساری رہے گا جب تک مسلمان ایمان کو قائم رکھیں گے اور اس کے تقاضوں کے مطابق نیک کام کرتے رہیں گے اس وقت تک انہیں اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق یہ چیزیں حاصل ہوتی رہیں گی...... البتہ مسلمانوں کے ایمان اور عمل صالح میں خلل واقع ہوجانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کبھی کبھی کفار کو اقتدار عطا کرکے انہیں مسلمانوں پر مسلط کردیتا ہے۔ ﴿وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ﴾ اے مسلمانو! اس کامل اقتدار اور تسلط کے بعد بھی اگر کوئی کفران نعمت کا ارتکاب کرتا ہے ﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ ''تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔'' جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرے سے باہر نکلے ہوئے اور بگڑے ہوئے ہیں انہوں نے اصلاح کا کوئی کام سرانجام دیا نہ ان میں بھلائی کی کوئی اہلیت ہے کیونکہ جو کوئی اپنے اقتدار' غلبہ اور موانع ایمان کے عدم وجود کے وقت ایمان کو ترک کردیتا ہے تو یہ چیز اس کے فساد نیت اور خبث باطن پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس کے لیے خبث باطن کے سوا ترک دین کا کوئی داعیہ موجود نہیں۔

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے پہلے بھی اہل ایمان کو خلافت ارضی عطا کی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: ﴿وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ﴾ (الاعراف: ۱۲۹/۷)

’’اور تم کو زمین کی خلافت عطا کرے گا تا کہ دیکھے تم کیسے عمل کرتے ہو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ○ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ ﴾ (القصص: ۲۸/ ۵-۶) ’’ہم چاہتے تھے کہ ان لوگوں پر احسان کریں جن کو زمین میں کمزور اور ذلیل بنا کر رکھا گیا ہے اور انہیں سردار بنائیں اور انہی کو (بادشاہت کا) وارث ٹھہرائیں، نیز ہم زمین میں ان کو اقتدار عطا کریں۔‘‘

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (56) لَا تَحْسَبَنَّ

اور قائم کرو تم نماز اور ادا کرو زکوٰۃ، اور اطاعت کرو رسول کی تاکہ تم رحم کیے جاؤ ○ نہ گمان کریں آپ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (57) ع ۷ ۱۴

ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا (ہمیں) عاجز کرنے والے زمین میں اور انکا ٹھکانا آگ ہے، اور البتہ بری ہے وہ جگہ واپسی کی ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نماز کو ظاہری اور باطنی طور پر اس کے تمام ارکان، شرائط اور آداب کے ساتھ قائم کرنے اور اس مال کی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کو عطا کیا اور ان کو اس مال پر خلیفہ بنایا کہ وہ یہ مال محتاجوں اور ان لوگوں پر خرچ کریں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے مصارف زکوٰۃ کے ضمن میں کیا ہے اور یہ دو عبادات سب سے زیادہ جلیل القدر عبادات ہیں جو حقوق اللہ اور حقوق العباد، اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص اور مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کی جامع ہیں پھر اس حکم پر عطف کے ساتھ عام حکم دیا، فرمایا: ﴿ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ﴾ ’’اور اطاعت کرو رسول کی۔‘‘ یعنی اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب کر کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا ثبوت دو۔ ﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ (النساء: ٤/ ٨٠) ’’جس نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔‘‘ ﴿ لَعَلَّكُمْ ﴾ ’’تا کہ تم‘‘ یعنی جب تم ان امور کا خیال رکھو گے تو ﴿ تُرْحَمُوْنَ ﴾ ’’رحم کیے جاؤ۔‘‘ جو کوئی رحمت کا طلب گار ہے تو اس کے حصول کا صرف یہی طریقہ ہے اور جو کوئی نماز قائم کئے، زکوٰۃ ادا کئے اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کئے بغیر رحمت کی امید رکھتا ہے تو اس کی تمنائیں جھوٹی ہیں اور وہ جھوٹی آرزوؤں میں گرفتار ہے۔

﴿ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ﴾ ’’نہ گمان کریں آپ کافروں کو کہ وہ (اللہ کو) زمین میں عاجز کر دیں گے۔‘‘ پس اس دنیا کی زندگی میں ان کو مال ومتاع سے نوازا جانا آپ کو دھوکے میں نہ ڈال دے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اگرچہ ان کو مہلت دے رکھی ہے مگر وہ ان کو مہمل نہیں چھوڑے گا، جیسا کہ فرمایا: ﴿ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴾ (لقمان: ۳۱/ ۲۴) ’’ہم تھوڑے عرصے کے لئے ان کو متاع دنیا سے نوازتے ہیں پھر ان کو بے بس کر کے ایک نہایت سخت عذاب کی طرف کھینچ لاتے ہیں۔‘‘ بنا بریں فرمایا: ﴿ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ ’’ان کا ٹھکانا آگ ہے اور البتہ وہ برا ٹھکانا ہے۔‘‘ یعنی کافروں کا انجام بدترین ہے، ان کا انجام شر، حسرت اور ابدی عذاب ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! چاہیے کہ اجازت طلب کریں تم سے وہ (غلام) جنکے مالک ہوئے تمہارے دائیں ہاتھ اور وہ (لڑکے بھی) جو نہیں پہنچے

الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ

بلوغت کو تم میں سے، تین بار (یعنی تین اوقات میں) پہلے نماز فجر سے، اور جس وقت اتار دیتے ہو تم کپڑے اپنے

مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ

دوپہر کو، اور بعد نماز عشاء کے (یہ) تین وقت پردے کے ہیں تمہارے لئے، نہیں ہے تم پر

وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ

اور نہ ان ہی پر کوئی گناہ بعد ان (وقتوں) کے (وہ) بکثرت پھرنے (آنے جانے) والے ہیں تم پر (یعنی) بعض تمہارے بعض پر

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾

اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لئے آیتیں، اور اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ ان کے غلام اور نابالغ بچے اجازت طلب کر کے ان کے پاس آیا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حکمت بیان کی ہے اور یہ کہ اجازت طلب کرنے والوں کے لئے پردے کے یہ تین اوقات ہیں۔ عشاء کی نماز کے بعد جب سونے کا وقت ہوتا ہے اور فجر کی نماز کے لئے بیدار ہونے سے پہلے۔ غالب حالات میں، رات کے وقت سونے والے نے معمول کے لباس کی بجائے شب خوابی کا لباس پہنا ہوتا ہے...... البتہ دن کے وقت، قیلولہ وغیرہ میں انسان بسا اوقات اسی معمول کے لباس ہی میں سو جاتا ہے۔ اس کو اپنے اس ارشاد کے ساتھ مقید کیا ہے۔ ﴿ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ ﴾ ''دوپہر کے وقت جب تم (قیلولہ کے لئے) کپڑے اتارتے ہو۔'' پس مذکورہ بالا تین اوقات میں تمہارے غلام اور چھوٹے بچوں کو دوسرے لوگوں کی مانند اجازت لئے بغیر داخل ہونے کی اجازت نہیں...... ان تین اوقات کے علاوہ دیگر اوقات کے بارے میں فرمایا: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ﴾ ''نہیں ہے تم پر اور نہ ان پر کوئی گناہ ان اوقات کے بعد۔'' یعنی یہ غلام اور بچے دوسروں کی مانند نہیں کیونکہ وہ ہمیشہ ان کے محتاج ہوتے ہیں اس لئے ان کا ہر وقت اجازت طلب کرتے رہنا ان کے لئے باعث تکلیف ہوگا۔ بنابریں فرمایا: ﴿ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ﴾ یعنی تمہارے کام سرانجام دینے اور تمہاری ضروریات پوری کرنے کے لئے ان کا تمہارے پاس آنا جانا رہتا ہے۔

﴿ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ﴾ وہ تاکید کے لئے اپنی آیات کو اپنی حکمت کے ساتھ مقرون بیان کرتا ہے تاکہ شارع کی رحمت اور اس کی حکمت کی معرفت حاصل ہو۔ اس لئے فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ ''اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔'' اس کا علم تمام واجبات و مستحبات اور تمام ممکنات کا احاطہ کئے ہوئے ہے، وہ اس حکمت

کو بھی خوب جانتا ہے جس کی بنا پر ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھا گیا۔ پس ہر مخلوق کو وہی تخلیق عطا کی گئی ہے جو اس کے لائق ہے اور اس نے تمام شرعی احکام عطا کیے ہیں جو اسکے مناسب حال ہیں۔ یہ متذکرہ صدر احکام بھی انہی میں سے ہیں جنہیں اس نے خوب کھول کھول کر بیان کیا ہے اور ان کے مآخذ کو اور ان کے حسن کو واضح کیا ہے۔

وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ
اور جب پہنچ جائیں لڑکے تم میں سے بلوغت کو تو چاہیے کہ وہ (بھی) اجازت طلب کریں جس طرح اجازت لیتے تھے وہ لوگ جو
مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾
ان سے پہلے تھے اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں، اور اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے ○

﴿وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ﴾ ''اور جب پہنچ جائیں بچے تم میں سے بلوغت کو۔'' اور یہ وہ عمر ہے جب سوتے یا جاگتے میں منی کا انزال ہو جاتا ہے۔ ﴿فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''تو ان کو چاہیے کہ وہ اجازت طلب کریں جیسے اجازت مانگتے ہیں وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے۔'' یعنی تمام اوقات میں۔ اور جن لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے ﴿الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ میں اشارہ فرمایا ہے' یہ وہ لوگ ہیں جو اس آیت کریمہ میں مذکور ہیں: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا﴾ (النور: ٢٤/٢٧) ''اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ لے لو۔'' ﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ﴾ ''اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ اپنی آیتیں۔'' یعنی واضح کرتا ہے اور اس کے احکام کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ باخبر اور حکمت والا ہے۔'' ان دو آیات کریمہ میں متعدد فوائد ہیں:

(۱) آقا اور چھوٹے بچوں کے سرپرست کو مخاطب کیا گیا ہے کہ وہ اپنے غلاموں اور ان چھوٹے بچوں کو علم اور آداب شرعیہ کی تعلیم دیں جو ان کی سرپرستی میں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اس کے خطاب کا رخ ان کی طرف ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ﴾ ''اے ایمان والو! تم سے تمہاری ملکیت کے غلاموں اور انہیں بھی جو تم میں سے بلوغت کو نہ پہنچے ہوں ان کو تین اوقات میں اجازت طلب کرنی چاہیے۔'' اور یہ چیز ان کی تعلیم و تادیب کے بغیر ممکن نہیں اور نیز اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہے۔ ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ﴾ ''تم پر اور ان پر ان اوقات کے بعد کوئی گناہ نہیں ہے۔''

(۲) اللہ تعالیٰ نے پردہ کی حفاظت اور اس معاملے میں ہر قسم کی احتیاط کا حکم دیا ہے' نیز اس جگہ پر جہاں انسان کے ستر کے نظر آنے کا امکان ہو وہاں غسل اور استنجاء وغیرہ سے روکا گیا ہے۔

(۳) ضرورت کے وقت ستر کھولنا جائز ہے' مثلاً سونے یا بول و براز وغیرہ کے وقت۔

(۴) ان آیات کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دنوں میں مسلمان رات کے وقت سونے کی طرح دوپہر کے وقت قیلولہ کرنے کے عادی تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں انہیں ان کی موجودہ حالت کے مطابق خطاب کیا ہے۔

(۵) اس بچے کے بارے میں جو ابھی بالغ نہیں ہوا' جائز نہیں کہ اسے ستر دیکھنے کی اجازت دی جائے اور نہ ہی اس کا ستر دیکھنا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اجازت طلب کرنے کا حکم ایسے معاملے میں دیا ہے جو جائز ہے۔

(۶) غلام کے لئے اپنے مالک کا ستر دیکھنا جائز نہیں۔ اسی طرح مالک کے لئے بھی جائز نہیں کہ وہ اپنے غلام کا ستر دیکھے' جیسے ہم نے بچے کے سلسلے میں بیان کیا۔

(۷) واعظ اور معلم جو علوم شرعیہ میں بحث کرتا ہے' اس کے لئے مناسب ہے کہ وہ حکم بیان کرنے کے ساتھ اس کا مآخذ اور اس کی وجہ بھی بیان کر دے اور دلیل اور تعلیل کے بغیر کوئی بات نہ کرے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حکم مذکور بیان کرنے کے بعد اس کی علت بیان کی ہے۔ فرمایا: ﴿ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ﴾ ''یہ تین اوقات تمہارے لئے پردے کے اوقات ہیں۔''

(۸) یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ نابالغ بچے اور غلام حکم شرعی میں مخاطب ہیں جس طرح ان کا سرپرست مخاطب ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ﴾ ''ان اوقات کے بعد اگر وہ اجازت لئے بغیر آئیں تو تم پر کوئی گناہ ہے نہ ان پر۔''

(۹) بچے کا لعاب پاک ہے خواہ وہ نجاست' مثلاً قے وغیرہ کے بعد کا لعاب ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ﴾ ''وہ تمہارے پاس بار بار آنے والے ہیں۔'' نیز جب رسول اللہ ﷺ سے بلی کے جوٹھے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: «اِنَّهَا مِنَ الطَّوَّافِيْنَ عَلَيْكُمْ وَالطَّوَّافَاتِ» ① ''یہ تمہارے پاس نہایت کثرت سے آنے جانے والوں اور آنے جانے والیوں میں سے ہیں۔'' (اس لیے ان کا جوٹھا جائز ہے)

(۱۰) انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے زیر سایہ بچوں سے ایسی خدمت لے جس میں ان کے لئے مشقت نہ ہو۔ اس کے لئے دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ﴾ ''وہ تمہارے پاس بار بار آنے والے ہیں۔''

(۱۱) متذکرہ صدر حکم صرف ان بچوں کے لئے ہے جو ابھی بالغ نہیں ہوئے۔ بالغ ہونے کے بعد تو ہر حال میں اجازت طلب کرنے کا حکم ہے۔

---

① سنن ابی داود' الطهارة' باب سؤر الهرة' ح:٧٥ و سنن النسائي' الطهارة' باب سؤر الهرة' ح:٦٨

(١٢) منی کے انزال سے بلوغت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ تمام شرعی احکام جو بلوغت پر مترتب ہوتے ہیں' انزال کے ساتھ ہی لاگو ہو جاتے ہیں اور اس پر تمام امت کا اجماع ہے البتہ اس امر میں اختلاف ہے کہ عمر یا زیر ناف بال اگنے سے بلوغت حاصل ہو جاتی ہے یا نہیں۔

وَالۡقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیۡ لَا یَرۡجُوۡنَ نِکَاحًا فَلَیۡسَ عَلَیۡهِنَّ جُنَاحٌ اَنۡ

اور گھروں میں بیٹھ رہنے والی عورتیں ، وہ جو نہیں امید رکھتیں نکاح کی، پس نہیں ان پر کوئی گناہ یہ کہ

یَّضَعۡنَ ثِیَابَهُنَّ غَیۡرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیۡنَةٍ ؕ وَاَنۡ یَّسۡتَعۡفِفۡنَ

اتار دیں وہ اپنے (پردہ کرنے کے) کپڑے جبکہ نہ ظاہر کرنے والی ہوں وہ (اپنی) زینت کو اور یہ کہ بچیں وہ (اس سے بھی تو)

خَیۡرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ﴿٦٠﴾

بہت بہتر ہے ان کے لئے اور اللہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے ○

﴿وَالۡقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ﴾ ''اور بڑی بوڑھی عورتیں۔'' یعنی وہ عورتیں جو شہوت اور تعلقات زن و شوہر میں رغبت نہ رکھتی ہوں۔ ﴿الّٰتِیۡ لَا یَرۡجُوۡنَ نِکَاحًا﴾ جو نکاح کی خواہش مند ہوں نہ کوئی مرد ان کے ساتھ نکاح کی رغبت رکھتا ہو اور یہ اس کے بوڑھی ہونے کی وجہ سے ہو کہ کسی کو اس میں کوئی رغبت ہو نہ وہ رغبت رکھتی ہو یا اتنی بدصورت ہو کہ کسی کو اس میں رغبت نہ ہو۔ ﴿فَلَیۡسَ عَلَیۡهِنَّ جُنَاحٌ﴾ ''تو ان پر کوئی گناہ اور حرج نہیں'' ﴿اَنۡ یَّضَعۡنَ ثِیَابَهُنَّ﴾ کہ وہ اپنا ظاہری لباس یعنی چادر وغیرہ اتار دیں جس کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے عورتوں کو حکم دیا تھا: ﴿وَلۡیَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوۡبِهِنَّ﴾ (النور: ٣١/٢٤) ''اور وہ اپنے سینوں پر اپنے دوپٹوں کی بکل مارے رہیں۔'' پس ان خواتین کے لئے اپنے چہروں کا ننگا کرنا جائز ہے کیونکہ اب ان کے لئے یا ان کی طرف سے کسی فتنے کا ڈر نہیں۔

چونکہ ان خواتین کے اپنی چادر اتار دینے میں نفی حرج سے بعض دفعہ یہ وہم بھی لاحق ہو سکتا ہے کہ اس اجازت کا استعمال ہر چیز کے لئے ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس احتراز کو اپنے اس ارشاد کے ذریعے سے دور کیا ہے: ﴿غَیۡرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیۡنَةٍ﴾ ''وہ اپنی زینت کو ظاہر کرنے والی نہ ہوں۔'' یعنی ظاہری لباس اور چہرے کے نقاب کی زینت کو لوگوں کو نہ دکھائیں اور نہ زمین پر پاؤں مار کر چلیں کہ ان کی زینت ظاہر ہو کیونکہ عورت کی مجرد زینت خواہ پردے ہی میں کیوں نہ ہو اور خواہ اس میں عدم رغبت ہی کیوں نہ ہو...... فتنہ کی باعث ہے اور دیکھنے والے کو گناہ میں مبتلا کر سکتی ہے ﴿وَاَنۡ یَّسۡتَعۡفِفۡنَ خَیۡرٌ لَّهُنَّ﴾ ''اور اگر وہ احتیاط کریں تو ان کے لیے زیادہ بہتر ہے۔'' استعفاف سے مراد ہے' ان اسباب کو استعمال کر کے جو عفت کا تقاضا کرتے ہیں' عفت کا طلب گار ہونا' مثلاً نکاح کرنا اور ان امور کو ترک کرنا جن کی وجہ سے فتنہ میں پڑنے کا خوف ہو۔ ﴿وَاللّٰهُ سَمِیۡعٌ﴾ اللہ تعالیٰ تمام آوازوں کو سنتا ہے ﴿عَلِیۡمٌ﴾

اور وہ نیتوں اور مقاصد کو بھی خوب جانتا ہے' اس لئے ان عورتوں کو ہر قول فاسد اور قصد فاسد سے بچنا چاہیے۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا

نہیں ہے اندھے پر کوئی حرج اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج اور نہ مریض پر کوئی حرج اور نہ

عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ

خود تم ہی پر (کوئی حرج) اس بات میں یہ کہ کھاؤ تم اپنے گھروں سے، یا گھروں سے اپنے باپ دادوں کے، یا گھروں سے اپنی ماؤں کے،

اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ

یا گھروں سے اپنے بھائیوں کے، یا گھروں سے اپنی بہنوں کے، یا گھروں سے اپنے چچاؤں کے یا گھروں سے اپنی پھوپھیوں کے،

اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ

یا گھروں سے اپنے ماموؤں کے، یا گھروں سے اپنی خالاؤں کے، یا وہ گھر کہ مالک ہو تم انکی چابیوں کے، یا (گھروں سے) اپنے دوستوں کے،

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا

نہیں تم پر کوئی گناہ یہ کہ کھاؤ تم (سب) اکٹھے یا الگ الگ پس جب داخل ہو تم گھروں میں

فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ

تو سلام کرو اوپر اپنے (لوگوں کے) (یہ) تحفہ ہے اللہ کی طرف سے بابرکت، پاکیزہ، اسی طرح (کھول کر) بیان کرتا ہے

اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ع ﴿۶۱﴾

اللہ تمہارے لئے آیتیں تاکہ تم عقل کرو ○

ع ۸

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں پر اپنی عنایات کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے ان کو دین کے معاملے میں کسی حرج میں مبتلا نہیں کیا بلکہ اس نے دین کو بے حد آسان کر دیا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ﴾ ''اندھے پر' لنگڑے پر' اور مریض پر کوئی حرج نہیں۔'' یعنی ان لوگوں پر' ان امور واجبہ کو ترک کرنے میں جن کا دارومدار ان میں سے کسی ایک پر ہوتا ہے مثلاً جہاد وغیرہ جن کا دارومدار بصارت' لنگڑے پن سے صحیح ہونا یا مریض کی صحت پر ہے اس عام معنی ہی کی وجہ سے' جس کا ہم نے ذکر کیا ہے' اس میں کلام مطلق کیا گیا ہے اور اس کو مقید نہیں فرمایا جس طرح کہ اس نے اپنے اس ارشاد میں مقید فرمایا ہے۔ ﴿وَلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ﴾ یعنی خود تم پر کوئی حرج نہیں ﴿اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ﴾ ''اس بات میں کہ تم کھاؤ اپنے گھروں سے۔'' یعنی تم پر اپنی اولاد کے گھروں میں سے کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں یہ آیت کریمہ اس حدیث صحیح کے موافق ہے۔ آپ نے فرمایا: «اَنْتَ وَمَا لُكَ لِاَبِيكَ» ① ''تو اور تیرا مال

---

① سنن ابن ماجه' التجارات' باب ماللرجل من مال ولده' ح:۲۲۹۱

تیرے باپ کی ملکیت ہے۔“ ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «اِنَّ اَطْیَبَ مَا اَکَلْتُمْ مِنْ کَسْبِکُمْ وَاِنَّ اَوْلَادَکُمْ مِنْ کَسْبِکُمْ» ① ”بہترین چیز جو تم کھاتے ہو، تمہاری کمائی ہے اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی ہے۔“ اور ﴿مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ﴾ سے مراد خود اپنا گھر نہیں ہے کیونکہ یہ تو تحصیل حاصل ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کا کلام منزہ اور پاک ہے، نیز یہ نفی حرج، ان جگہوں کے بارے میں ہے جہاں گناہ کا گمان یا وہم ہوسکتا ہے۔ رہا انسان کا اپنا گھر تو وہاں گناہ اور حرج کا ادنیٰ سا گمان بھی نہیں ہوسکتا۔

﴿اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآىِٕكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ﴾ ”تم پر اپنے باپوں، اپنی ماؤں، اپنے بھائیوں، اپنی بہنوں، اپنے چچاؤں، اپنی پھوپھیوں، اپنے ماموؤں اور اپنی خالاؤں کے گھر سے کھانے پر کوئی حرج نہیں ہے۔“ یہ سب لوگ معروف ہیں۔ ﴿اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ﴾ ”یا وہ (گھر) جن کی چابیوں کے تم مالک ہوئے۔“ اس سے مراد وہ گھر ہیں جن میں آپ وکالت یا سرپرستی وغیرہ کی بنا پر تصرف کا اختیار رکھتے ہیں رہا ”غلام“ سے اس کی تفسیر کرنا تو یہ دو وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔

(۱) غلام کے لئے: (مَلَكْتَ مَفَاتِحَهُ) ”نہیں کہا جاتا، بلکہ (مَامَلَكْتُمُوهُ) یا (مَامَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ) کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اس گھر کی صرف کنجیوں کے مالک نہیں ہوتے بلکہ وہ تمام گھر کے مالک ہوتے ہیں۔

(۲) غلاموں کے مکان انسان کے خود اپنے گھر سے باہر نہیں ہیں کیونکہ غلام اور اس کی ہر چیز اس کے آقا کی ملکیت ہے۔ پس یہاں نفی حرج کو بیان کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

﴿اَوْ صَدِيْقِكُمْ﴾ ”یا اپنے دوست کے (گھر) سے۔“ یہ نفی حرج، مذکورہ بالا تمام گھروں میں، بغیر اجازت کھا پی لینے میں نفی حرج ہے اور اس کی حکمت سیاق کلام سے واضح ہے۔ ان مذکورہ گھروں میں عادت اور عرف عام کے مطابق، قرابت قریبہ، تصرف کامل اور دوستی کی وجہ سے، کھا پی لینے کے معاملے میں مسامحت برتی جاتی ہے۔ اگر ان مذکورہ بالا گھروں میں کھا لینے میں عدم مسامحت اور بخل معلوم ہو جائے تو حکمت اور معنی کو مدنظر رکھتے ہوئے کھانا پینا جائز ہے نہ حرج ہی رفع ہوتا ہے۔

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا﴾ ”نہیں ہے تم پر کوئی گناہ یہ کہ تم اکٹھے کھاؤ یا الگ الگ“ یہ سب جائز ہے ایک گھر کے تمام افراد کا اکٹھے مل کر کھانا یا علیحدہ علیحدہ کھانا ہر طرح سے جائز ہے۔ یہاں حرج کی نفی ہے فضیلت کی نفی نہیں ہے۔ اس لیے اکٹھے مل کر کھانا افضل ہے۔

---

① سنن ابن ماجہ، التجارات، باب ماللرجل من مال ولدہ، ح: ۲۲۹۰ و سنن ابی داود، البیوع، باب الرجل یأکل من مال ولدہ، ح: ۳۵۲۸

﴿فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا﴾ ’’جب تم داخل ہو گھروں میں۔‘‘ یہ سیاق شرط میں نکرہ ہے جو خود اپنے گھر اور دیگر گھروں کو شامل ہے‘ خواہ گھر میں کوئی سکونت پذیر ہو یا نہ ہو۔ جب تم ان گھروں میں داخل ہوا کرو ﴿فَسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ﴾ یعنی تم ایک دوسرے کو سلام کیا کرو‘ کیونکہ تمام مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے‘ ایک دوسرے پر مہربانی کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ عاطفت سے پیش آنے میں‘ فرد واحد کی مانند ہیں‘ لہٰذا کسی فرق و امتیاز کے بغیر تمام گھروں میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا مشروع ہے اور اجازت طلبی کے بارے میں گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ اس کے احکام میں تفصیل ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس سلام کی مدح بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿تَحِیَّۃً مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ مُبٰرَکَۃً طَیِّبَۃً﴾ ’’یہ اللہ کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے۔‘‘ یعنی تمہارا سلام جب تم گھروں میں داخل ہو‘ ان الفاظ میں ہونا چاہیے۔ (اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ) یا (اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ) ﴿تَحِیَّۃً مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے تمہارے لئے تحیہ و سلام کے طور پر مشروع کیا ہے ﴿مُبٰرَکَۃً﴾ ’’بابرکت۔‘‘ کیونکہ یہ ہر قسم کے نقص سے سلامتی‘ حصول رحمت‘ برکت‘ نمو اور اضافے پر مشتمل ہے ﴿طَیِّبَۃً﴾ ’’پاکیزہ۔‘‘ کیونکہ ان کا شمار ان کلمات طیبہ میں سے ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں جن میں اس شخص کے لئے دلی مسرت‘ محبت اور مودت ہے جسے سلام کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے یہ احکام جلیلہ واضح کرنے کے بعد فرمایا: ﴿کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ﴾ ’’اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں۔‘‘ جو احکام شرعیہ اور ان کی حکمتوں پر دلالت کرتی ہیں ﴿لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ شاید کہ تم ان آیات کو سمجھو اور اپنے دل میں ان پر غور کرو تاکہ تم عقل و فہم رکھنے والوں میں شامل ہو جاؤ کیونکہ احکام شرعیہ کی معرفت عقل میں اضافہ کرتی ہے اور فہم کو نشوونما دیتی ہے‘ اس لیے اس کے معانی و آداب سب سے زیادہ جلیل القدر ہیں‘ نیز عمل کی جزا اس کی جنس میں سے ہوتی ہے۔ پس جس طرح اس نے اپنے رب کو سمجھنے اور ان آیات میں تفکر و تدبر کرنے کے لئے عقل کو استعمال کیا جن میں اسے تفکر و تدبر کی دعوت دی گئی تھی‘ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی عقل میں اضافہ کر دیا۔

یہ آیات کریمہ ایک عام قاعدہ و کلیہ پر دلالت کرتی ہیں‘ وہ قاعدہ و کلیہ یہ ہے: ’’عرف اور عادت الفاظ کی اسی طرح تخصیص کرتے ہیں‘ جس طرح لفظ کی تخصیص لفظ کرتا ہے۔‘‘ کیونکہ اصل یہ ہے کہ انسان کے لئے کسی دوسرے کا کھانا ممنوع ہے اس کے باوجود عرف و عادت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے مذکور لوگوں کے گھروں سے کھانے کی اجازت دی ہے۔ درحقیقت ہر مسئلہ چیز کے مالک کی اجازت پر موقوف ہے‘ اگر قول یا عرف و عادت کے ذریعے مالک کی اجازت معلوم ہو جائے تو اس پر اقدام جائز ہے۔ اس آیت کریمہ میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ باپ کا اپنے بیٹے کے مال میں سے اتنے مال کو اپنی ملکیت میں لے لینا جائز ہے جس سے اس کو ضرر نہ پہنچے

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بیٹے کے گھر کو باپ کے گھر سے موسوم کیا ہے۔

یہ آیت کریمہ اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ کسی شخص کے گھر میں تصرف کرنے والا' مثلاً اس کی بیوی اور بہن وغیرہ..... تو عادت اور عرف کے مطابق ان کے لئے اس شخص کے گھر سے کھانا پینا اور کسی سائل کو کھلانا جائز ہے۔

اس میں کھانے میں مشارکت کے جواز پر دلیل ہے' خواہ وہ مل کر کھائیں یا متفرق طور پر' خواہ ان میں سے بعض، بعض سے زیادہ کھالیں۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ

یقیناً مومن تو صرف وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اللہ اور اسکے رسول پر، اور جب ہوتے ہیں ساتھ اس (رسول) کے اوپر ایسے کام کے

جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ

جو جمع کرنے والا (اجتماع کا متقاضی) ہے تو نہیں جاتے وہ یہاں تک کہ اجازت طلب کرلیں وہ آپ سے، بلاشبہ وہ لوگ جو اجازت مانگتے ہیں آپ سے،

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ

وہی لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول پر، پس جب وہ اجازت طلب کریں آپ سے اپنے کسی کام کے لئے

فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (٦٢)

تو اجازت دے دیں آپ جس کیلئے چاہیں ان میں سے، اور مغفرت طلب کریں آپ ان کیلئے اللہ سے، بلاشبہ اللہ غفور رحیم ہے ○

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

نہ بناؤ تم رسول کے بلانے کو اپنے درمیان مانند بلانے بعض تمہارے کے بعض کو تحقیق جانتا ہے اللہ ان لوگوں کو جو

يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ

کھسک جاتے ہیں تم میں سے چھپ کر پس چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ، جو مخالفت کرتے ہیں اس (اللہ اور رسول) کے حکم کی، اس (بات) سے کہ پہنچے انہیں

فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (٦٣) اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

کوئی آزمائش (دنیا میں) یا پہنچے انہیں عذاب دردناک (آخرت میں) ○ آگاہ رہو! بلاشبہ اللہ ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے

قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ

تحقیق جانتا ہے اللہ اس (حالت) کو کہ ہو تم جس پر، اور جس دن وہ (منافق) لوٹائے جائیں گے اسکی طرف تو وہ خبر دے گا انہیں

بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (٦٤) ع ٩ ١٥

ساتھ اس کے جو انہوں نے عمل کئے تھے، اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ○

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کے لئے ارشاد ہے کہ جب وہ کسی جامع معاملے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوں' یعنی آپ کی ضرورت اور مصلحت مثلاً جہاد اور مشاورت وغیرہ میں' جہاں اہل

ایمان کا اشتراک عمل ہوتا ہے...... تو اس معاملے میں اکٹھے رہیں کیونکہ مصلحت ان کے اجتماع و اتحاد اور عدم تفرق و تشتت کا تقاضا کرتی ہے...... اللہ اور اس کے رسول پر سچا ایمان رکھنے والا رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بعد آپ کے نائب کی اجازت کے بغیر اپنے گھر لوٹتا ہے نہ اپنی کسی ضرورت سے دیگر مومنوں کو چھوڑ کر جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اجازت کے بغیر نہ جانے کو موجب ایمان قرار دیا ہے اور اس فعل پر نیز رسول اللہ ﷺ اور آپ کے نائب کے ساتھ ان کے ادب پر ان کی مدح کی ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ ''بے شک وہ لوگ جو آپ سے اجازت مانگتے ہیں وہی لوگ ایمان رکھتے ہیں اللہ اور اس کے رسول پر۔'' مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا آپ اور آپ کا نائب ان کو اجازت دے یا نہ دے؟ اجازت دینے کے لئے دو شرائط عائد کی گئی ہیں:

(۱) یہ اجازت طلبی ان کے کسی ضروری معاملے اور ضروری کام کے لئے ہو اور اگر کوئی شخص بغیر کسی عذر کے اجازت طلب کرتا ہے تو اس کو اجازت نہ دی جائے۔

(۲) اجازت دینے میں مشیت مصلحت کے تقاضے پر مبنی ہو اور اجازت دینے والے کو ضرر نہ پہنچے۔ اس لئے فرمایا: ﴿فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ﴾ ''پس جب وہ آپ سے اجازت مانگیں اپنے کسی کام کے لیے' تو آپ ان میں سے جس کو چاہیں اجازت دیں۔'' اگر اجازت طلب کرنے والے کے پاس کوئی عذر ہو اور وہ اجازت طلب کرے اگر اس کے پیچھے بیٹھ رہنے میں اور ساتھ نہ جانے میں اس کی رائے یا شجاعت سے محرومی کی وجہ سے نقصان ہو تو صاحب امر اس کو اجازت نہ دے...... بایں ہمہ اگر کسی نے پیچھے رہنے کی اجازت طلب کی اور صاحب امر ان مذکورہ شرائط کے ساتھ اجازت دے دے' تو اللہ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ وہ اجازت طلب کرنے والے کے لئے بخشش کی دعا کریں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کی اجازت طلبی تقصیر پر مبنی ہو' اس لئے فرمایا: ﴿وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ ''اور بخشش مانگیں ان کے لیے اللہ سے' بلاشبہ اللہ غفور رحیم ہے۔'' اللہ تعالیٰ ان کے گناہ بخش دیتا ہے اور ان پر رحم فرماتا ہے کہ اس نے کسی عذر کی بنا پر اجازت طلبی کا جواز عطا کیا۔

﴿لَّا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا﴾ ''نہ کرو تم رسول کے بلانے کو آپس میں جیسے ایک تمہارا دوسرے کو بلاتا ہے۔'' یعنی رسول اللہ ﷺ کا تمہیں بلانا اور تمہارا رسول اللہ ﷺ کو بلانا ایسے نہ ہو جیسے تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔ پس جب رسول اللہ ﷺ تمہیں بلائیں تو ان کی آواز پر لبیک کہنا تم پر فرض ہے یہاں تک کہ اگر تم نماز کی حالت میں ہو تب بھی تم پر آپ کے بلانے پر جواب دینا فرض ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے سوا امت میں کوئی ایسی ہستی نہیں جس کے قول کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا واجب ہو کیونکہ رسول اللہ ﷺ معصوم

ہیں اور ہم پر آپ کی اتباع واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ ﴾ (الانفال: ۸/ ۲۴) ''اے ایمان والے لوگو! اللہ اور اس کے رسول کی آواز پر لبیک کہو جب رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی عطا کرتی ہے۔''

اسی طرح تم رسول اللہ ﷺ کو اس طرح نہ بلاؤ جس طرح تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو یعنی رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہوتے وقت (یا محمد) ''اے محمد!'' یا (یا محمد بن عبداللہ) ''اے محمد بن عبداللہ!'' نہ کہو جیسا کہ تم ایک دوسرے سے مخاطب ہوتے ہو...... بلکہ آپ کو فضل و شرف حاصل ہے اور آپ دوسروں سے ممتاز ہیں اس لئے آپ سے مخاطب ہوتے وقت یہ کہا جائے ''اے اللہ کے رسول!'' ''اے اللہ کے نبی!''

﴿ قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ﴾ ''اللہ جانتا ہے ان لوگوں کو جو کھسک جاتے ہیں تم میں سے نظر بچا کر۔'' اللہ تبارک و تعالیٰ نے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والوں کی مدح بیان کی ہے کہ جب وہ کسی جامع معاملے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوتے ہیں تو آپ سے اجازت لئے بغیر واپس نہیں جاتے۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو وعید سنائی جنہوں نے ایسا نہیں کیا اور اجازت لئے بغیر چلے گئے۔ اگرچہ ان کا چپکے سے چلے جانا تم پر مخفی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے یہی مراد ہے: ﴿ یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ﴾ یعنی کھسکتے اور آپ کے پاس سے جاتے وقت' لوگوں کی نظر سے چھپنے کے لئے کسی چیز کی آڑ لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے وہ ان کو ان کے ان کرتوتوں کی پوری پوری جزا دے گا' اس لئے فرمایا: ﴿ فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ ﴾ ''پس چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ جو مخالفت کرتے ہیں آپ کے حکم کی۔'' یعنی جو لوگ اپنے کسی ضروری کام کے لئے اللہ اور اس کے رسول کے کام کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ تب اس شخص کا کیا حال ہو گا جو اپنے کسی ضروری کام اور مشغولیت کے بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم کو ترک کرتا ہے۔ ﴿ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ ﴾ ''یہ کہ پہنچے ان کو کوئی فتنہ'' یعنی شرک اور شر ﴿ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴾ ''یا ان کو کوئی دردناک عذاب آ لے۔''

﴿ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ﴾ ''آگاہ ہو جاؤ کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ کے لیے ہے۔'' وہ سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور اس کے بندے ہیں وہ ان میں اپنے حکم قدری اور حکم شرعی کے ذریعے سے تصرف کرتا ہے۔ ﴿ قَدْ یَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ ﴾ تم جو بھلائی یا برائی کرتے ہو اللہ تعالیٰ کا علم اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے' وہ تمہارے تمام اعمال کو جانتا ہے' اس کے علم نے اس کو محفوظ اور اس کے قلم نے اس کو لکھ رکھا ہے اور (کراماً کاتبین) فرشتوں نے اس کو درج کر لیا ہے۔

﴿ وَ یَوْمَ یُرْجَعُوْنَ اِلَیْهِ ﴾ ''اور جس دن لوٹائے جاؤ گے تم اس کی طرف۔'' یعنی قیامت کے روز ﴿ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ﴾ ''پس وہ انہیں ان کے عملوں کی خبر دے گا۔'' وہ ان کے تمام چھوٹے بڑے اعمال کے بارے میں

ان کو اس طرح آگاہ کرے گا کہ یہ آگاہی واقع کے مطابق ہوگی۔ وہ ان کے اعضاء سے ان کے خلاف گواہی لے گا۔ وہ اس کے فضل و عدل سے محروم نہیں ہوں گے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنے علم کو بندوں کے اعمال کے ساتھ مقید کیا ہے اس لئے خصوص کے بعد عموم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴾ ”اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔“

تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الْفُرْقَانِ

سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ (٢٥) مَكِّيَّةٌ (٤٢)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ٧٧ رُكُوْعَاتُهَا ٦

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ① الَّذِیْ

بڑی ہی بابرکت ہے وہ ذات، جس نے نازل کیا فرقان اوپر اپنے بندے کے، تاکہ ہو وہ جہان (والوں) کیلئے ڈرانے والا ہے ○ وہ ذات کہ

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ

اسی کے لئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور نہیں بنائی اس نے کوئی اولاد اور نہیں ہے اس کا کوئی شریک

فِی الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ②

بادشاہی میں اور پیدا کیا اس نے ہر چیز کو، پس اس نے اندازہ کیا اس کا (پورا) اندازہ کرنا ○

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عظمت کاملہ ہر لحاظ سے وحدانیت میں اس کے متفرد ہونے، اس کی بھلائی اور احسان کی کثرت کا بیان ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿تَبٰرَكَ﴾ یعنی وہ بہت بڑا ہے اس کے تمام اوصاف نہایت کامل اور اس کے احسانات بہت زیادہ ہیں۔ اس کا سب سے بڑا احسان اور سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اس نے یہ عظیم قرآن نازل فرمایا جو حلال و حرام ہدایت و ضلالت، اہل سعادت اور اہل شقاوت کے درمیان فرق بیان کرتا ہے۔ ﴿عَلٰی عَبْدِهٖ﴾ یہ فرقان عظیم اس نے اپنے بندے محمد مصطفی ﷺ پر نازل فرمایا جنہوں نے تمام مراتب عبودیت مکمل کر لیے اور اللہ نے ان کو تمام انبیاء و مرسلین پر فوقیت عطا کی۔ ﴿لِيَكُوْنَ﴾ ”تاکہ وہ ہو جائے۔“ یعنی اپنے بندے پر اس فرقان کا نازل کرنا ﴿لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا﴾ ”جہانوں کے لیے ڈرانے والا۔“ جو ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور غصے سے ڈراتا ہے اور ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی ناراضی کے مقامات کو واضح کرتا ہے۔ جو کوئی اس کے انذار کو قبول کر کے اس پر عمل پیرا ہوتا ہے وہ دنیا و آخرت میں نجات پانے والوں میں شمار ہوتا ہے، جنہیں ابدی سعادت اور سرمدی بادشاہی حاصل ہوتی ہے۔ پس کیا اللہ تعالیٰ کی اس نعمت اور اس کے اس فضل و احسان سے بڑھ کر بھی کوئی اور چیز ہے؟ پس نہایت ہی بابرکت ہے وہ ذات، جس کے احسانات و برکات میں قرآن بھی شامل ہے۔

﴿الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ”وہ جس کے لیے بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین کی۔“ یعنی وہ

اکیلا ہی زمین و آسمان میں تصرف کرتا ہے اور زمین اور آسمانوں میں رہنے والے سب اللہ تعالیٰ کے مملوک اور غلام ہیں' اس کی عظمت کے سامنے فروتن' اس کی ربوبیت کے سامنے سر افگندہ اور اس کی رحمت کے محتاج ہیں۔ ﴿ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ ﴾ ''اس نے کوئی اولاد بنائی ہے نہ اس کا بادشاہی میں کوئی شریک ہے۔'' کوئی اس کا بیٹا یا شریک کیسے ہو سکتا ہے' حالانکہ وہ مالک ہے دیگر تمام لوگ اس کے مملوک ہیں' وہ قاہر و غالب ہے اور تمام مخلوق مقہور ہے۔ وہ ہر لحاظ سے بذاتہ غنی ہے اور تمام مخلوق ہر لحاظ سے اس کی محتاج ہے؟ کوئی کیسے اقتدار میں اس کا شریک ہو سکتا ہے' حالانکہ تمام بندوں کی پیشانیاں اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں' اس کی اجازت کے بغیر ان میں کوئی حرکت ہے نہ سکون اور نہ وہ کسی تصرف کا اختیار رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شرک سے بہت بلند اور بالاتر ہے۔ جس کسی نے اس کے بارے میں یہ بات کہی ہے اس نے اس کی ویسی قدر نہیں کی جیسا کہ قدر کرنے کا حق ہے' اس لئے فرمایا: ﴿ وَخَلَقَ كُلَّ شَىْءٍ ﴾ ''اس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔'' یہ تخلیق عالم علوی' عالم سفلی' تمام حیوانات' نباتات اور جمادات کو شامل ہے ﴿ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ﴾ ''اور اس کا مناسب اندازہ کیا۔'' یعنی عالم علوی اور عالم سفلی کی ہر مخلوق کو ایسی تخلیق عطا کی جو اس کے لائق اور اس کے لئے مناسب ہے اور جو اس کی حکمت تقاضا کرتی ہے۔ جہاں تمام مخلوق کی شکل ایسے ہے کہ عقل صحیح یہ تصور بھی نہیں کر سکتی کہ وہ کسی ایسی شکل میں ہو جو موجودہ شکل و صورت کے خلاف ہو جس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں بلکہ مخلوق واحد کا کوئی جزو اور کوئی عضو صرف اسی جگہ مناسب ہے جہاں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝ الَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝ وَالَّذِىْ قَدَّرَ فَهَدٰى ﴾ (الاعلیٰ: ۸۷/۱۔۳) ''تسبیح بیان کیجئے اپنے عالی شان رب کے نام کی۔ جس نے (انسان کو) پیدا کیا اور اس کو نک سک سے برابر کیا اور جس نے اس کا اندازہ ٹھہرایا پھر اس کو راہ دکھائی۔'' اور فرمایا: ﴿ رَبُّنَا الَّذِىْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَىْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴾ (طٰہٰ: ۲۰/۵۰) ''ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی تخلیق عطا کی پھر اس کو راہ دکھائی۔''

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی عظمت' اپنے کمال اور اپنے کثرت احسان کو بیان فرمایا اور یہ چیز اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ صرف اسی کو الٰہ محبوب و معظم ہونا چاہیے صرف اسی کے لیے عبادت کو خالص کیا جائے۔ اس کا کوئی شریک نہیں...... تب مناسب ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کے بطلان کو بھی بیان کیا جائے' اس لئے فرمایا:

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ

اور بنا لیے ہیں (مشرکوں نے) سوائے اس کے (اور) معبود جو نہیں پیدا کرتے کچھ بھی، اور وہ (خود) پیدا کیے جاتے ہیں،

وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا

اور نہیں اختیار رکھتے وہ اپنے نفسوں کے لئے کسی نقصان کا اور نہ کسی نفع کا، اور نہیں اختیار رکھتے وہ موت کا

وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ③

اور نہ زندگی کا اور نہ دوبارہ (جی) اٹھنے ہی کا ○

یہ عجیب ترین بات ہے اور ان کی بے وقوفی اور کم عقلی کی سب سے بڑی دلیل ہے بلکہ ان کے ظلم اور اپنے رب کے حضور ان کی جسارت پر بھی بہت بڑی دلیل ہے کہ انہوں نے کمال عجز سے موصوف ہستیوں کو اپنا معبود بنا لیا۔ ان کے خود ساختہ معبودوں کا عجز یہاں تک پہنچا ہوا ہے کہ وہ کسی چیز کی تخلیق پر قادر نہیں بلکہ وہ خود مخلوق ہیں بلکہ ان میں سے بعض تو خود ان کے اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ ﴿وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا﴾ ''اور وہ اپنے نفسوں کے لیے بھی نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں'' خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ یہاں سیاق نفی میں نکرہ کا استعمال ہے جو عموم پر دلالت کرتا ہے۔ ﴿وَلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا﴾ ''اور نہ وہ اختیار رکھتے ہیں کسی کے مارنے کا اور نہ زندہ کرنے کا اور (نہ مرنے کے بعد دوبارہ) زندہ کرنے کا۔''

احکام عقل میں سب سے بڑا حکم' ان خود ساختہ معبودان کی الوہیت کے بطلان اور ان کے فساد کا حکم ہے' نیز سب سے بڑا حکم ان لوگوں کے فساد عقل کا حکم ہے' جنہوں نے ان کو معبود بنا کر اس ہستی کا شریک ٹھہرا دیا ہے جو بغیر کسی شراکت کے خالق کائنات ہے جس کے دست قدرت میں نفع و نقصان ہے' عطا کرنا اور محروم کرنا ہے' جس کے اختیار میں زندگی اور موت ہے' وہ ہستی قبروں میں پڑے ہوئے مردوں کو دوبارہ زندہ کر کے قیامت کے روز جمع کرے گی۔ اس نے لوگوں کے لئے آخرت میں دو گھر بنائے' پہلا بدبختی' رسوائی اور عذاب کا گھر' یہ اس شخص کا گھر ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسری ہستیوں کو الٰہ بنا رکھا ہے' دوسرا کامیابی' خوش بختی اور دائمی نعمتوں کا گھر اور یہ اس شخص کا گھر ہوگا جس نے صرف اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا معبود قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قطعی اور واضح دلیل کے ذریعے سے توحید کی صحت اور شرک کے بطلان کو ثابت کرنے کے بعد رسالت کی صحت اور منکرین رسالت کے موقف کے بطلان کو ثابت کرنے کے لئے دلائل دیے' چنانچہ فرمایا:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ

اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا' نہیں ہے یہ (قرآن) مگر جھوٹ ہی' گھڑا ہے اس (پیغمبر) نے اسے اور مدد کی ہے اسکی اس پر

قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ④ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ

کچھ اور لوگوں نے پس تحقیق آئے ہیں وہ (لوگ) ظلم اور جھوٹ کو ○ اور کہا انہوں نے' یہ قصے کہانیاں ہیں پہلے لوگوں کی'

اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ⑤ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ

لکھ لیا ہے اس نے انکو' پس وہ پڑھی جاتی ہیں اس پر صبح اور شام ○ آپ کہہ دیجئے! نازل کیا ہے اس (قرآن) کو اس (اللہ) نے جو

يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑥

جانتا ہے بھید آسمانوں اور زمین کے' بے شک وہ ہے بہت بخشنے والا' نہایت رحم کرنے والا ○

یعنی اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والے جن کے قرآن اور رسول کے بارے میں قول باطل کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان پر کفر واجب کیا...... کہتے ہیں کہ یہ قرآن جھوٹ ہے جسے محمد (ﷺ) نے خود تصنیف کیا ہے' ایک بہتان ہے جسے محمد (ﷺ) نے گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا ہے اور ایسا کرنے میں کچھ دوسرے لوگوں نے اس کی مدد کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ان کا انکار حق' ظلم اور باطل پر مبنی اقدام ہے جو کسی کی عقل میں نہیں آ سکتا' حالانکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے احوال' آپ کے کامل صدق و امانت اور آپ کی کامل نیکی کی پوری پوری معرفت رکھتے ہیں۔ وہ اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ محمد ﷺ اور دیگر تمام مخلوق کے لئے یہ قرآن تصنیف کرنا ممکن نہیں جو جلیل ترین اور بلند ترین درجے کا کلام ہے۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ محمد ﷺ اس قرآن کی تصنیف میں مدد حاصل کرنے کے لئے کسی کے پاس نہیں گئے...... پس کفار نے ظلم اور جھوٹ پر مبنی بات کہی ہے۔

ان کی ان باتوں میں سے ایک بات یہ ہے کہ یہ قرآن' جسے محمد ﷺ لے کر آئے ہیں ﴿أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا﴾ یعنی یہ پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں جو لوگوں میں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں اور انہیں ہر شخص آگے بیان کر دیتا ہے محمد (ﷺ) نے بھی ان کہانیوں کو سن کر لکھ لیا ہے۔ ﴿فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾ "پس وہ صبح و شام اس پر پڑھی جاتی ہیں۔" ان کی اس بات میں متعدد گناہ کی باتیں ہیں:

(۱) ان کا رسول ﷺ پر جھوٹ اور عظیم جسارت کے ارتکاب کا بہتان لگانا' حالانکہ آپ لوگوں میں سب سے زیادہ نیک اور سچے ہیں۔

(۲) قرآن کریم کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ جھوٹ اور افتراء ہے' حالانکہ یہ سب سے سچا' جلیل ترین اور عظیم ترین کلام ہے۔

(۳) اس ضمن میں ان کا یہ دعویٰ کہ وہ ایسا کلام لانے کی قدرت رکھتے ہیں یعنی یہ مخلوق جو ہر پہلو سے ناقص ہے' خالق جو ہر لحاظ سے کامل ہے' کی ایک صفت یعنی صفت کلام میں اس کی برابری کر سکتی ہے؟

(۴) رسول ﷺ کے احوال معلوم ہیں یہ آپ کے احوال کو سب سے زیادہ جانتے ہیں انہیں خوب معلوم ہے کہ آپ لکھ سکتے ہیں نہ آپ کسی ایسے شخص کے پاس جاتے ہیں جو آپ کو لکھ کر دے۔ اس کے باوجود وہ یہ کہتے ہیں کہ آپ یہ قصے کہانیاں کسی کے پاس سے لکھ لاتے ہیں۔

اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے اس قول کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلْ أَنزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾ یعنی اس قرآن عظیم کو اس ہستی نے نازل کیا ہے جس کے علم نے زمین و آسمان کی ہر چیز کا' خواہ وہ غائب ہو یا سامنے ہو' چھپی ہوئی ہو یا ظاہر ہو...... احاطہ کر رکھا ہے۔ جیسے اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ○ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴾ (الشعراء: ۲۶/ ۱۹۲-۱۹۴) ”یہ رب العالمین کی طرف سے اتاری ہوئی چیز ہے۔ جسے لے کر روح الامین آپ کے دل پر اترا ہے تاکہ آپ ان لوگوں میں شامل ہوں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو ان کے انجام سے ڈرانے والے ہیں۔“

اس میں ان پر حجت قائم کرنے کا پہلو یہ ہے کہ وہ ہستی' جس نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور جس کا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے' اس کے بارے میں یہ محال اور ممتنع ہے کہ کوئی مخلوق یہ قرآن گھڑ کر اس کی طرف منسوب کر دے اور کہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے' حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے اور جو کوئی اس کی مخالفت کرے اس کی جان و مال کو مباح قرار دے اور دعویٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے' بایں ہمہ وہ اس شخص کی اس کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد کرتا ہے' ان کی جانوں اور شہروں کو اس کے حوالے کر دیتا ہے...... پس اللہ تعالیٰ کے علم کا انکار کیے بغیر' کسی کے لئے اس قرآن کا انکار کرنا ممکن نہیں۔ بنی آدم میں سے سوائے دہریئے فلاسفہ کے' کوئی ایسی بات نہیں کہتا۔

نیز اللہ تعالیٰ کا اپنے وسیع علم کا ذکر کرنا' ان کو قرآن میں تدبر کرنے کی طرف متوجہ کرتا ہے' اگر انہوں نے قرآن میں تدبر کیا ہوتا تو وہ اس کے علم اور احکام میں کوئی ایسی چیز ضرور دیکھتے جو قطعی طور پر دلالت کرتی کہ یہ قرآن غائب اور حاضر' تمام امور کا علم رکھنے والی ہستی کے سوا' کسی کی طرف سے نہیں...... ان کے توحید و رسالت کا' جوان پر اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہے...... انکار کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے ظلم کے حوالے کر کے چھوڑ نہیں دیا بلکہ ان کو توبہ و انابت کی طرف بلایا اور ان کے ساتھ وعدہ کیا کہ اگر وہ توبہ کریں گے تو وہ ان کو اپنی رحمت اور مغفرت سے نوازے گا۔ فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا ﴾ ”وہ بہت بخشنے والا ہے۔“ یعنی اس کا وصف یہ ہے کہ وہ مجرموں اور گناہ گاروں کو بخش دیتا ہے' جب وہ مغفرت کے اسباب کام میں لاتے ہیں۔ یعنی وہ گناہوں سے رجوع کر کے توبہ کرتے ہیں۔ ﴿ رَّحِيْمًا ﴾ وہ ان پر بہت رحم کرنے والا ہے کیونکہ اس نے ان کو سزا دینے میں جلدی نہیں کی حالانکہ انہوں نے اس کے تقاضوں کو پورا کر دیا تھا۔ ان کی نافرمانیوں کے بعد اس نے ان کی توبہ قبول فرمائی' ان کی برائیوں کے ارتکاب کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی برائیوں کو مٹا دیا' اس نے ان کی نیکیوں کو قبول فرمایا' اس نے اپنے سے دور بھاگنے کے بعد اپنی طرف رجوع کرنے والوں کو اور روگردانی کے بعد اپنی طرف متوجہ ہونے والوں کو اطاعت مندوں اور رجوع کرنے والوں کی حالت کی طرف لوٹا دیا۔

وَقَالُوْا مَا لِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ط

اور کہا انہوں نے، کیا ہے اس رسول کو کہ وہ کھاتا ہے کھانا اور چلتا ہے بازاروں میں؟

لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ⑦ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ

کیوں نہیں نازل کیا گیا اس کی طرف کوئی فرشتہ کہ ہوتا وہ اس کے ساتھ ڈرانے والا؟○ یا ڈالا جاتا اس کی طرف کوئی خزانہ

اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا

یا ہوتا اس کیلئے کوئی باغ کہ وہ کھاتا اس میں سے اور کہا (ان) ظالموں نے (مومنوں سے) ”نہیں اتباع کرتے تم مگر ایسے شخص کا

مَّسْحُوْرًا ⑧ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

(جس پر) جادو کیا گیا ہے○ دیکھئے! کیسی بیان کیں ان لوگوں نے آپ کیلئے مثالیں؟ پس گمراہ ہوگئے وہ، پس نہیں استطاعت رکھتے وہ

سَبِيْلًا ⑨ ع تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ ع ۱ ۹ ۱۶

راہ (پانے) کی○ بڑی ہی بابرکت ہے وہ (اللہ کی) ذات کہ اگر وہ چاہے تو بنا دے آپ کیلئے بہت بہتر اس سے، ایسے باغات کہ بہتی ہوں

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ⑩ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ قف

انکے نیچے نہریں، اور وہ بنا دے آپ کیلئے محلات ○ بلکہ انہوں نے جھٹلایا قیامت کو

وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ⑪ ج اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ

اور تیار کی ہے ہم نے، اس شخص کیلئے جو جھٹلائے قیامت کو، بھڑکتی آگ○ جب وہ (آگ) دیکھے گی ان (مجرموں) کو دور کے مکان سے

سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ⑫ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا

تو سنیں گے وہ واسطے اس کے سخت غصیلی آواز اور چلانا○ اور جب وہ ڈالے جائیں گے اس میں سے کسی تنگ جگہ میں،

مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ⑬ ؕ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ

زنجیروں میں جکڑے ہوئے، تو وہ پکاریں گے وہاں ہلاکت (موت) کو○ (انہیں کہا جائے گا) نہ پکارو تم آج

ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ⑭

ایک ہلاکت (موت) کو، اور (بلکہ) پکارو تم بہت زیادہ ہلاکتوں (موتوں) کو ○

یہ ان لوگوں کا قول ہے جنہوں نے رسول (ﷺ) کو جھٹلایا اور آپ کی رسالت میں جرح وقدح کی۔ انہوں نے اعتراض کیا کہ یہ رسول فرشتہ یا کوئی بادشاہ کیوں نہیں یا اس کی خدمت اور مدد کے لئے کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟ چنانچہ انہوں نے کہا: ﴿مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ﴾ یعنی یہ کیسا شخص ہے جو رسالت کا دعویٰ کرتا ہے ﴿يَاْكُلُ الطَّعَامَ﴾ ”کھانا کھاتا ہے“ حالانکہ یہ تو بشر کی خصوصیات میں سے ہے۔ وہ فرشتہ کیوں نہیں کہ وہ کھانا کھاتا نہ ان امور کا محتاج ہوتا بشر جن کا محتاج ہے۔ ﴿وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ﴾ یعنی خرید و فروخت کے لئے ”بازاروں میں چلتا پھرتا ہے“ اور یہ ان کے خیال کے مطابق ایک رسول کے لائق نہیں‘ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ﴾ (الفرقان:

۲۵/۲۰) ''ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے ہیں وہ سب کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔'' ﴿لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مَلَکٌ﴾ یعنی اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ نازل کیا گیا جو اس کا ہاتھ بٹاتا ﴿فَیَکُوْنَ مَعَہٗ نَذِیْرًا﴾ ''پس وہ اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا۔'' یعنی ان کے زعم باطل کے مطابق آپ رسالت کا بوجھ اٹھانے کے لئے کافی نہیں ہیں اور نہ آپ کو رسالت کی ذمہ داریاں اٹھانے کی طاقت اور قدرت حاصل ہے ﴿اَوْ یُلْقٰٓی اِلَیْہِ کَنْزٌ﴾ ''یا ڈال دیا جاتا اس کی طرف کوئی خزانہ۔'' یعنی ایسا مال جو بغیر کسی محنت مشقت کے اکٹھا کیا گیا ہو ﴿اَوْ تَکُوْنُ لَہٗ جَنَّۃٌ یَّاْکُلُ مِنْھَا﴾ ''یا اس کے لیے باغ ہوتا جس سے وہ کھاتا۔'' یعنی اس باغ کی وجہ سے وہ طلب رزق کی خاطر بازاروں میں چلنے پھرنے سے مستغنی ہو جاتا ﴿وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اور ظالموں نے کہا۔'' یعنی ان کے اس اعتراض کا باعث ان کا اشتباہ نہیں' بلکہ ان کا ظلم ہے ﴿اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا﴾ ''تم تو ایک سحر زدہ شخص کی پیروی کرتے ہو۔'' حالانکہ وہ آپ کی کامل عقل' آپ کی اچھی شہرت اور تمام مطاعن سے سلامت اور محفوظ ہونے کے بارے میں خوب جانتے تھے۔

چونکہ ان کے یہ اعتراض بہت ہی عجیب و غریب تھے اس لئے ان کے جواب میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اُنْظُرْ کَیْفَ ضَرَبُوْا لَکَ الْاَمْثَالَ﴾ ''دیکھو وہ آپ کے لیے کیسے مثالیں بیان کرتے ہیں۔'' اور وہ یہ کہ وہ (رسول) فرشتہ کیوں نہ ہوا؟ اور اس سے بشری خصوصیات کیوں زائل نہ ہوئیں؟ یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ ہوتا' کیونکہ وہ جو کچھ کہتا ہے وہ اس کی قدرت نہیں رکھتا' یا اس پر کوئی خزانہ اتارا گیا ہوتا یا اس کی ملکیت میں کوئی باغ ہوتا جو اس کو بازاروں میں طلب معاش کے لئے مارے مارے پھرنے سے مستغنی رکھتا؟ یا یہ کوئی سحر زدہ آدمی ہے؟ ﴿فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا﴾ ''پس وہ گمراہ ہوگئے اور کسی طرح وہ راہ پر نہیں آسکتے۔'' انہوں نے اس قسم کی متناقض باتیں کہی ہیں جو سراسر جہالت' گمراہی اور حماقت پر مبنی ہیں۔ ان میں کوئی بھی ہدایت کی بات نہیں' بلکہ ان میں کوئی ادنیٰ سا شبہ ڈالنے والی بات بھی نہیں جو رسالت میں قادح ہو۔ مجرد غور و فکر کرنے سے ایک عقلمند شخص کو اس کے بطلان کا قطعی یقین ہو جاتا ہے جو اس کو رد کرنے کے لئے کافی ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے غور و فکر اور تدبر کرنے کا حکم دیا ہے کہ آیا یہ اعتراضات رسول کی رسالت اور صداقت کے قطعی یقین کے بارے میں توقف کے موجب بن سکتے ہیں؟

اس لئے اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ وہ آپ کو اس دنیا میں خیر کثیر سے نوازنے کی قدرت رکھتا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿تَبٰرَکَ الَّذِیْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَکَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِکَ﴾ ''بابرکت ہے وہ ذات جو اگر چاہے تو آپ کے لیے ان سے بہتر چیزیں کر دے۔'' یعنی ان چیزوں سے بھی بہتر جن کا انہوں نے ذکر کیا ہے پھر اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ وَیَجْعَلْ لَّکَ قُصُوْرًا﴾ ''باغات جن کے

نیچے نہریں بہتی ہوں اور کر دے وہ آپ کے لیے محلات۔ ”یعنی بلند اور آراستہ محل۔ پس اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت ایسا کرنے سے قاصر نہیں مگر' چونکہ دنیا اللہ تعالیٰ کے ہاں انتہائی حقیر چیز ہے' اس لئے وہ اپنے انبیاء و اولیاء کو صرف اتنی ہی دنیا عطا کرتا ہے جتنی حکمت اس کا تقاضا کرتی ہے اور ان کے دشمنوں کے اعتراضات کہ انہیں بہت زیادہ رزق سے کیوں نہیں نوازا گیا' محض ظلم اور جسارت ہے۔

چونکہ ان تمام اعتراضات و اقوال کا فساد واضح ہے' اللہ تعالیٰ نے بھی آگاہ فرما دیا ہے کہ ان کی طرف سے یہ تمام اعتراضات طلب حق کی خاطر صادر ہوئے ہیں نہ دلیل کی پیروی کے لئے بلکہ یہ تمام اعتراضات انہوں نے تعنت' ظلم اور تکذیب حق کی وجہ سے کیے ہیں' انہوں نے وہی بات کہی جو ان کے دل میں تھی بنا بریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ﴾ ”بلکہ انہوں نے قیامت کی تکذیب کی۔“ اور تکذیب کرنے والے اور اعتراض کے لئے لغزشیں تلاش کرنے والے شخص کے لئے' جس کا مقصد اتباع حق نہیں ہوتا ہدایت کا کوئی راستہ نہیں اور نہ اس کے ساتھ بحث کرنے میں کوئی فائدہ ہے اس کا صرف ایک ہی علاج ہے کہ اس پر عذاب نازل کر دیا جائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا﴾ ”اور ہم نے قیامت کی تکذیب کرنے والوں کے لیے بھڑکتی آگ تیار کی ہے۔“ یعنی بڑی آگ جس کے شعلے بہت زیادہ بھڑک رہے ہوں گے' جہنمیوں پر سخت غیظ و غضب ظاہر کرے گی اور اس کی پھنکار بہت شدید اور خوف ناک ہوگی۔

﴿اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ﴾ ”جب وہ (آگ) ان کو دیکھے گی دور کی جگہ سے۔“ یعنی اس سے پہلے کہ وہ جہنم میں پہنچیں اور جہنم ان کو وصول کرے ﴿سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا﴾ ”وہ (اپنے اوپر) اس کے غیظ و غضب کی آوازیں سنیں گے“ ﴿وَّزَفِيْرًا﴾ ”اور دھاڑنا (سنیں گے)۔“ کہ جس سے صدمے اور خوف کی وجہ سے کلیجے پھٹ جائیں گے اور دل پارہ پارہ ہو جائیں گے اور قریب ہے کہ ان میں کوئی خوف اور دہشت کے مارے مر ہی جائے۔ جہنم اپنے خالق کے غضب کی وجہ سے ان پر غضب ناک ہوگی' ان کے کفر اور برائی کی کثرت کی وجہ سے جہنم کے شعلے اور زیادہ ہو جائیں گے۔

﴿وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ﴾ ”اور جب انہیں جکڑ کر جہنم میں کسی تنگ جگہ میں ڈال دیا جائے گا۔“ یعنی عذاب کے وقت' جہنم کے عین وسط میں ایک بہت ہی تنگ جگہ اور بھیڑ میں' بیڑیوں اور زنجیروں میں باندھ کر ڈال دیا جائے گا۔ جب یہ اس منحوس جگہ پر پہنچیں گے اور انہیں بدترین حبس کا سامنا کرنا پڑے گا ﴿دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا﴾ تو اس وقت وہ اپنے لئے موت' رسوائی اور فضیحت کو پکاریں گے۔ انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ ظالم اور حد سے بڑھنے والے ہیں اور خالق کائنات نے انہیں ان کے اعمال کی پاداش میں اس جگہ بھیج کر انصاف کیا ہے۔ مگر یہ دعا اور استغاثہ ان کے کسی کام آئیں گے نہ انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا

سکیں گے بلکہ ان سے کہا جائے گا: ﴿ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَّاحِدًا وَّ ادْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا ﴾ ”آج تم ایک ہی موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں (ہلاکتوں) کو پکارو!“ یعنی اگر تم اس سے بھی کئی گنا زیادہ چیختے چلاتے رہو تو تمہیں حزن و غم کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

ظالموں کی سزا بیان کرنے کے بعد یہ مناسب تھا کہ متقین کی جزا کا ذکر کیا جائے‘ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً

کہہ دیجئے! کیا یہ (عذاب) بہتر ہے یا جنت ہمیشگی کی، وہ جس کا وعدہ دیئے گئے متقی لوگ؟ ہے وہ ان کے لئے جزا

وَّمَصِيْرًا ﴿١٥﴾ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ

اور واپسی کی جگہ ○ ان کے لئے اس میں ہوگا جو کچھ وہ چاہیں گے، ہمیشہ رہنے والے،

كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا ﴿١٦﴾

ہے (یہ) آپ کے رب کے ذمے وعدہ قابل طلب ○

یعنی ان کی حماقت اور ان کے نفع کی بجائے نقصان کو اختیار کرنے کو بیان کرتے ہوئے ان سے کہہ دیجئے! ﴿ اَذٰلِكَ ﴾ یعنی وہ عذاب جو میں نے تمہارے لئے بیان کیا ہے ﴿ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ﴾ ”بہتر ہے یا وہ ہمیشگی والی جنت‘ جس کا وعدہ متقین سے کیا گیا ہے؟“ جن کو تقویٰ نے بڑھا دیا ہے‘ پس جو کوئی تقویٰ قائم کرتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ کر رکھا ہے۔ ﴿ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً ﴾ ”ہوگی وہ ان کے لیے بدلہ۔“ یعنی متقین کے تقویٰ کی جزا کے طور پر ﴿ وَّمَصِيْرًا ﴾ اور ان کا ٹھکانا ہوگی‘ جس کی طرف وہ لوٹیں گے جہاں وہ ابدالآباد تک رہیں گے۔

﴿ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ﴾ یعنی انہیں جس چیز کی طلب ہوگی اور جنت میں جس چیز کی خواہش اور آرزو ہوگی وہ انہیں حاصل ہوگی‘ مثلاً لذیذ مطعومات و مشروبات‘ ملبوسات فاخرہ‘ خوبصورت بیویاں‘ بلند و بالا محل‘ باغات‘ پھلوں سے لدے ہوئے باغیچے‘ میوے‘ جن کی خوبصورتی‘ ان کا تنوع اور ان کی کثرت اصناف دیکھنے والوں اور کھانے والوں کو خوش کر دے گی۔ جنت کی پھلواریوں اور باغات میں نہریں بہہ رہی ہوں گی‘ وہ جدھر چاہیں گے ان نہروں کو موڑ سکیں گے‘ وہ نہ بدلنے والے اس پانی کی نہروں کو جہاں چاہیں گے لے جا سکیں گے‘ کچھ دودھ کی نہریں ہوں گی جن کا ذائقہ تبدیل نہیں ہوا ہوگا‘ پینے والوں کی لذت کی خاطر کچھ نہریں شراب کی ہوں گی‘ کچھ نہریں مصفّٰی شہد کی ہوں گے‘ جن میں خوشبوئیں پھیلی ہوئی ہوں گی‘ آراستہ اور مزین گھر ہوں گے‘ سحر انگیز اور دلکش آوازیں ہوں گی اور وہ بھائیوں کی زیارت اور دوستوں کی ملاقاتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔

اور ان تمام نعمتوں سے اعلیٰ تر رب رحیم کے دیدار اور اس کے کلام کے سماع سے لطف اندوز ہونا‘ اس کے قرب

اور رضا کی سعادت حاصل کرنا‘ اس کی ناراضی سے مامون ہونا ان نعمتوں کا دوام اور وقت گزرنے کے ساتھ ان تمام نعمتوں کا بڑھتے چلے جانا ہے۔ ﴿كَانَ﴾ ’’ہے (یہ)‘‘ جنت میں داخل ہونا اور جنت میں پہنچنا ﴿عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا﴾ ’’آپ کے رب کے ذمے قابل درخواست وعدہ۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کے متقی بندے اپنی زبان حال اور زبان قال سے‘ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں گے۔ پس ان دونوں گھروں میں سے کون سا گھر اچھا ہے کہ اس کو ترجیح دی جائے؟ اے عقل مندو! ان دونوں قسم کے عمل کرنے والوں‘ یعنی دار شقاوت کے اعمال رکھنے والوں اور دار سعادت کے اعمال رکھنے والوں میں سے کون سے لوگ فضیلت‘ عقل اور فخر کے مستحق ہیں؟

حق واضح اور راہ راست روشن ہوگئی ہے اب کسی افراط پسند کے پاس دلیل کو ترک کرنے کا کوئی عذر نہیں۔

اے وہ ذات گرامی! جس نے کچھ لوگوں کے لئے شقاوت اور کچھ لوگوں کے لئے سعادت کا فیصلہ کیا ہے‘ ہم تیرے حضور اس بات کے امیدوار ہیں کہ تو ہمیں ان لوگوں میں شامل کر دے جن کے لیے تو نے بھلائی اور اپنے دیدار کا شرف لکھ دیا ہے اور اے اللہ! ہم بدبختوں کے احوال سے تیری مدد مانگتے ہیں اور تجھ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ
اور جس دن اللہ اکٹھا کرے گا انہیں اور جنکی وہ عبادت کرتے تھے سوائے اللہ کے، تو وہ (اللہ) کہے گا (معبودان باطلہ سے) کیا تم نے
اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ؕ (۱۷) قَالُوْا سُبْحٰنَكَ
گمراہ کیا تھا میرے ان بندوں کو، یا وہ خود ہی بھٹک گئے تھے راہ (حق) سے؟ ○ وہ کہیں گے، پاک ہے تو‘
مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ
نہیں تھا لائق ہمارے یہ کہ بنائیں ہم سوائے تیرے کارساز لیکن تو نے فائدہ (سامان زندگی) دیا انہیں
وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا (۱۸) فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ
اور انکے باپ دادا کو بھی، یہاں تک کہ بھول گئے وہ ذکر (تیرا) اور تھے یہ لوگ ہلاک ہونے والے ○ (اللہ کہے گا) پس تحقیق انہوں نے جھٹلایا تمہیں
بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ
ان باتوں میں جو تم کہتے تھے، پس نہیں استطاعت رکھتے تم (عذاب کے) ہٹانے کی، اور نہ مدد کرنے کی اور جو کوئی ظلم (شرک) کرے گا تم میں سے
نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا (۱۹) وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ
ہم چکھائیں گے اسے عذاب بہت بڑا ○ اور نہیں بھیجے ہم نے آپ سے پہلے رسول مگر بلاشبہ وہ
لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ
البتہ کھاتے تھے کھانا، اور وہ چلتے تھے بازاروں میں اور بنایا ہم نے تمہارے ایک کو، دوسرے کے لئے

فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ⑳

آزمائش، کیا تم صبر کرتے ہو (یا نہیں)؟ اور ہے آپ کا رب خوب دیکھنے والا ○

قیامت کے روز مشرکین اور ان کے خودساختہ معبودوں کے احوال کے بارے میں اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ ان کے خودساختہ معبودان سے براءت کا اظہار کریں گے اور ان کی تمام کوششیں رائگاں جائیں گی۔ فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ ﴾ ''اور اس دن اکٹھا کرے گا ان کو۔'' یعنی ان تکذیب کرنے والے مشرکین کو اکٹھا کرے گا ﴿ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ﴾ ''اور ان کو بھی جن کی وہ عبادت کرتے تھے اللہ کے سوا' اور کہے گا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ان مشرکین کو جھڑکنے کی خاطر ان کے جھوٹے معبودوں سے مخاطب ہو کر کہے گا: ﴿ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴾ ''کیا تم نے میرے بندوں کو گمراہ کیا تھا یا وہ خود ہی راستے سے بھٹک گئے تھے؟'' یعنی کیا تم نے انہیں اپنی عبادت کا حکم دیا تھا اور اس کو ان کے سامنے آراستہ کیا تھا یا یہ خود ان کی اپنی کارستانی تھی؟

﴿ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ ﴾ ''وہ کہیں گے تو پاک ہے۔'' وہ اللہ تعالیٰ کو مشرکین کے شرک سے پاک گردانیں گے اور خود کو شرک سے بریٔ الذمہ قرار دیتے ہوئے کہیں گے: ﴿ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ ﴾ ''یہ ہماری شان کے لائق نہیں'' اور نہ ہم ایسا کر ہی سکتے ہیں کہ تیرے سوا کسی اور کو اپنا سرپرست' والی و مددگار بنائیں' اس کی عبادت کریں اور اپنی حاجتوں میں اس کو پکاریں۔ جب ہم تیری عبادت کرنے کے محتاج ہیں اور تیرے سوا کسی اور کی عبادت سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں تب ہم کسی کو اپنی عبادت کا کیسے حکم دے سکتے ہیں؟ ایسا نہیں ہو سکتا۔

تو پاک ہے ﴿ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ ﴾ ''اس بات سے کہ ہم تیرے سوا کوئی دوست بنائیں۔'' ان کا یہ قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کی مانند ہے: ﴿ وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ○ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ﴾ (المائدۃ: ۵/ ۱۱۶-۱۱۷) ''جب اللہ کہے گا اے عیسیٰ بن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو معبود بنا لو؟ حضرت عیسیٰ جواب دیں گے تو پاک ہے! میری شان کے لائق نہیں کہ میں کوئی ایسی بات کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے کوئی ایسی بات کہی ہوتی تو وہ تیرے علم میں ہوتی کیونکہ جو بات میرے دل میں ہے تو اسے جانتا ہے اور جو بات تیرے دل میں ہے میں اسے نہیں جانتا بے شک تو علام الغیوب ہے۔ تو نے جو مجھے حکم دیا تھا میں نے اس کے سوا انہیں کچھ نہیں کہا کہ تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ أَهَٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ○ قَالُوا سُبْحَٰنَكَ أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِم بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُم بِهِم مُّؤْمِنُونَ ﴾ (سبا: ٣٤ / ٤٠ ـ ٤١) ”جس روز وہ ان سب کو اکٹھا کرے گا پھر فرشتوں سے کہے گا کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟ تو وہ جواب میں عرض کریں گے تو پاک ہے‘ ان کو چھوڑ کر ہمارا ولی تو تو ہے‘ حقیقت یہ ہے کہ وہ ہماری نہیں‘ بلکہ وہ جنوں کی عبادت کیا کرتے تھے اور ان میں سے اکثر انہی کو مانتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَآءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَٰفِرِينَ ﴾ (الاحقاف: ٤٦/٦) ”جب تمام لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا تو اس وقت وہ اپنے پکارنے والوں کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت کا انکار کردیں گے۔“

جب انہوں نے اس بات سے اپنے آپ کو بریُ الذمہ قرار دیا کہ انہوں نے غیر اللہ کی عبادت کی طرف ان کو بلایا یا ان کو گمراہ کیا ہو۔ تو انہوں نے مشرکین کی گمراہی کا اصل سبب کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ﴿ وَلَٰكِن مَّتَّعْتَهُمْ وَآبَآءَهُمْ ﴾ یعنی تو نے ان کو اور ان کے آباؤ اجداد کو دنیا کی لذات و شہوات اور اس کے دیگر مطالب سے فائدہ اٹھانے دیا ﴿ حَتَّىٰ نَسُوا الذِّكْرَ ﴾ ”یہاں تک کہ وہ نصیحت کو بھلا بیٹھے۔“ لذات دنیا میں مشغول اور اس کی شہوت میں مستغرق ہو کر۔ پس انہوں نے اپنی دنیا کی تو حفاظت کی‘ لیکن اپنے دین کو ضائع کر دیا ﴿ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا ﴾ ”اور تھی وہ ہلاک ہی ہونے والی قوم۔“ (بَائِرِيْن) ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جن میں کوئی بھلائی نہ ہو۔ وہ کسی اصلاح کی طرف راغب نہیں ہوتے اور وہ ہلاکت کے سوا کسی چیز کے لائق نہیں ہوتے۔ پس انہوں نے اس مانع کا ذکر کیا جس نے ان کو اتباع ہدایت سے روک دیا اور وہ ہے ان کا دنیا سے متمتع ہونا‘ جس نے ان کو راہ راست سے ہٹا دیا...... پس ان کے لئے ہدایت کا تقاضا معدوم ہے یعنی ان کے اندر کوئی بھلائی نہیں جب تقاضا معدوم اور مانع موجود ہو تو آپ جو شر اور ہلاکت چاہیں وہ ان کے اندر دیکھ سکتے ہیں۔

پس جب ان مشرکین کے معبود ان سے بیزاری کا اظہار کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی عبادت کرنے والوں کو زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرمائے گا: ﴿ فَقَدْ كَذَّبُوكُم بِمَا تَقُولُونَ ﴾ ”انہوں نے تو تمہیں تمہاری باتوں میں جھٹلا دیا۔“ یعنی وہ اس بات کا انکار کریں گے کہ انہوں نے تمہیں اپنی عبادت کا حکم دیا تھا یا تمہارے اس شرک پر راضی تھے یا یہ کہ وہ تمہارے رب کے پاس تمہاری سفارش کریں گے۔ وہ تمہارے اس زعم باطل کی تکذیب کریں گے اور وہ تمہارے سب سے بڑے دشمن بن جائیں گے۔ پس تم پر عذاب واجب ہو جائے گا۔ ﴿ فَمَا تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا ﴾ ”پس نہیں طاقت رکھو گے تم اس کو پھیرنے کی۔“ یعنی تم بالفعل اپنے سے اس عذاب کو ہٹا سکو گے نہ فدیہ وغیرہ کے ذریعے سے اس کو دور کر سکو گے ﴿ وَلَا نَصْرًا ﴾ ”اور نہ مدد کرنے کی۔“ یعنی تم اپنے عجز اور کسی حامی و ناصر کے نہ ہونے کی وجہ سے اپنی مدد نہ کر سکو گے۔ یہ گمراہ اور جاہل مقلدین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور یہ جیسا کہ آپ

نے دیکھا ان کے حق میں انتہائی برا فیصلہ اور ان کا بدترین ٹھکانا ہے۔

رہا ان میں سے حق کے ساتھ عناد رکھنے والا شخص، جس نے حق کو پہچان کر اس سے منہ موڑ لیا، تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ﴾ یعنی تم میں سے جو کوئی ظلم اور عناد کی بنا پر حق کو چھوڑ دیتا ہے تو ﴿نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا﴾ ہم اس کو اتنے بڑے عذاب کا مزا چکھائیں گے جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل تکذیب کے اعتراض ﴿مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ﴾ (الفرقان: ٢٥/٧) ’’یہ کیسا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔‘‘ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ﴾ ’’اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے۔‘‘ پس ہم نے ان کو کوئی ایسی مخلوق نہیں بنایا جو کھانا نہ کھاتی ہو اور نہ ہم نے ان کو فرشتے بنایا۔ پس وہ آپ کے لئے نمونہ ہیں۔

رہا فقر و غنا، تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے، اس کی حکمت پر مبنی آزمائش ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً﴾ ’’اور بنایا ہم نے ایک کو دوسرے کے لیے آزمائش کا ذریعہ۔‘‘ یعنی رسول ان لوگوں کے لئے آزمائش ہے جن کی طرف اسے مبعوث کیا گیا ہے، نیز اس لئے مبعوث کیا گیا ہے تاکہ اطاعت کرنے والوں اور نافرمانی کرنے والوں کے درمیان فرق واضح ہو جائے اور رسولوں کو ہم نے آزمایا مخلوق کو دعوت دینے کے ذریعے سے۔ مال دار فقیر کے لیے اور فقیر مال دار کے لیے آزمائش ہے اور اسی طرح اس دنیا میں مخلوق کی تمام قسمیں آزمائش، ابتلاء اور امتحان میں مبتلا ہیں۔

اس امتحان اور آزمائش سے مقصود یہ ہے۔ ﴿اَتَصْبِرُوْنَ﴾ کہ تم صبر کر کے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہو تاکہ تمہارا مولا تمہیں ثواب عطا کرے یا صبر نہیں کرتے اور اس طرح تم عذاب کے مستحق ٹھہرتے ہو؟ ﴿وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا﴾ ’’اور آپ کا رب خوب دیکھنے والا ہے۔‘‘ وہ تمہارے احوال کو دیکھتا اور جانتا ہے اور وہ اس شخص کو چن لیتا ہے جس کے متعلق وہ جانتا ہے کہ وہ رسالت کا اہل ہے اور وہ اسے اپنی فضیلت کے لئے مختص کر لیتا ہے۔ وہ تمہارے اعمال کا علم رکھتا ہے، وہ تمہیں ان کی جزا دے گا اگر اچھے اعمال ہوں گے تو اچھی جزا ہو گی اور برے اعمال ہوں گے تو بری جزا ہو گی۔